تفسیر
سورۂ عبس

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ① اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ② وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ③ اَوۡ یَذَّکَّرُ

(اس نے) ماتھے پہ شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا① (اس لیے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا② اور (اے نبی!) آپ کو کیا خبر شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا③ یا نصیحت

فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ④ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ⑤ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ⑥ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا

سنتا تو اسے نصیحت نفع دیتی④ لیکن جو شخص پروا نہیں کرتا ہے⑤ تو آپ اس کی فکر میں ہیں⑥ حالانکہ اگر وہ نہیں سنورتا تو آپ پر (کوئی گناہ)

یَزَّکّٰی ⑦ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ⑧ وَھُوَ یَخۡشٰی ⑨ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَھّٰی ⑩ کَلَّاۤ

نہیں⑦ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا⑧ اور وہ ڈرتا بھی ہے⑨ تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں⑩ ہرگز نہیں! بے شک

وقف لازم

اِنَّھَا تَذۡکِرَۃٌ ⑪ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ⑫ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ⑬ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ ⑭

یہ (صحیفہ) تو ایک نصیحت ہے⑪ چنانچہ جو چاہے اسے یاد کرے⑫ (وہ) قابل احترام صحیفوں میں (محفوظ) ہے⑬ جو بلند و بالا اور پاکیزہ ہیں⑭

بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ⑮ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ⑯

ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں⑮ جو معزز اور نیکوکار ہیں⑯

تفسیر آیات:1-16

نبی اکرم ﷺ کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے ترش روئی پر تنبیہ: کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کسی قریشی سردار سے مخاطب تھے، آپ کی خواہش تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے، آپ اس سے مخاطب ہو کر گفتگو فرما رہے تھے کہ ادھر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ بہت پہلے سے مسلمان تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہا اور اپنے سوال پر بہت اصرار کیا لیکن نبی ﷺ چاہتے تھے کہ اے کاش! یہ کچھ دیر خاموش رہیں تاکہ آپ اس شخص سے مخاطب ہو سکیں، شاید وہ اسلام قبول کر کے ہدایت پا جائے۔ آپ ابن ام مکتوم سے ترش روئی سے پیش آئے اور ان سے اعراض کیا اور تمام توجہ اس قریشی ہی کی طرف مبذول رکھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ① اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ② وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ③﴾ ”اس نے ماتھے پہ شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا، (اس لیے) کہ اس کے

پاس ایک نابینا آیا۔ اور (اے نبی!) آپ کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔" یعنی اسے اپنے نفس کے بارے میں طہارت و پاکیزگی حاصل ہو جاتی۔

﴿ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴾ "یا نصیحت سنتا تو اسے نصیحت فائدہ دیتی۔" یعنی وہ نصیحت حاصل کر کے محرمات کے ارتکاب سے رک جاتا۔ ﴿ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿5﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿6﴾ ﴾ "لیکن جو بے پروا ہو گیا تو آپ اس کی فکر میں ہیں۔" یعنی آپ بے پروا شخص سے گفتگو میں مصروف ہیں تاکہ وہ ہدایت یاب ہو جائے۔ ﴿ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿7﴾ ﴾ "حالانکہ اگر وہ نہیں سنورتا تو آپ پر (کوئی گناہ) نہیں۔" یعنی اگر وہ نہ سنورے اور پاکیزگی و طہارت حاصل نہ کرے تو آپ سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ﴿ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿8﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿9﴾ ﴾ "اور لیکن جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور وہ ڈرتا بھی ہے۔" یعنی اس کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ آپ کی باتیں سن کر وہ ہدایت یاب ہو جائے۔ ﴿ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿10﴾ ﴾ "تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں۔" یعنی مشغولیت ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ آپ تبلیغ کرنے میں کسی کو مخصوص نہ کریں بلکہ اس سلسلے میں طاقتور اور کمزور، مالدار اور فقیر، آقا اور غلام، مردوں اور عورتوں اور بچوں اور بڑوں سب سے مساوی سلوک کریں، پھر یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ جسے چاہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما دے کیونکہ ہر ہر کام میں صرف اسی کی کامل حکمت اور قطعی حجت کارفرما ہے۔

حافظ ابو یعلی رحمہ اللہ اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سورۂ عبس ابن ام مکتوم نابینا کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: میری رہنمائی فرمائیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قریشی سردار بھی موجود تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ابن ام مکتوم سے اعراض کیا اور اس قریشی سردار کی طرف توجہ مبذول رکھی اور فرمایا: [أَتَرٰى بِمَا (أَقُولُ) بَأْسًا؟] "میں نے جو بات کی ہے، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟" وہ کہتا: نہیں، تو اسی سلسلے میں سورۂ عبس نازل ہوئی۔[1] امام ترمذی نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے، پھر کہا ہے کہ بعض نے اس روایت کو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ کی سند سے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔[2] میں کہتا ہوں کہ اس طرح یہ روایت موطا میں ہے۔[3]

قرآن مجید کے اوصاف: فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿11﴾ ﴾ "ہرگز نہیں! بے شک یہ تو ایک نصیحت ہے۔" (اِنَّهَا میں ضمیر کا مرجع سورت یا وصیت ہے) یعنی یہ سورت یا تمام لوگوں میں، خواہ وہ معزز ہوں یا حقیر، ابلاغ علم کے سلسلے میں مساوات کی جو وصیت کی گئی ہے، وہ ایک نصیحت ہے۔ امام قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔[4] ﴿ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿12﴾ ﴾ "چنانچہ جو چاہے اسے یاد کرے۔" یعنی جو چاہے اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے، اس

---

[1] مسند أبي يعلى الموصلي: 261/8، حدیث: 4848 و تفسير الطبري: 64/30 واللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ مسند أبي يعلى کے مطابق ہے۔ [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة عبس، حدیث: 3331. [3] الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ما جاء في القرآن: 70,69/1، حدیث: 485. [4] الدر المنثور: 461/6.

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ⑰ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ⑱ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ⑲

ہلاک کیا جائے انسان، کس قدر ناشکرا ہے!⑰ (اللہ نے) اسے کس چیز سے پیدا کیا؟⑱ ایک (حقیر) نطفے سے، اسے پیدا کیا، پھر اس کا اس نے اندازہ

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ⑳ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ㉑ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ㉒ كَلَّا لَمَّا

لگایا⑲ پھر اس کے لیے راہ آسان کر دی⑳ پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا㉑ پھر وہ جب چاہے گا اسے (دوبارہ) زندہ کرے گا㉒ ہرگز

يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ㉓ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ㉔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ㉕ ثُمَّ

نہیں! اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی㉓ چنانچہ انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے㉔ بے شک ہم نے خوب مینہ برسایا㉕

شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ㉖ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ㉗ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ㉘ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ㉙

پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا㉖ پھر ہم نے اس میں سے اناج اگایا㉗ اور انگور اور سبزیاں㉘ اور زیتون اور کھجوریں㉙ اور

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ㉚ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ㉛ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ㉜

گھنے باغات㉚ اور میوے اور چارا㉛ (جو) تمھارے اور تمھارے جانوروں کے لیے سامانِ زندگی (ہے)㉜

بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر کا مرجع وحی ہو کیونکہ کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ⑬ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ⑭ ﴾ ”(وہ) قابلِ احترام صحیفوں میں (محفوظ) ہے جو بلند و بالا اور پاکیزہ ہیں۔“ یعنی یہ سورت یا یہ نصیحت کیونکہ دونوں ہی لازم وملزوم ہیں بلکہ سارا قرآن ہی قابل تعظیم اور قابل ادب ورقوں میں لکھا ہوا ہے۔ ﴿ مَّرْفُوْعَةٍ ﴾ ”جو بلند و بالا“ یعنی جو بلند مرتبے والے۔ ﴿ مُّطَهَّرَةٍ ⑭ ﴾ ”پاکیزہ ہیں“ یعنی میل کچیل اور کمی بیشی سے پاک ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ⑮ ﴾ ”ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ان سے فرشتے مراد ہیں۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ ﴿ سَفَرَةٍ ⑮ ﴾ سے مراد فرشتے ہیں (سَفَرَة کا واحد سافر ہے۔) سَفَرْتُ کے معنی ہیں أَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ ”میں نے ان کے درمیان صلح کرادی۔“ اور فرشتے جب اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر نازل ہوتے اور پیغامِ وحی کو پہنچا دیتے ہیں تو وہ قوم کے مابین اصلاح کرا دینے والے سفیر کے مانند ہوتے ہیں۔[2] ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ⑯ ﴾ ”جو معزز (اور) نیکوکار ہیں۔“ یعنی وہ خلقت کے اعتبار سے بہت کریم، حسین، اور شریف ہیں اور اخلاق و افعال کے اعتبار سے بھی بڑے نیکوکار اور مکمل طور پر پاک صاف ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے افعال و اقوال کے اعتبار سے رشد و بھلائی کا پیکر ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهٗ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ أَجْرَانِ] ”جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس میں

---

① تفسير الطبري: 68/30 والدر المنثور: 519/6. ② صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿ عَبَسَ ﴾، قبل الحديث: 4937.

ماہر ہے تو وہ معزز ومحترم اور نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اس طرح پڑھتا ہے کہ وہ اس کے لیے بہت مشکل ہے تو اسے دوگنا اجر ملے گا۔''[1] اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات:17-32

حیات بعد الموت کے منکرین کی تردید: موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے منکر لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝﴾ ''انسان ہلاک کیا جائے ، وہ کس قدر ناشکرا ہے!'' ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ﴾ کے معنی ہیں کہ انسان پر لعنت ہو۔[1] ابو مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور انسان سے مراد جنس انسان ہے جو کسی دلیل اور علم کے بغیر محض اسے بعید سمجھتے ہوئے بعث بعد الموت کی تکذیب کرتی ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ﴿مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝﴾ کے معنی ہیں کہ اس کا کفر کس قدر شدید ہے۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ کس قدر ملعون ہے۔[5] پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اس انسان کو کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہے۔ نیز وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اسے دوبارہ پیدا کرے جیسا کہ اس نے اسے پہلی بار پیدا فرمایا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝﴾ ''اس (اللہ) نے اسے کس چیز سے پیدا کیا؟ ایک (حقیر) نطفے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پھر اس کا اس نے اندازہ مقرر کیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی موت، اس کے رزق، اس کے عمل اور اس بات کا اندازہ مقرر کر دیا کہ یہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت۔ ﴿ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝﴾ ''پھر اس کے لیے رستہ آسان کر دیا۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر اس کے لیے شکم مادر سے باہر آنے کا رستہ آسان کر دیا۔[6] عکرمہ، ضحاک، ابو صالح، قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے[7] اور حافظ ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[8] حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝﴾ (الدھر 3:76) ''بلاشبہ ہم نے اسے رستہ دکھا دیا، اب خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔''[9] یعنی ہم نے اس کے لیے عمل کو بیان کر دیا، واضح کر دیا اور آسان بنا دیا ہے، حسن اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[10] اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

① مسند أحمد : 48/6. ② صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿عَبَسَ﴾ ، حديث :4937 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين ......، باب فضل الماهر بالقرآن......، حديث : 798 و سنن أبي داود، الوتر، باب في ثواب قراءة القرآن، حديث : 1454 و جامع الترمذي، فضائل القرآن ، باب ما جاء في فضل قارئ القرآن، حديث : 2904 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة عبس: 506/6 ، حديث: 11646 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب ثواب القرآن، حديث : 3779. ③ دیکھیے تفسير القرطبي : 217/19 . ④ الدر المنثور : 520/6 . ⑤ تفسير الماوردي : 206/6. ⑥ تفسير الطبري: 70/30. ⑦ تفسير الطبري: 70/30 والدر المنثور:520/6 . ⑧ تفسير الطبري : 71/30. ⑨ تفسير الطبري: 70/30 والدر المنثور : 520/6 . ⑩ تفسير الطبري: 70/30 .

﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ ''پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔'' یعنی پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کرا دیا۔ عرب جب کسی کو قبر میں دفن کر لیتے تو کہتے ہیں: قَبَرْتُ الرَّجُلَ وَأَقْبَرَهُ اللّٰهُ ''میں نے آدمی کو قبر میں دفن کیا اور اللہ نے اسے قبر میں دفن کرایا۔'' اسی طرح وہ یہ محاورے بھی استعمال کرتے ہیں: عَضَبْتُ قَرْنَ الثَّوْرِ وَأَعْضَبَهُ اللّٰهُ ''میں نے بیل کا سینگ کاٹا اور اللہ نے اس کا سینگ کٹوایا۔'' بَتَرْتُ ذَنَبَ الْبَعِيرِ وَأَبْتَرَهُ اللّٰهُ ''میں نے اونٹ کی دم کاٹی اور اللہ نے اس کی دم کٹوائی۔'' اور طَرَدْتُ عَنِّي فُلَانًا وَّأَطْرَدَهُ اللّٰهُ ''میں نے فلاں کو اپنے سے دور کیا اور اللہ نے اسے مجھ سے دور کرایا۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴾ ''پھر وہ جب چاہے گا اسے اٹھائے گا۔'' یعنی اسے مرنے کے بعد پھر دوبارہ اٹھائے گا، اسی معنی میں بعث ونشور کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ○ ﴾ (الروم 20:30) ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان ہو (جو ہر طرف) پھیل رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ ﴾ (البقرة 259:2) ''اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ انھیں کیسے اٹھا کر جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔''

صحیح بخاری و مسلم میں اعمش کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: [كُلُّ ابْنِ آدَمَ (يَبْلٰى) إِلَّا عَجَبَ الذَّنَبِ، مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ] ''دمچی (ریڑھ کی ہڈی) کے سوا سارا انسان بوسیدہ ہو جاتا ہے، اسی (ریڑھ کی ہڈی) سے اسے پیدا کیا گیا اور اسی سے اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔''[1] فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴾ ''ہرگز نہیں! ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس (اللہ) نے اسے حکم دیا۔'' امام ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ جل ثناءہٗ فرماتا ہے کہ معاملہ ہرگز ایسے نہیں ہے جیسا کہ یہ کافر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کر دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو فرائض عائد کیے تھے، اس نے انھیں قطعاً ادا نہیں کیا۔[2] لیکن مجھے یوں معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے دوبارہ اٹھائے گا مگر وہ ابھی ایسا نہیں کرے گا حتی کہ مدت پوری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق جن انسانوں نے پیدا ہو کر دنیا میں آنا ہے، اس پر عمل ہو جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے کونی اور قدری طور پر اس کا فیصلہ بھی فرما رکھا ہے اور جب یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو اسی طرح دوبارہ اٹھائے گا جس طرح اس نے پہلی بار انھیں پیدا فرمایا تھا۔

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب : ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ (النبا 18:78) ، حديث :4935 وصحيح مسلم، الفتن......، باب ما بين النفختين، حديث: (142)-2955 واللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم ہی کی حدیث: (141)-2955 میں ہے۔ ② تفسير الطبري: 71/30 .

دانہ اگانا حیات بعد الممات کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖ ﴾ ''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان بھی ہے اور استدلال بھی کہ جس طرح وہ خشک زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے، اسی طرح وہ ہڈیوں کے گل سڑ جانے اور خاک میں مل جانے کے بعد جسموں کو بھی دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ﴿ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴾ ''بے شک ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا۔'' یعنی آسمان سے زمین پر نازل فرمایا۔ ﴿ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴾ ''پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا۔'' یعنی پانی کو ہم نے زمین میں بسا دیا، پانی زمین کی تہوں میں داخل ہوتے ہوئے اس بیج کے اندر بھی پہنچ جاتا ہے جسے زمین میں ڈالا گیا ہوتا ہے، اس لیے وہ دانہ اگ آتا، پروان چڑھتا اور سطح زمین پر لہلہانے لگتا ہے۔ ﴿ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴾ ﴿ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴾ ''پھر ہم نے اس میں اناج اگایا اور انگور اور ترکاری۔'' حَبّ ہر قسم کے دانے کو کہتے ہیں، انگور ایک مشہور پھل ہے اور قَضْب اس سرسبز چارے کو کہتے ہیں جسے چوپائے کھاتے ہیں، اسے عرب میں قَتّ بھی کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، ضحاک اور سدی کا قول ہے۔[1] امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ قَضْب کے معنی چارہ ہیں۔[2]

﴿ وَزَيْتُونًا ﴾ ''اور زیتون۔'' زیتون بھی ایک مشہور پھل ہے جسے سالن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اس کا تیل بھی سالن میں استعمال ہوتا ہے، تیل سے چراغ بھی جلائے جاتے ہیں اور اسے جسم پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ﴿ وَنَخْلًا ﴾ ''اور کھجور۔'' کھجور ایک بہت مشہور و معروف پھل ہے جسے تر اور خشک، کچی اور پکی مختلف صورتوں میں کھایا جاتا ہے، کھجور سے شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی۔ ﴿ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴾ ''اور گھنے باغات۔'' امام حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ غُلْبًا ﴾ سخت اور عمدہ کھجور کے درخت کو کہتے ہیں۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ حَدَآئِقَ ﴾ ہر اس باغ کو کہتے ہیں جو یکجا اور گھنا ہو۔[4] ﴿ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴾ ''اور میوے اور چارا۔'' ہر وہ چیز جسے بطور پھل استعمال کیا جائے وہ فَاکِهَة ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر وہ پھل جسے تر حالت میں کھایا جائے وہ فَاکِهَة ہے۔[5] اور أَبًّا زمین سے اگنے والی ہر اس نبات کو کہتے ہیں جسے جانور تو کھائیں مگر انسان نہ کھائیں۔[6] آپ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ أَبًّا جانوروں کے گھاس پھوس کو کہتے ہیں۔[7]

امام ابو عبید قاسم بن سلام نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر کون سا آسمان سایہ کرے گا اور مجھے کون سی زمین جگہ دے گی، اگر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں وہ کہہ دوں جسے میں نہیں جانتا۔[8] اس روایت کی سند میں ابراہیم تیمی اور

---

① تفسیر الطبری:73,72/30 . ② تفسیر الطبری :73/30 . ③ تفسیر الطبری: 74/30 و الدر المنثور: 521/6 .
④ تفسیر الطبری:73/30. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:3401/10 و الدر المنثور:521/6 وتفسیر ابن عباس: 518/2 .
⑥ تفسیر ابن أبی حاتم:3401/10 و تفسیر الطبری :75/30. ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم:3401/10 . ⑧ فضائل القرآن للقاسم بن سلّام، باب تأول القرآن بالرأی......، ص :375 و تفسیر القرطبی:223/19 .

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿33﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿34﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿35﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ

پھر جب کان بہرے کر دینے والی سخت آواز (قیامت) آئے گی ﴿33﴾ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا ﴿34﴾ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ﴿35﴾

وَ بَنِيْهِ ﴿36﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿37﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿38﴾

اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھی) ﴿36﴾ ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا ﴿37﴾ اس دن کئی

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿39﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿40﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿41﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ

چہرے چمکتے ہوں گے ﴿38﴾ ہنستے مسکراتے، ہشاش بشاش ﴿39﴾ اور کئی چہروں پر اس دن خاک اڑ رہی ہوگی ﴿40﴾ ان پر سیاہی چھائی ہوگی ﴿41﴾ یہی لوگ

1 ع 42 5 الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿42﴾

کافر و فاجر ہیں ﴿42﴾

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سورۂ عبس کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ فَاكِهَة (پھل) کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ أَبًّا کیا ہے؟ پھر فرمانے لگے: اے ابن خطاب! تیری عمر کی قسم! یہ سراسر تکلف ہے۔[1] اس کی سند صحیح ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی ایک راویوں نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] اور اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے أَبًّا کی شکل، جنس اور عین کو معلوم کرنا چاہا تھا ورنہ یہ تو آپ بھی جانتے تھے اور اس آیت کو پڑھنے والا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ أَبًّا (چارا) زمین کی نبات کو کہتے ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿27﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿28﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿29﴾ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴿30﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿31﴾ ﴾ ”پھر ہم نے اس میں اناج اگایا، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجوریں، اور گھنے باغات، اور میوے اور چارا۔“

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿32﴾ ﴾ ”(جو) تمھارے اور تمھارے چوپایوں کے لیے سامانِ زندگی (ہے۔)“ یعنی یہ سب چیزیں ہم نے تمھارے لیے اور تمھارے چوپایوں کے لیے دنیا کی اس زندگی میں قیامت تک کے لیے پیدا فرما دی ہیں۔

تفسیر آیات: 33-42

قیامت کے دن لوگوں کا اعزہ واقارب سے فرار: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ الصَّآخَّةُ ﴿33﴾ ﴾ قیامت کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کے پیش نظر اسے اس نام سے موسوم فرمایا اور اس سے اپنے

[1] تفسیر الطبری: 75/30 ملحوظہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو اپنی عمر کی قسم کھائی ہے تو یہ تکیۂ کلام کے طور پر بغیر قصد و ارادہ کے ہے جیسا کہ عرب ایسی قسمیں کھاتے تھے، دیکھیے (فتح الباری: 534/11) تاہم انسان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانی چاہیے اور اس کے سوا کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیے۔ [2] تفسیر الطبری: 75/30 و77 وفتح الباری: 271,270/13 والمستدرك للحاكم، التفسير، باب تفسير سورة عبس و تولى: 514/2، حديث: 3897.

بندوں کو ڈرایا ہے۔[1] امام ابن جریر فرماتے ہیں: شاید یہ صور میں پھونکنے کا نام ہے۔[2] امام بغوی فرماتے ہیں کہ ﴿الصَّاخَّةُ ﴿33﴾﴾ یعنی قیامت کا شور وغل، اسے اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ کانوں سے شدت سے ٹکرائے گا اور زبردستی سنوایا جائے گا حتی کہ شور وغل کی شدت کی وجہ سے کانوں کے بہرا ہونے کا خطرہ ہوگا۔[3] ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿34﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿35﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿36﴾﴾ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھی۔)'' یعنی ان سب کو دیکھے گا مگر ان سے بھاگے گا اور دور ہو جائے گا کیونکہ اس دن کی ہولناکیاں بہت سخت اور مصیبتیں بہت بڑی ہوں گی۔

شفاعت کے بارے میں صحیح حدیث میں ہے کہ جب تمام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہر ایک سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی شفاعت کریں تو وہ سب فرمائیں گے: نَفْسِي نَفْسِي ''میرا نفس، میرا نفس۔'' اور فرمائیں گے کہ آج میں صرف اپنے ہی بارے میں سوال کروں گا، حتی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج تو میں صرف اور صرف اپنے ہی بارے میں سوال کروں گا، آج تو میں مریم کے بارے میں بھی سوال نہیں کروں گا جس نے مجھے جنم دیا تھا۔[4] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿34﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿35﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿36﴾﴾ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے عزیز سے عزیز اور قریب سے قریب انسان بھی ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿37﴾﴾ ''اس دن ان میں سے ہر شخص کا ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' یعنی وہ ایسی مشغولیت میں ہوگا جس کی وجہ سے وہ کسی اور کی طرف توجہ نہ دے سکے گا۔ امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً مُشَاةً غُرْلًا] ''تمھیں میدان حشر میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ تم سب ننگے پاؤں، ننگے جسم، پیدل اور ختنہ کے بغیر ہو گے۔'' آپ کی زوجہ مطہرہ نے عرض کی کہ کیا ہم میں سے بعض ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿37﴾﴾ أَوْ قَالَ: مَا أَشْغَلَهُ عَنِ النَّظَرِ] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کا ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر شخص اپنے حال میں اس قدر مشغول ہوگا کہ اسے کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہیں ہوگا۔''[6] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا] ''تم میدان حشر میں اس طرح اٹھائے جاؤ گے کہ تم برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور ختنہ کے بغیر ہو گے۔'' ایک عورت نے عرض کی: کیا ہم ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں

[1] تفسیر الطبری: 77/30 . [2] تفسیر الطبری: 77/30 . [3] تفسیر البغوی: 212/5 . [4] دیکھیے: صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا﴾ (بنيٓ إسرآء يل 3:17)، حدیث: 4712 و صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فیها، حدیث: 194 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [5] تفسیر الطبری: 92/29 . [6] تفسیر ابن أبي حاتم: 3400/10 .

گے؟فرمایا: [یَا فُلاَنَةُ! ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴾]''اے خاتون! اس دن ان میں سے ہر شخص کا ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔①

روزِ قیامت جنتیوں اور جہنمیوں کے چہرے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴾ ''اس دن کئی چہرے چمکتے ہوں گے، ہنستے مسکراتے، ہشاش بشاش۔'' یعنی وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے، ایک ان لوگوں کا گروہ جن کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور وہ خنداں و شاداں ہوں گے کیونکہ ان کے دلوں کے سرور کی وجہ سے ان کے چہروں پر چمک دمک نمایاں ہوگی، یہ اہل جنت کا گروہ ہوگا اور دوسرا گروہ وہ جن کے چہروں کی حالت یہ ہوگی: ﴿ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴾ ''اور کئی چہروں پر اس دن خاک اڑ رہی ہوگی، ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔'' یعنی ان کے چہرے کالے سیاہ ہو چکے ہوں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے چہروں پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔② فرمان الٰہی ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ ''یہی کافر، فاجر ہیں۔'' یعنی یہ دلوں کے اعتبار سے کافر اور اپنے عملوں کے اعتبار سے فاسق و فاجر ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴾ (نوح 27:71) ''اور وہ (کافر آیندہ) کسی نافرمان، سخت منکر ہی کو جنیں گے۔''

سورۂ عبس کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة عبس، حديث :3332 . ② تفسير ابن أبي حاتم:3401/10 .

تفسیر سُورۂ تکویر

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا الۡعِشَارُ

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا① اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے② اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے③ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار چھوڑ

عُطِّلَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝ۙ‏

دی جائیں گی④ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے⑤ اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے⑥ اور جب روحیں (جسموں سے) ملا دی جائیں گی⑦

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۝ۙ‏ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ‌ ۝ۚ‏ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۝ۙ‏

اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا⑧ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟⑨ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے⑩ اور جب آسمان کی کھال

وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۝ۙ‏ وَاِذَا الۡجَـنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۝ۙ‏ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡؕ‏ ۝

اتار دی جائے گی⑪ اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی⑫ اور جب جنت قریب لائی جائے گی⑬ اس وقت ہر شخص جان لے گا جو کچھ وہ لے کر آیا⑭

سورۂ تکویر کا حدیث میں ذکر: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهٗ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ: ﴿ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ۙ ﴾ وَ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۝ۙ ﴾ وَ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۝ۙ ﴾] ”جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ سورۂ ﴿ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ۙ ﴾، ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۝ۙ ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۝ۙ ﴾ پڑھے۔“① امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔②

تفسیر آیات:1-14

قیامت کے دن سورج کا لپیٹ لیا جانا: علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ۙ ﴾ کے معنی ہیں جب سورج کو تاریک کر دیا جائے گا۔③ اور عوفی نے آپ سے روایت کیا ہے کہ جب سورج ختم ہو جائے گا۔④ اور قتادہ نے اس کے معنی بیان کیے ہیں کہ جب اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔⑤ سعید بن جبیر

① مسند أحمد: 27/2. ② جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب و من سورة ﴿ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ۙ ﴾، حديث: 3333. ③ تفسير الطبری: 81/30. ④ تفسير الطبری: 81/30. ⑤ تفسير الطبری: 81/30.

فرماتے ہیں کہ ﴿ كُوِّرَتْ ① ﴾ کے معنی غروب ہو جانے اور ڈوب جانے کے ہیں۔ ① ابوصالح کا قول ہے کہ جب اسے ڈال دیا جائے گا۔ ② تکویر کے معنی کسی چیز کے بعض حصے کو بعض پر لپیٹنے کے ہیں، مثلاً: عمامہ کا لپیٹنا یا بعض کپڑوں کا بعض کے ساتھ لپیٹ دینا، چنانچہ ﴿ كُوِّرَتْ ① ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ سورج کے بعض حصوں کو بعض کے ساتھ ملا کر لپیٹ لیا جائے گا اور پھر اسے پھینک دیا جائے گا اور جب ایسا کیا جائے گا تو اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''سورج اور چاند دونوں کو قیامت کے دن لپیٹ لیا جائے گا۔'' ③ یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت کی ہے اور یہ صحیح بخاری ہی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

تاروں کا بے نور ہو جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② ﴾ ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' یعنی ستارے جھڑ جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② ﴾ (الانفطار 2:82) ''اور جب تارے جھڑ جائیں گے۔'' اِنْکِدَار کے اصل معنی گرنے کے ہوتے ہیں۔

ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے اور انھوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی: (1) لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی ختم ہو جائے گی (2) پس وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک تارے بھی ٹوٹ جائیں گے (3) پس وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ پہاڑ سطح زمین پر گر جائیں گے۔ جس سے زمین متحرک، مضطرب اور آپس میں خلط ملط ہو جائے گی تو جن گھبرا کر انسانوں کے پاس اور انسان گھبرا کر جنوں کے پاس جائیں گے۔ حیوانات، پرندے اور وحشی جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اکٹھے ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ ﴾ ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔'' یعنی رَل مِل جائیں گے، ﴿ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ ﴾ ''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔'' یعنی ان کے مالک انھیں بے کار چھوڑ دیں گے۔ (4) ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' راوی (حدیث) نے کہا: جن کہیں گے کہ ہم تمھارے پاس خبر لاتے ہیں (کہ یہ سب کچھ کیوں اور کیا ہے؟) وہ سمندر کی طرف جائیں گے تو دیکھیں گے کہ اس میں آگ بھڑک رہی ہو گی (5) لوگ اسی طرح بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک زمین پھٹ جائے گی اور وہ سب سے نیچے کی ساتویں زمین تک (زمین) پھٹ جائے گی اور اوپر ساتویں آسمان تک آسمان پھٹ جائے گا۔ (6) اسی طرح لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک ایک ہوا چلے گی جس سے سب لوگ مر جائیں گے۔ اسے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انھی کی روایت کے ہیں۔ ④

---

① تفسير الطبري: 81/30. ② تفسير الطبري: 81/30. ③ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر، حديث: 3200. ④ تفسير الطبري: 80/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3403,3402/10.

پہاڑوں کا چلانا، اونٹنیوں کا بے کار چھوڑنا اور وحشی جانوروں کا جمع کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ ﴾ ''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔'' یعنی پہاڑ اپنی جگہوں کو چھوڑ دیں گے، انھیں بکھیر دیا جائے گا اور زمین چٹیل اور ہموار میدان کی طرح ہو جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ ﴾ ''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی۔'' عکرمہ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں مراد ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ عُطِّلَتْ ④ ﴾ کے معنی ہیں کہ انھیں بے کار چھوڑ دیا اور آزاد کر دیا جائے گا۔[2] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ ان کے مالکان انھیں بیکار قرار دے کر چھوڑ دیں گے۔[3] ربیع بن خثیم فرماتے ہیں کہ نہ انھیں دوہا جائے گا اور نہ ان کے تھنوں کو باندھا جائے گا، ان کے مالکان ان سے دست کش ہو جائیں گے۔[4] امام ضحاک فرماتے ہیں کہ انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور کوئی ان کا چرواہا نہ ہوگا۔[5]

ان تمام اقوال کے معنی ایک ہی ہیں، مقصود یہ ہے کہ ﴿ الْعِشَارُ ﴾ سے مراد دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں ہیں، عِشَار کا واحد عُشَرَاءُ ہے اور بچہ جنم دینے تک حاملہ اونٹنی کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان اونٹنیوں کو بہترین سمجھا جاتا ہے، لوگ ان اونٹنیوں اور ان کی کفالت سے بھی بے پروا ہو جائیں گے، حالانکہ ان سے انھیں بے حد رغبت اور بہت دلچسپی ہوا کرتی تھی مگر اب ایک خوفناک امر اور ایک ہولناک منظر کی وجہ سے وہ اپنی اس پسندیدہ چیز سے بھی غافل ہو جائیں گے۔ یہ خوفناک اور ہولناک منظر قیامت کا دن، اس کے اسباب کا برپا ہونا اور اس کی نشانیوں کا واقع ہونا ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ ﴾ ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔'' یعنی جمع کیے جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 38:6) ''اور نہیں ہے زمین میں چلنے والا کوئی جانور اور نہ اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ مگر وہ تمھاری ہی طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو)، پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر چیز حتی کہ مکھیوں تک کو بھی اکٹھا کیا جائے گا، اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[6] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی معنی کو درست قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ ﴾ (صٓ 19:38) ''اور پرندے بھی (ہم نے داود کے تابع کر دیے تھے) جبکہ وہ اکٹھے کیے ہوتے۔''[7]

سمندروں کا بھڑکایا جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' امام ابن جریر نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا کہ جہنم کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: سمندر میں۔ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ صحیح کہہ رہا ہے (کیونکہ قرآن مجید میں ہے:)

---

① تفسیر الطبری: 83/30. ② تفسیر الطبری: 83/30. ③ تفسیر الطبری: 83/30. ④ تفسیر الطبری: 83/30.
⑤ تفسیر الطبری: 84/30. ⑥ تفسیر ابن أبي حاتم: 3404/10. ⑦ تفسیر الطبری: 85/30.

﴿ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ ﴾ (الطور 52:6) ''اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی (قسم!)'' اور (اسی طرح)[وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِرَتْ] ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔''① اس کے بارے میں تفصیلی بحث ﴿ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ ﴾ (الطور 52:6) کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔②

روحوں کا ملانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ ﴾ ''اور جب جانیں ملا دی جائیں گی۔'' یعنی ہر شکل کو اس کی نظیر کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:22) ''اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو۔''

امام ابن ابو حاتم نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [﴿ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ ﴾ قَالَ: اَلضُّرَبَاءُ، كُلُّ رَجُلٍ مَّعَ كُلِّ قَوْمٍ كَانُوا يَعْمَلُونَ عَمَلَهُ، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: ﴿ وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56: 7-10) قَالَ: هُمُ الضُّرَبَاءُ] ''اور جب جانیں ملا دی جائیں گی'' اس سے مراد ہم جنس لوگ ہیں، ہر شخص کو ایسے لوگوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو اس جیسے عمل کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور تم (لوگ) تین قسمیں ہو جاؤ گے، پس دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے، اور بائیں ہاتھ والے، کیا (برے) ہیں بائیں ہاتھ والے، اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں'' فرمایا: یہ ہم جنس لوگ ہوں گے۔''③

زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ ﴾ ''اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔'' جمہور کی قراءت کے مطابق اسے ﴿ سُئِلَتْ ۝ ﴾ ہی پڑھا گیا ہے۔ ﴿ الْمَوْءٗدَةُ ﴾ سے مراد وہ بچیاں ہیں جنھیں زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے لڑکیوں سے نفرت کی وجہ سے زندہ ہی زمین میں دفن کر دیا تھا، قیامت کے دن ان بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ انھیں کیوں قتل کیا گیا تا کہ اس میں ان کے قاتلوں کے لیے سرزنش ہو، جب مظلوم سے بھی یہ سوال ہو گا تو ظالم کے بارے میں کیا گمان کیا جا سکتا ہے؟ علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے [سَأَلَتْ] پڑھتے تھے، یعنی زندہ دفن کی گئی لڑکی پوچھے گی۔④ ابو الضحیٰ بھی یہی کہتے ہیں کہ [سَأَلَتْ] یعنی زندہ درگور کی گئی بچی اپنے خون کے بارے میں سوال کرے گی۔⑤ سدی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔⑥

﴿ الْمَوْءٗدَةُ ﴾ کے متعلق کئی احادیث موجود ہیں، امام احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور انھوں نے جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا

---

① تفسير الطبري: 85/30. ② دیکھیے الطور، آیت: 6 کے ذیل میں۔ ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3407/10 وتفسير الطبري: 88/30 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3402/10 وتفسير القرطبي: 234.233/19. ⑤ تفسير الطبري: 90/30 والدر المنثور: 528/6. ⑥ تفسير ابن أبي حاتم: 3403/10.

سے جو کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، روایت کیا ہے کہ کچھ لوگوں کی موجودگی میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ فرما رہے تھے: [لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ وَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا] ''میں نے ارادہ کیا تھا کہ غیلہ (عورت سے مدت رضاعت میں وطی کرنے یا حاملہ عورت کے اپنے بچے کو دودھ پلانے) سے منع کر دوں لیکن میں نے دیکھا کہ روم اور فارس کے لوگ ایسا کرتے ہیں اور اس سے ان کے بچوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا (تو میں نے بھی اپنا ارادہ بدل دیا۔)'' پھر لوگوں نے آپ سے عزل (بیوی سے مباشرت کے وقت مادہ منویہ کو اندام نہانی سے باہر گرانے) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [ذَاكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهُوَ الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ] ''یہ تو مخفی طریقے سے زندہ درگور کرنا ہے اور یہی وہ زندہ درگور کی گئی ہے جس سے پوچھا جائے گا کہ اسے کیوں مارا گیا۔''①

بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا کفارہ: امام عبدالرزاق نے اسرائیل سے، انھوں نے سماک بن حرب سے، انھوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ⑧﴾ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی کئی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَعْتِقْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ رَقَبَةً] ''ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک گردن آزاد کر دو۔'' اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو اونٹ ہیں، آپ نے فرمایا: [فَانْحَرْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ بَدَنَةً] ''ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک اونٹ قربان کر دو۔''②

اعمال ناموں کا کھولا جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩﴾ ''اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔'' ضحاک فرماتے ہیں ہر انسان کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اپنے نامۂ اعمال میں تو خود ہی لکھواتا ہے، پھر تیرے نامۂ اعمال کو لپیٹ دیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن تیرے سامنے اسے کھولا جائے گا، لہٰذا ہر آدمی کو خود اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ اپنے نامۂ اعمال میں کیا لکھوا رہا ہے۔③

آسمان کی کھال کا اتارنا، جہنم کا بھڑکانا اور جنت کا قریب کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ⑪﴾ ''اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿كُشِطَتْ ⑪﴾ کے معنی ہیں کہ کھال کھینچ لی جائے

① مسند أحمد: 434/6 وصحيح مسلم، النكاح، باب جواز الغيلة......، حديث: (141)-1442 وسنن أبي داود، الطب، باب في الغيل، حديث: 3882 وجامع الترمذي، الطب، باب ما جاء في الغيلة، حديث: 2077 وسنن النسائي، النكاح، باب الغيلة، حديث: 3328 وسنن ابن ماجه، النكاح، باب الغيل، حديث: 2011. ② كشف الأستار، التفسير، باب سورة ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ①﴾: 78/3، حديث: 2280 وتفسير عبدالرزاق: 397/3، رقم: 3512. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3403/10 وتفسير الطبري: 91/30.

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ⑮ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ⑯ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ⑰ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ⑱

چنانچہ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ⑮ چلنے والے، چھپ جانے والے تاروں کی ⑯ اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے ⑰ اور صبح کی جب وہ روشن ہوتی

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ⑲ ذِيۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِي الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ⑳ مُّطَاعٍ ثَمَّ

ہے ⑱ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم (جبریل) کا قول ہے ⑲ جو بڑی قوت والا، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے ⑳ وہاں (آسمانوں میں)

اَمِيۡنٍ ㉑ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ㉒ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ㉓ وَمَا هُوَ

اس کی اطاعت کی جاتی ہے، امین ہے ㉑ اور (اے اہل مکہ!) تمھارا ساتھی (محمد) دیوانہ نہیں ㉒ اور یہ (نبی) تو اس (جبریل) کو روشن افق پر دیکھ چکا ہے ㉓ اور

عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ㉔ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ㉕ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ㉖

وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل نہیں ہے ㉔ اور یہ (قرآن) کسی مردود شیطان کا قول نہیں ㉕ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ㉖ یہ تو سب

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ㉗ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ㉘ وَمَا تَشَآءُوۡنَ

جہانوں کے لیے نصیحت ہے ㉗ تم میں سے اس کے لیے جو بھی سیدھی راہ پر چلنا چاہے ㉘ اور اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر تم

اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ㉙ ع 1 29 6

(کچھ بھی) نہیں چاہ سکتے ㉙

گی۔[1] سدی فرماتے ہیں کہ اسے برہنہ کر دیا جائے گا۔[2] فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ⑫﴾ ”اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔“ سدی فرماتے ہیں کہ خوب گرم کی جائے گی۔[3] ﴿وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ⑬﴾ ”اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔“ ضحاک، ابو مالک، قتادہ اور ربیع بن خثیم نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جنت کو اہل جنت کے قریب کر دیا جائے گا۔[4]

ہر شخص جان لے گا جو کچھ وہ لے کر آیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ⑭﴾ ”ہر شخص جان لے گا جو کچھ وہ لے کر آیا۔“ یہ جواب ہے، یعنی مذکورہ بالا امور واقع ہوں گے تو اس وقت ہر شخص جان لے گا جو اس نے عمل کیے اور آج کے اس دن کے لیے لے کر آیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوۡمَ تَجِدُ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَيۡرٍ مُّحۡضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوۡ اَنَّ بَيۡنَهَا وَبَيۡنَهٗۤ اَمَدًاۢ بَعِيۡدًا ؕ﴾ (آل عمران 30:3) ”جس دن ہر شخص اپنے کیے ہوئے اچھے عمل کو اور اپنے کیے ہوئے برے عمل کو اپنے سامنے پائے گا، وہ خواہش کرے گا کاش! اس کے اور اس (کی برائی) کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔“ اور فرمایا: ﴿يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬﴾ (القیمة 13:75) ”اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔“

تفسیر آیات: 15-29

① تفسیر الطبری: 92/30. ② دیکھیے تفسیر الماوردی: 215/6 و تفسیر الکشاف: 709/4. ③ تفسیر الماوردی: 215/6. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3403/10 والدر المنثور: 526/6 و تفسیر عبدالرزاق: 397/3، رقم: 3510.

خُنَّس اور کُنَّس کی تفسیر: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نمازِ فجر نبی ﷺ کی اقتدا میں ادا کی اور سنا کہ آپ تلاوت فرما رہے تھے: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ ﴾ ''چنانچہ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلنے والے، چھپ جانے والے تاروں کی، اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے، اور صبح کی جب وہ روشن ہوتی ہے!''[1] امام ابن جریر نے خالد بن عرعرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ ﴾ سے کیا مراد ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے ستارے مراد ہیں جو دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو نمودار ہو جاتے ہیں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ ﴾ ''اور رات کی (قسم!) جب وہ چلی جاتی ہے۔'' کے بارے میں دو قول ہیں: ایک تو یہ کہ اس سے مراد رات کا اندھیرے کے ساتھ آنا ہے۔ مجاہد نے ﴿ عَسْعَسَ ۝ ﴾ کے معنی بیان فرمائے ہیں کہ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔[3] سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جب رات شروع ہو جاتی ہے۔[4] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب رات لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ عطیہ عوفی کا بھی یہی قول ہے۔[5] علی بن ابوطلحہ اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِذَا عَسْعَسَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں: جب رات گزر جاتی ہے۔[6] امام مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔[7] اسی طرح زید بن اسلم اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب رات چلی جاتی اور ختم ہو جاتی ہے۔[8] میرے نزدیک ﴿ اِذَا عَسْعَسَ ۝ ﴾ سے یہاں رات کا آنا مراد ہے گو رات کے جانے کے لیے بھی اس کا استعمال صحیح ہے لیکن یہاں زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کے معنی رات کے آنے کے کیے جائیں، گویا اللہ تعالیٰ نے رات اور اس کے اندھیرے کی قسم کھائی جب وہ آئے اور چھا جائے اور صبح اور اس کی روشنی کی قسم کھائی جب وہ خوب روشن ہو جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ ﴾ (الّیل 92:1,2) ''رات کی قسم جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو۔'' ﴿ وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ ﴾ (الضحی 93:1,2) ''دھوپ چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی جب وہ چھا جائے۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا ﴾ (الأنعام 6:96) ''وہ (اللہ رات کے اندھیرے سے) صبح کی سپیدی نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا۔''

اور دیگر بہت سی آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، بہت سے علمائے اصول نے کہا ہے کہ لفظ ﴿ عَسْعَسَ ۝ ﴾

---

① صحيح مسلم، الصلاة، باب متابعة الإمام والعمل بعده، حديث: 475 و456 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ ﴾: 508,507/6، حديث: 11651,11650. ② تفسير الطبري: 94/30. ③ الدر المنثور: 530/6. ④ تفسير الماوردي: 217/6. ⑤ تفسير الطبري: 99/30. ⑥ تفسير الطبري: 98,97/30. ⑦ تفسير الطبري: 98/30. ⑧ تفسير الطبري: 98/30 وتفسير القرطبي: 238/19.

اقبال و ادبار (آنے اور جانے) میں استعمال کے لیے مشترک ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک معنی مراد لینا صحیح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴾ کے معنی امام ضحاک رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ جب صبح طلوع ہو جاتی ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ جب صبح روشن ہو جاتی اور آجاتی ہے۔ [1]

قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴾ ”بے شک یہ (قرآن) رسول کریم (جبریل) کا قول ہے۔“ یعنی اس قرآن کو ایک فرشتۂ عالی مقام نے پہنچایا ہے جو بہت ہی شریف، حسن خلق کا پیکر اور مجسم حسن و جمال ہے اور وہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، شعبی، میمون بن مہران، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور ضحاک وغیرہ کا قول ہے۔ [2] ﴿ ذِيْ قُوَّةٍ ﴾ ”بڑی قوت والا ہے۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ط ﴾ (النجم 53:5,6) ”اسے زبردست قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا جو بڑی طاقت والا ہے۔“ یعنی جو خلقت کے اعتبار سے بھی بہت شدید ہے اور گرفت اور فعل کے اعتبار سے بھی شدید، ﴿ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴾ ”عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ ﴿ مُّطَاعٍ ثَمَّ ﴾ ”وہاں (آسمانوں میں) اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔“ یعنی اسے وجاہت بھی حاصل ہے کہ ملاء اعلیٰ میں اس کی بات سنی جاتی اور اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آسمانوں میں اس کی بات سنی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ عام فرشتوں میں سے نہیں ہے بلکہ سادات و اشراف میں سے ہے، لہٰذا اس کی اسی اہمیت و عظمت کے پیش نظر اسے اس عظیم الشان پیغام رسانی کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمِيْنٍ ﴾ ”امانت دار ہے۔“ یہ جبریل علیہ السلام کی صفت امانت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ خود اللہ رب العزت اپنے عبد اور ملکی رسول جبریل کا تزکیہ فرما رہا ہے جیسا کہ اس نے اپنے عبد اور بشری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تزکیہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴾ ”اور (اے مکہ والو!) تمھارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیوانے نہیں ہیں۔“ شعبی، میمون بن مہران، ابو صالح اور مذکورہ بالا ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ [3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ ”اور بے شک اس (نبی) نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن (شرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔“ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی لاتے ہیں، ان کی اس اصلی شکل و صورت میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں چھ سو پر عطا فرمائے ہیں، ﴿ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ ”روشن (واضح) کنارے پر۔“ اس سے مراد وہ پہلی رؤیت ہے جو بطحاء میں ہوئی تھی اور جس کا ذکر ان آیات میں ہے:

---

[1] تفسیر الطبری: 99/30. [2] تفسیر الطبری: 100/30 و تفسیر القرطبی: 240/19 و الدر المنثور: 530/6. [3] تفسیر الطبری: 101/30 و الدر المنثور: 530/6.

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ ﴾ (النجم 53:5-10) ''اسے زبردست قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا جو نہایت طاقتور ہے، پس وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھا کھڑا ہو گیا جبکہ وہ (آسمان کے) بلند کنارے پر تھا، پھر وہ قریب ہوا اور اتر آیا تو وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ اس سے بھی قریب ہو گیا، پھر اس نے اللہ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔'' جیسا کہ اس کی تفسیر و وضاحت اور اس بات کی دلیل کہ اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں، قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[1] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ شب معراج سے قبل نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں صرف اس پہلی رؤیت ہی کا ذکر ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. دوسری رؤیت کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ ﴾ (النجم 53:13-16) ''اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ (آخری حد کی بیری) کے قریب، اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے، جب بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔'' اس دوسری بار کی رؤیت کا ذکر سورۂ نجم میں ہے اور یہ سورۂ اسراء کے بعد نازل ہوئی ہے۔

نبی ﷺ وحی پہنچانے میں بخیل نہ تھے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ ﴾ ''اور وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل نہیں ہے۔'' یعنی محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے وہ اس کے بارے میں ظَنِين یعنی تہمت لگائے ہوئے نہیں ہیں اور بعض ائمہ نے اسے ضاد سے ضَنِين پڑھا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی بخیل ہوں گے، یعنی آپ وحی کے پہنچانے میں بخیل نہیں ہیں بلکہ اسے ہر ایک تک پہنچا رہے ہیں۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ظَنِين اور ضَنِين دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی آپ کاذب و فاجر نہیں ہیں۔ ظَنِين کے معنی متہم اور ضَنِين کے معنی بخیل ہیں۔[2] حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا تو آپ نے اس میں کسی بخل کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ قرآن مجید کو خوب پھیلایا، پہنچایا اور جس شخص نے قرآن مجید کا جو حصہ معلوم کرنا چاہا آپ نے اسے بتا دیا۔[3] عکرمہ، ابن زید اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[4] اور امام ابن جریر نے ضاد کی قراءت کو اختیار فرمایا ہے[5] لیکن یہ دونوں قراءتیں متواتر اور معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

قرآن جہانوں کے لیے نصیحت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ ﴾ ''اور یہ (قرآن) کسی مردود شیطان کا کلام نہیں۔'' یعنی یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ہے، شیطان اس کا متحمل ہو سکتا ہے نہ اس کے مطلب کی چیز ہے اور نہ اسے یہ زیب ہی دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ؕ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ؕ ﴾ (الشعرآء 26:210-212) ''اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں

[1] دیکھیے النجم، آیات: 5-10 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الطبری: 103,102/30۔ [3] تفسیر الطبری: 102/30 والدر المنثور: 531/6۔ [4] تفسیر الطبری: 103,102/30 والدر المنثور: 531/6۔ [5] تفسیر الطبری: 104/30۔

ہوئے، اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ تو (آسمانی باتوں کے) سننے ہی سے الگ کیے ہوئے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴾ ''پھر تم کدھر جا رہے ہو؟'' یعنی قرآن کی جو تم تکذیب کر رہے ہو تو تمھاری عقلیں کہاں چلی جارہی ہیں کیونکہ قرآن تو بالکل ظاہر، واضح اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفد بنی حنیفہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مسلمان ہو کر آئے تھے اور آپ کے حکم سے انھوں نے مسیلمہ کذاب کے قرآن کا کچھ حصہ آپ کو سنایا تھا جو حد درجہ ہذیان وخرافات پر مبنی تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تھا: تم پر افسوس ہے، تمھاری عقلیں کہاں چلی جارہی ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ کلام اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے۔[1]

قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم کتاب اللہ اور اس کی اطاعت کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟[2] ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''یہ تو جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی یہ قرآن تو کائنات کے تمام لوگوں کے لیے ہے تاکہ وہ اس سے وعظ ونصیحت حاصل کریں۔ ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴾ ''اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔'' یعنی جو شخص ہدایت اختیار کرنا چاہے تو اسے اس قرآن سے کسب فیض کرنا چاہیے کیونکہ یہ ذریعۂ نجات اور موجب ہدایت ہے، اس کے سوا اور کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور تم (کچھ بھی) نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔'' یعنی یہ تمھاری مرضی پر منحصر نہیں ہے کہ جو چاہے ہدایت حاصل کر لے اور جو چاہے گمراہ رہے بلکہ یہ سب کچھ تو اللہ رب العالمین کی مشیت کے تابع ہے۔ سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴾ ''اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔'' تو ابوجہل نے کہا کہ یہ معاملہ تو اب ہمارے اختیار میں ہے کہ اگر ہم چاہیں تو راہ راست پر آجائیں اور اگر چاہیں تو نہ آئیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور تم (کچھ بھی) نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔''[3]

سورۂ تکویر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر البغوی: 319/2 وتفسیر الرازی: 230/15. ② تفسیر الطبری: 104/30. ③ تفسیر الطبری: 105/30.

تفسیر سورۂ اِنفِطار

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا الْقُبُوْرُ

جب آسمان پھٹ جائے گا① اور جب تارے جھڑ جائیں گے② اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے③ اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں

بُعْثِرَتْ ④ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ⑤ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ⑥

گی④ تو ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا کیا دھرا سب معلوم ہو جائے گا⑤ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کی بابت دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟⑥

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ⑦ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ⑧ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ

جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست کیا پھر تجھے معتدل بنایا⑦ اس نے جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا⑧ ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ جزا وسزا

بِالدِّيْنِ ⑨ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫

کو جھٹلاتے ہو⑨ حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں⑩ معزز لکھنے والے⑪ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو⑫

سورۂ انفطار کی فضیلت: امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے عشاء کی نماز پڑھائی تو لمبی قراءت کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: [أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ ! أَيْنَ كُنْتَ عَنْ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ ﴾ وَ ﴿ وَالضُّحٰى ○ ﴾ وَ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① ﴾؟] ”اے معاذ! کیا فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟ تم ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ ﴾، ﴿ وَالضُّحٰى ○ ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① ﴾ سے کہاں تھے؟“[1] اس حدیث کی اصل صحیح بخاری و مسلم میں ہے[2] لیکن ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① ﴾ کا ذکر صرف نسائی کی روایت میں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ: ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ ﴾ وَ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① ﴾ وَ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ ﴾] ”جسے یہ پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ ﴾، ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ ﴾ کو پڑھے۔“[3]

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الانفطار:508/6، حديث:11652. ② صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث:705 و صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث:465. ③ مسند أحمد:27/2 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ ﴾ (التكوير81:1)، حديث:3333.

تفسیر آیات:1-12

قیامت کے دن کا منظر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ① ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ط ﴾ (المزمل 73:18) ''اس (قیامت کے دن) میں آسمان پھٹ جانے والا ہے۔'' ﴿ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② ﴾ ''اور جب تارے جھڑ جائیں گے۔'' یعنی گر جائیں گے، ﴿ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③ ﴾ ''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔'' علی بن ابوطلحہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے بعض کو بعض میں جاری (داخل) کر دے گا۔ ① امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کو بعض میں جاری (داخل) کر دے گا تو ان کا پانی ختم ہو جائے گا۔ ② امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا میٹھا پانی نمکین کے ساتھ مل جائے گا۔ ③

﴿ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ④ ﴾ ''اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ بُعْثِرَتْ ④ ﴾ کے معنی ہیں کہ جب اکھیڑ دی جائیں گی۔ ④ اور سدی فرماتے ہیں کہ تُبَعثَرُ کے معنی ہیں کہ ان کو جھنجھوڑا جائے گا اور پھر جو کوئی ان میں ہوگا اسے باہر نکال دیا جائے گا۔ ⑤ ﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ⑤ ﴾ ''ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا تھا۔'' یعنی جب مذکورہ بالا امور پیش آئیں گے تو اس وقت یہ صورتحال ہوگی کہ ہر شخص اپنے عملوں کو جان لے گا۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے رب کو نہ بھولے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ⑥ ﴾ ''اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کی بابت کس چیز نے دھوکا دیا؟'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت ڈانٹ ہے، یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کریم یہاں لا کر جواب کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا ہے کہ یہ صفت اس لیے لائی گئی ہے تا کہ کہنے والا یہ کہہ سکے کہ اسے تو اللہ تعالیٰ کے کرم نے دھوکا دیا ہے بلکہ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اے ابن آدم! تجھے تیرے کریم، یعنی عظیم رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا حتی کہ تو اس کی معصیت و نافرمانی پر اتر آیا اور تو اس طرح اس کے سامنے آیا جو اس کی شان کے مطابق نہ تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: [(اِبْنَ آدَمَ!) مَا غَرَّكَ بِي؟ (اِبْنَ آدَمَ!) مَاذَا أَجَبْتَ الْمُرْسَلِينَ؟] ''ابن آدم! تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ ابن آدم! تو نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟'' ⑥

امام بغوی نے کلبی اور مقاتل سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: یہ آیت اسود بن شریق کے بارے میں اس وقت

① تفسیر الطبری: 106/30 . ② تفسیر الطبری: 106/30 . ③ تفسیر الطبری: 106/30 . ④ تفسیر الطبری: 106/30 . ⑤ تفسیر الماوردی: 221/6 . ⑥ المعجم الأوسط للطبرانی، باب من اسمه أحمد: 140/1، حدیث: 449 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ البتہ پہلی اور دوسری قوسین والے الفاظ المعجم الکبیر للطبرانی: 182/9، حدیث: 8899 میں موقوفاً مروی ہیں، جبکہ یہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے۔

نازل ہوئی تھی جب اس نے نبی ﷺ کو مارا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے فوراً اسی وقت اپنے عذاب کی گرفت میں نہ لیا بلکہ یہ آیت کریمہ نازل فرما دی۔①

﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۟ۙ﴾ ''وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا پھر تجھے معتدل بنایا۔'' یعنی اس رب کریم کے بارے میں کس چیز نے تجھے دھوکے میں مبتلا کر دیا جس نے تجھے ٹھیک ٹھیک حالت میں نہایت اچھے توازن اور اعتدال کے ساتھ، خوب صورت قد و قامت اور حسین و جمیل شکل و صورت میں پیدا فرمایا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بُسر بن جَحّاش قُرشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے کفِ دست پر لعاب مبارک ڈالا، پھر اس پر انگشت مبارک (اشارے کے طور پر) رکھتے ہوئے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ابْنَ آدَمَ! أَنّٰى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهِ، حَتّٰى إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ، وَلِلْأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ، وَأَنّٰى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟] ''اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا فرمایا ہے حتی کہ جب میں نے تجھے ٹھیک ٹھیک اور نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ پیدا کر دیا تو تو اپنی دو چادروں کے درمیان چلنے لگا اور تیری آہٹ سے زمین لرز رہی تھی، پھر تو نے مال جمع کیا اور خرچ نہ کیا حتی کہ جب وہ (روح) ہنسلیوں تک پہنچ گئی تو تو نے کہا کہ میں صدقہ کرتا ہوں لیکن اب یہ صدقے کا کون سا وقت ہے؟''② امام ابن ماجہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔③

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۟ؕ﴾ ''اس نے جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس نے تجھے باپ یا ماں یا ماموں یا چچا سے مشابہ صورت عطا فرمائی۔④ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ بچے کو جنم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [هَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ؟] ''کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، فرمایا: [فَمَا أَلْوَانُهَا؟] ''تو ان کا رنگ کیا ہے؟'' اس نے کہا: سرخ، آپ ﷺ نے فرمایا: [فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟] ''کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: [فَأَنّٰى أَتَاهَا (ذٰلِكَ)؟] ''یہ کہاں سے آ گیا؟'' اس نے عرض کی: ہو سکتا ہے اوپر کی نسل کی طرف سے کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: [وَهٰذَا عَسٰى أَنْ يَّكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ] ''ہو سکتا ہے کہ یہ بچہ بھی کسی رگ نے کھینچا ہو۔''⑤

فرشتے اعمال لکھ رہے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۟ۙ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ جزا و سزا

---

① تفسیر البغوی: 219/5 یہ روایت ضعیف ہے۔ ② مسند أحمد: 210/4. ③ سنن ابن ماجہ، الوصایا، باب النهی عن الإمساك فی الحیاة......، حدیث: 2707. ④ تفسیر الطبری: 109/30. ⑤ صحیح البخاری، الطلاق، باب إذا عرض بنفی الولد، حدیث: 5305 وصحیح مسلم، اللعان، حدیث: 1500 واللفظ له البتہ قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے مطابق ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ⑬ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ⑭ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ وَ مَا هُمْ

یقیناً نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے ⑬ اور یقیناً بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں گے ⑭ وہ روزِ جزا کو اس میں داخل ہوں گے ⑮ اور وہ اس سے

عَنْهَا بِغَآىِٕبِیْنَ ⑯ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑰ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑱ یَوْمَ

غائب (دور) نہ ہو سکیں گے ⑯ اور آپ کو کیا خبر کہ روزِ جزا کیا ہے؟ ⑰ پھر آپ کو کیا خبر کہ روزِ جزا کیا ہے؟ ⑱ اس دن کوئی شخص کسی کے لیے

لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ⑲

کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا ⑲

کو جھٹلاتے ہو۔'' یعنی اپنے رب کریم کی معصیت اور نافرمانی پر تمھیں یہ بات اکساتی ہے کہ تمھارے دل آخرت، جزا اور حساب کی تکذیب کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ⑪ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫ ﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں، معزز لکھنے والے، جو تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔'' یعنی تم پر ملائکہ جو بڑے ہی عالی قدر ہیں، بطور نگہبان مقرر ہیں، لہٰذا ان کے سامنے برے اعمال نہ کرو کیونکہ وہ تمھارے اعمال کو لکھ لیتے ہیں۔

تفسیر آیات: 13-19

نیکوکار اور بدکردار لوگوں کی جزا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ نیکوکار جنت کی ابدی و سرمدی نعمتوں سے فیض یاب ہوں گے کہ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کی معصیت و نافرمانی نہیں کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بدکردار لوگوں کا انجام بتایا کہ وہ جہنم رسید ہو کر ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ ﴾ ''وہ جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے۔'' ﴿ یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ ﴾ سے مراد حساب، جزا اور قیامت کا دن ہے۔ ﴿ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىِٕبِیْنَ ⑯ ﴾ ''اور وہ اس سے غائب (دور) نہ ہو سکیں گے۔'' یعنی عذاب الٰہی سے ایک لمحے کے لیے بھی چھپ نہیں سکیں گے اور نہ ان سے عذاب میں تخفیف ہی کی جائے گی اور ان کی اس بات کا انھیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا جو وہ التجا کریں گے کہ انھیں موت ہی آجائے یا کم از کم ایک دن ہی عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑰ ﴾ ''اور آپ کو کیا خبر جزا کا دن کیا ہے؟'' یہ یوم قیامت کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے اور پھر مزید تاکید کے طور پر فرمایا: ﴿ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑱ ﴾ ''پھر آپ کو کیا خبر جزا کا دن کیا ہے؟'' پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ ﴾ ''جس روز کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی۔'' یعنی اس دن کوئی کسی کو نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ کسی کو عذاب سے نجات دلا سکے گا الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت عطا فرما دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔ ہم یہاں اس حدیث کا حوالہ دیں گے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: [یَا بَنِی هَاشِمٍ ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ ...... لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا] ''اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو...... میں اللہ تعالیٰ سے تمھارے

لیے کسی چیز کا مالک نہیں۔‘‘[1] اس حدیث کو سورۂ شعراء کی تفسیر کے آخر میں بیان کیا جا چکا ہے۔[2]

اور پھر فرمایا: ﴿ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹ ﴾ ’’اور اس روز حکم صرف اللہ کا ہوگا۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ ﴾ (المؤمن 40:16) ’’آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو اکیلا (اور) بہت دبدبے والا ہے۔‘‘ ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ٟ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ ﴾ (الفرقان 25:26) ’’اس دن حقیقی بادشاہی رحمٰن ہی کی ہوگی۔‘‘ ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ (الفاتحة 1:4) ’’بدلے کے دن کا مالک ہے۔‘‘

امام قتادہ ﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹ ﴾ ’’جس روز کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس روز حکم صرف اللہ کا ہوگا۔‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حکم تو آج بھی صرف اور صرف اللہ ہی کا ہے لیکن اس دن کوئی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا نہیں کر سکے گا۔[3]

سورۂ انفطار کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

www.KitaboSunnat.com

---

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قوله تعالٰی: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:214)، حدیث: 204 عن أبی هریرة ؓ. [2] دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، الشعرآء، آیت: 214 کے ذیل میں۔ [3] تفسیر الطبری: 111/30.

تفسیر سُوْرَۂ مُطَفِّفِیْن

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ

ڈنڈی مارنے والوں کے لیے تباہی ہے ① وہ کہ جب وہ لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیتے ہیں ② اور جب وہ انھیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیتے

يُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑤ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

ہیں ③ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بیشک وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے ④ ایک عظیم دن کے لیے ⑤ جس دن لوگ رب العالمین کے

الْعٰلَمِيْنَ ⑥

سامنے کھڑے ہوں گے ⑥

تفسیر آیات:1-6

ناپ تول میں کمی بیشی تباہی و بربادی کا سبب ہے: امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ نے مدینہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا تو مدینہ کے لوگ ناپ میں سب سے زیادہ برے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① ﴾ نازل فرمائی تو اس کے بعد انھوں نے ناپ اچھا کر دیا۔[1] تَطْفِيف سے مراد یہاں ناپ تول میں خرابی ہے جو کمی بیشی دونوں صورتوں میں ہوسکتی ہے، یعنی اگر لوگوں سے لیں تو زیادہ لیں اور اگر ان کو دیں تو کم کر کے دیں، یہی وجہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جنھیں تباہی و بربادی کی وعید سنائی ہے، یہ عادت بتائی ہے کہ ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ ﴾ ''وہ کہ جب وہ لوگوں سے ناپ کرلیں'' ﴿ يَسْتَوْفُوْنَ ② ﴾ ''تو پورا لیتے ہیں۔'' یعنی اپنا حق پورا پورا لے لیتے ہیں بلکہ حق سے بھی زیادہ لے لیتے ہیں، ﴿ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ③ ﴾ ''اور جب وہ انھیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیتے ہیں۔'' زیادہ بہتر یہ ہے کہ ﴿ كَالُوْا ﴾ اور ﴿ وَزَنُوْا ﴾ کو متعدی بنا دیا جائے اور ﴿ هُمْ ﴾ کو محل نصب میں قرار دیا جائے۔ اور بعض نے ﴿ هُمْ ﴾ ضمیر کو ﴿ كَالُوْا ﴾ اور ﴿ وَزَنُوْا ﴾ کی ضمیر مستتر ﴿ هُمْ ﴾ کی تاکید بنایا ہے اور دلالت کلام کی وجہ سے مفعول کو حذف قرار دیا ہے لیکن دونوں صورتوں میں معنی تقریباً ایک ہی ہیں۔

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة المطففين: 508/6، حديث: 11654 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب التوقي في الكيل والوزن، حديث: 2223.

اللہ تعالیٰ نے ناپ اور تول پورا پورا دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 35:17) ''اور جب (کوئی چیز) ماپ کر دو تو تم ماپ پورا کرو اور سیدھی ترازو کے ساتھ تولو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔'' ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (الأنعام 152:6) ''اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔'' ﴿ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ ﴾ (الرحمٰن 9:55) ''اور تم انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور تول میں کمی مت کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو صرف اس گناہ کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا تھا کہ وہ لوگوں کو ناپ اور تول کم کر کے دیتے تھے۔

کمی بیشی کرنے والوں کو رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرانا: پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝4 لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝5 ﴾ ''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے؟ ایک بہت بڑے دن کے لیے۔'' یعنی کیا یہ ڈرتے نہیں کہ انھیں ایک بڑے سخت، نہایت ہولناک اور بڑے خوفناک دن میں اس کے سامنے کھڑے ہونا ہے جو ان کی تمام مخفی باتوں بلکہ دلوں کی دھڑکنوں تک سے بھی آگاہ ہے؟ اور اس دن جو ناکام ہو گیا وہ سخت بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝6 ﴾ ''جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' یعنی وہ برہنہ جسم، ننگے پاؤں، غیر مختون حالت میں ایک بڑی ہی مشکل، تنگ اور خوفناک جگہ میں کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ان پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوگی جسے برداشت کرنے سے قوتیں اور حواس عاجز و درماندہ ہوں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے نافع سے اور انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [﴿ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝6 ﴾ حَتّٰى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ] ''جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے'' یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے آدھے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ اور عبداللہ بن عون کے طریق سے بیان کیا ہے اور ان دونوں نے حضرت نافع سے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[1] امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے ان دونوں طریق سے روایت کیا ہے۔[2]

ایک اور حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: [إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتّٰى تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ أَوْ مِيلَيْنِ، قَالَ: فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُونُونَ فِي الْعَرَقِ كَقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ، مِّنْهُمْ مَّنْ يَّأْخُذُهُ إِلٰى عَقِبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْخُذُهُ إِلٰى

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝6 ﴾ (المطففين 6:83)، حديث: 4938 مالك عن نافع و 6531 ابن عون عن نافع . [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفة يوم القيامة......، حديث : 2862.

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ⑦ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ⑧ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہرگز نہیں! بے شک بدکاروں کا اعمال نامہ یقیناً سِجّین میں ہے ⑦ اور آپ کو کیا معلوم کہ سِجّین کیا ہے؟ ⑧ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ⑨ ہلاکت ہے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ⑪ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ اِذَا تُتْلٰى

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ⑩ وہ جو روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں ⑪ اور اسے صرف ہر حد سے بڑھا گناہ گار جھٹلاتا ہے ⑫ جب اس پر ہماری آیتیں

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭

تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ⑬ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے ⑭

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ⑮ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ⑯

ہرگز نہیں! بیشک اس روز وہ (کافر) اپنے رب (کے دیدار) سے یقیناً پردے میں رکھے جائیں گے ⑮ پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں داخل ہوں

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑰

گے ⑯ پھر (ان سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ⑰

رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْخُذُهُ إِلٰى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُ إِلْجَامًا] ''جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں کے اس قدر قریب کر دیا جائے گا کہ وہ ایک یا دو میل کے فاصلے پر ہوگا، سورج انھیں پگھلا دے گا اور وہ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوب جائیں گے، کچھ لوگ اپنی ایڑیوں تک، کچھ گھٹنوں تک اور کچھ کمر تک پسینے میں ہوں گے اور کچھ لوگوں کو پسینے نے لگام ڈالی ہوگی۔''[1] اسے امام مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

سنن ابو داود میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ چالیس سال تک اپنے سروں کو آسمان کی طرف اٹھائے کھڑے رہیں گے اور ان سے کوئی بات بھی نہیں کرے گا اور پسینے نے نیک و بد سب کو لگام پہنا رکھی ہوگی۔[4] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ ان دونوں روایتوں کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔[5] اور سنن ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کا آغاز کرتے وقت دس بار اَللّٰهُ أَكْبَر، دس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰه، دس بار سُبْحَانَ اللّٰه اور دس بار أَسْتَغْفِرُ اللّٰه پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي] ''اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما۔'' آپ ﷺ قیامت کے دن کھڑے ہونے کی تنگی سے بھی پناہ مانگا کرتے

① مسند أحمد: 4,3/6. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفة يوم القيامة......، حديث: 2864 و جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع، باب، حديث: 2421. ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، حديث: 766 عن عائشة رضي الله عنها. ④ تفسير الطبري: 117/30. ⑤ تفسير الطبري: 116/30.

تھے۔ [1]

تفسیر آیات :7-17

بدکاروں کے اعمال واحوال: سچ فرمایا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے: ﴿ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ ﴾ ”بلاشبہ بدکاروں کا اعمال نامہ یقیناً سجین میں ہے۔“ یعنی ان کا ٹھکانا سجین ہے، یہ سِجْنٌ سے فِعِّیل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی تنگی کے ہیں، یہ ایسے ہے جیسے فِسِّیق، شِرِّیب، خِمِّیر اور سِکِّیر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لیے سجین کی عظمت واہمیت کے پیش نظر فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ﴾ ”اور آپ کو کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟“ یعنی وہ ایک امر عظیم، ہمیشہ ہمیشہ کی قید اور دردناک عذاب ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی طویل حدیث کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کی روح کے بارے میں فرماتا ہے: [اُكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سِجِّينٍ] ”اس کی کتاب کو سجین میں لکھ دو۔“ [2] اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ بدکاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جو پست سے پست جگہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (التين 95:5,6) ”پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ﴾ ”ہرگز نہیں! بلاشبہ بدکاروں کا اعمال نامہ یقیناً سجین میں ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟“ سجین تنگی اور پستی دونوں کا مفہوم لیے ہوئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:13) ”اور جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں (زنجیروں میں) جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ ﴾ ”ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔“ یہ ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ﴾ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کی تفسیر ہے جو سجین کو ان کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے، یعنی اس بات کو لکھ دیا گیا اور تحریر کر دیا گیا ہے کہ سجین کن لوگوں کا ٹھکانا ہوگا اور اب اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ یہ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ [3] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ﴾ ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے جو قید اور سخت رسوا کن عذاب کا وعدہ کیا ہے جب وہ روز قیامت اس سے دو چار ہوں گے تو ان کے لیے تباہی ہوگی۔

---

① سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، حديث: 766 و سنن النسائي، قيام الليل......، باب ذكر ما يستفتح به القيام، حديث: 1618 و سنن ابن ماجه إقامة الصلوات......، باب ما جاء في الدعاء إذا قام الرجل من الليل، حديث: 1356. ملحوظہ: سنن ابو داود اور نسائی میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دس بار کہنے کا بھی ذکر ہے۔ ② دیکھیے إبرٰهیم، آیت: 27 کے ذیل میں عنوان: ”نیک اور بد روح آخرت کی راہوں پر“ اور مسند أحمد: 288,287/4. ③ الدر المنثور: 538/6.

﴿ وَيْلٌ ﴾ کے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔[1] بہر حال اس سے مراد تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: وَيْلٌ لِّفُلَانٍ ''فلاں شخص کے لیے تباہی و بربادی ہے۔'' جیسا کہ مسند اور سنن میں بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ نے اپنے باپ سے اور انھوں نے بہز کے دادا (اپنے باپ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَيْلٌ لِّلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ (النَّاسَ) وَيْلٌ لَّهُ، وَيْلٌ لَّهُ] ''تباہی و بربادی ہے اس شخص کے لیے جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے، تباہی و بربادی ہے اس کے لیے، تباہی و بربادی ہے اس کے لیے۔''[2] پھر اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والے بدکاروں اور کافروں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴾ ''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔'' یعنی جو اس کے وقوع پذیر ہونے کی تصدیق نہیں کرتے، اس کا اعتقاد نہیں رکھتے اور اسے بہت بعید سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴾ ''اور اسے صرف ہر حد سے نکل جانے والا، گناہ گار جھٹلاتا ہے۔'' یعنی اپنے افعال میں حد سے بڑھ جاتا ہے کہ حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے، مباح کاموں سے تجاوز کر کے گناہ کے کاموں تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا اور اگر لڑائی جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں بکتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴾ ''جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' یعنی جب یہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے تو اس کی تکذیب کرتا ہے، اس کے بارے میں برا گمان رکھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ من گھڑت کلام ہے جسے پہلی کتابوں میں سے جمع کر لیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴾ (النحل 24:16) ''اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے پروردگار نے کیا اتارا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ (وہ تو) پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ (الفرقان 5:25) ''اور انھوں نے کہا: یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (جو) اس نے لکھوائی ہیں، پھر وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے۔'' یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح انھوں نے گمان کیا اور کہا ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی حکایتوں پر مشتمل ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام اور وحی ہے جسے اس نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل

---

[1] ﴿ وَيْلٌ ﴾ کے مفہوم کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، البقرة، آیت: 79 کے ذیل میں۔ [2] مسند أحمد: 3,2/5 وسنن أبي داود، الأدب، باب التشديد فی الكذب، حديث: 4990 وجامع الترمذی، الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، حديث: 2315 والسنن الكبرى للنسائی، التفسير، باب سورة المطففين: 509/6، حديث: 11655 واللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ السنن الكبرى للبيهقی، الشهادات، باب من كان منكشف الكذب مظهره......: 196/10 کے مطابق ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ⑱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ⑲ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑳ يَّشْهَدُهُ

ہرگز نہیں! بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً علیین میں ہے⑱ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ علیین کیا ہے؟⑲ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی⑳ اس کے

الْمُقَرَّبُوْنَ ㉑ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ㉒ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ㉓ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ

پاس مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں㉑ بے شک نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے㉒ مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے㉓ ان کے چہروں پر

النَّعِيْمِ ㉔ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ㉕ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ㉖

آپ نعمتوں کی تازگی محسوس کریں گے㉔ انھیں مہر لگی خالص شراب پلائی جائے گی㉕ اس پر کستوری کی مہر لگی ہوگی، لہٰذا شائقین کو اسی کا شوق کرنا

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ㉗ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ㉘

چاہیے㉖ اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی㉗ (وہ) ایک چشمہ ہے جس سے (اللہ کے) مقرب بندے پئیں گے㉘

فرمایا ہے اور ان کے دل ایمان لانے سے اس لیے محروم ہیں کہ ان پر زنگ لگا ہوا ہے جو گناہوں اور خطاؤں کی کثرت کا نتیجہ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ ﴾ ”ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے۔“ کافروں کے دلوں پر جو چیز طاری ہوتی ہے اسے رَین (زنگ) کہا جاتا ہے اور ابرار کے دلوں کی کیفیت کو غَیم (پردہ) اور مقربین کے دلوں کی حالت کو غَین (بھول اور غفلت وغیرہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قلب انسانی پر گناہ کا اثر: امام ابن جریر، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ مِنْهَا صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ، فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ ﴾] ”بلاشبہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، پس اگر توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر اور گناہ کرے تو سیاہی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ ﴾۔“ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ⑮ ﴾ ”ہرگز نہیں! بے شک وہ (کافر) اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے یقیناً پردے میں رکھے جائیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن ان کا مقام اور ٹھکانا سجین ہوگا، پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس دن اپنے رب اور خالق کے دیدار سے بھی محروم کر دیے جائیں گے۔ حضرت امام ابو عبداللہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل ایمان اس دن اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب ہوں گے۔② ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ⑯ ﴾ ”پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں داخل

---

① تفسير الطبري :123/30 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① ﴾، حديث :3334 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ ﴾ :509/6، حديث :11658 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الذنوب، حديث : 4244 . ② أحكام القرآن للشافعي، فصل فيما يؤثر عنه من التفسير......:40/1 (C.D).

ہونے والے ہیں۔'' یعنی یہ کافر اللہ رحمٰن کے دیدار سے محرومی کے ساتھ ساتھ جہنم رسید بھی ہوں گے۔ ﴿ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''پھر کہا جائے گا: یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' یعنی یہ انھیں ذلیل وخوار کرتے اور ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا۔

تفسیر آیات:18-28

نیکوکاروں کا اعمال نامہ اور ان کی جزا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ ﴾ ''بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ'' بدکاروں کے برعکس ﴿ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴾ ''یقیناً علیین میں ہے۔'' یعنی سجین کے بجائے ان کا ٹھکانا علیین ہے۔ ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب سے ﴿ سِجِّيْنٍ ﴾ (المطفّفین 7:83) کے بارے میں پوچھا اور اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روحیں ہیں۔[1] پھر انھوں نے ان سے ﴿ عِلِّيِّيْنَ ﴾ کے بارے میں بھی پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں۔[2] کئی اور اہل علم کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔[3]

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ عِلِّيِّيْنَ ﴾ سے مراد جنت ہے۔[4] کئی دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ ﴿ عِلِّيُّوْنَ ﴾ سدرۃ المنتہٰی کے پاس ہے۔[5] اور ظاہر ہے کہ ﴿ عِلِّيِّيْنَ ﴾ کا لفظ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے اور جو چیز جیسے جیسے بلند اور مرتفع ہوتی ہے تو ویسے ویسے وہ عظیم اور وسیع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت اور فخامت شان کے پیش نظر فرمایا ہے: ﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو کچھ لکھ رکھا ہے اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾ ''ایک کتاب ہے لکھی ہوئی جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔'' مقربین سے مراد فرشتے ہیں جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے۔[6] اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر آسمان کے مقربین اس کے پاس حاضر رہتے ہیں۔[7]

پھر ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴾ ''بے شک نیک لوگ ضرور نعمت میں ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن وہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ایسے باغات میں ہوں گے جن میں اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل وکرم ہوگا۔ ﴿ عَلَى الْاَرَآئِكِ ﴾ ''تختوں پر (بیٹھے)'' اور وہ تخت آراستہ و پیراستہ مسہریوں کے نیچے ہوں گے۔ ﴿ يَنْظُرُوْنَ ﴾ ''وہ دیکھ رہے ہوں گے۔'' اس کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اپنی بادشاہت، اپنی ملکیت اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فضل وکرم اور ان ابدی وسرمدی نعمتوں کے نظارے کر رہے ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گی اور اس کے دوسرے معنی یہ بیان کیے

---

[1] تفسیر الطبری: 118/30. [2] تفسیر الطبری: 127/30. [3] تفسیر الطبری: 127/30. [4] تفسیر الطبری: 128/30. [5] تفسیر الطبری: 128/30. [6] تفسیر الطبری: 130/30. [7] تفسیر الطبری: 130/30.

گئے ہیں کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے کیونکہ یہ درحقیقت اس کے بالمقابل بیان کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بدکاروں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ﴾ (المطففین 15:83) ”ہرگز نہیں! بے شک اس روز وہ (کافر) اپنے پروردگار (کے دیدار) سے یقیناً پردے میں رکھے جائیں گے۔“ تو اب ابرار اور نیکوکار لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے تختوں اور بچھونوں پر بھی اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور ہوں گے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ ﴾ ”آپ ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی محسوس کریں گے۔“ یعنی جب آپ ان کے چہروں کی طرف دیکھیں گے تو چہروں ہی سے یہ معلوم کرلیں گے کہ وہ کس قدر شان و شوکت، دولت و حشمت، مسرت و فرحت اور نعمت و ریاست سے شاد کام ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ ﴾ ”انھیں مہر لگی خالص شراب پلائی جائے گی۔“ یعنی انھیں جنت کی شراب پلائی جائے گی۔ ﴿ رَحِيْقٍ ﴾ شراب کا ایک نام ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور (اس حدیث کے راوی عطیہ عوفی فرماتے ہیں:) میرے خیال میں انھوں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کیا ہے: [أَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا شَرْبَةً عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَ أَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا ثَوْبًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ] ”جس مومن نے کسی مومن کو پیاس کی حالت میں ایک گھونٹ بھی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مہر لگی خالص شراب پلائے گا اور جس مومن نے کسی مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مومن نے کسی مومن کو برہنگی کی حالت میں لباس دیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز ریشمی لباس زیب تن کرائے گا۔“ ②

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں کستوری کی آمیزش ہوگی۔ ③ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شراب کو پاکیزہ بنا دیا ہوگا اور آخری چیز جو اس میں ڈالی جائے گی وہ کستوری ہوگی اور پھر کستوری کے ساتھ اسے سربمہر کر دیا جائے گا۔ ④ امام قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ ﴾ ”لہٰذا شائقین کو اسی کا شوق کرنا چاہیے۔“ یعنی ان نعمتوں پر فخر کرنے والوں کو فخر کرنا چاہیے، انھیں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہیے اور سبقت کرنے والوں کو اس قسم کی لازوال نعمتوں کے حصول کے لیے سبقت کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ ﴾

---

① تفسیر الطبری: 132,131/30. ② مسند أحمد: 14,13/3 و سنن أبی داود، الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، حدیث: 1682 و جامع الترمذی، صفة القیامة......، باب فی ثواب الإطعام......، حدیث: 2449 یہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے جبکہ موقوفاً صحیح ہے جیسا کہ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (دیکھیے علل الحدیث لابن أبی حاتم، علل أخبار فی ثواب الأعمال: 171/2، رقم: 2007). ③ تفسیر الطبری: 132/30. ④ تفسیر الطبری: 132/30. ⑤ تفسیر الطبری: 133/30.

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿29﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿30﴾

بلاشبہ مجرم لوگ (دنیا میں) مومنوں پر ہنستے تھے ﴿29﴾ اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے ﴿30﴾

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿31﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿32﴾

اور جب وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹتے تو دل لگی کرتے لوٹتے ﴿31﴾ اور جب وہ (کافر) ان (مسلمانوں) کو دیکھتے تو کہتے تھے: بلاشبہ یہ یقیناً گمراہ لوگ ہیں ﴿32﴾

وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿33﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿34﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ

حالانکہ وہ (کافر) ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے ﴿33﴾ چنانچہ آج مومن لوگ، کافروں پر ہنس رہے ہوں گے ﴿34﴾ مسہریوں پر (بیٹھے انھیں) دیکھ رہے

ع 1 36 8 يَنْظُرُونَ ﴿35﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿36﴾

ہوں گے ﴿35﴾ (اور کہیں گے:) کیا کافروں کو ان (حرکتوں) کا بدلہ دیا گیا جو وہ کرتے تھے؟ ﴿36﴾

(الصّٰفّٰت 37:61) ''عمل کرنے والوں کو ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے چاہئیں۔'' ﴿وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿27﴾﴾ ''اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔'' یعنی جس شراب رحیق کی یہ صفت بیان کی جا رہی ہے اس میں شراب تسنیم کی آمیزش ہوگی جو اہل جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہوگی جیسا کہ ابوصالح اور ضحاک کا قول ہے۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿28﴾﴾ ''(وہ) ایک چشمہ ہے جس سے (اللہ کے) مقرب بندے پئیں گے۔'' یعنی مقربین بارگاہِ الٰہی تو اس شراب کو خالص پئیں گے جبکہ اصحاب یمین کے لیے اس میں آمیزش کی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، قتادہ اور کئی دیگر اہل علم نے فرمایا ہے۔[2]

تفسیر آیات:29-36

مجرموں کا مومنوں سے استہزا کرنا: اللہ تعالیٰ مجرموں اور کافروں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ وہ دنیا میں مومنوں سے ہنستے، ان کا مذاق اڑاتے اور انھیں حقیر سمجھتے تھے اور جب مومنوں کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے ان کی طرف اشارے کیا کرتے تھے، ﴿وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿31﴾﴾ ''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگی کرتے لوٹتے۔'' یعنی جب یہ مجرم اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے لوٹتے کہ انھوں نے جو طلب کیا تھا اسے پا لیا لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ مومنوں سے حسد کرنے اور انھیں حقیر جاننے میں مشغول ہو گئے، ﴿وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿32﴾﴾ ''اور جب وہ ان (مومنوں) کو دیکھتے تو کہتے تھے: بلاشبہ یہ یقیناً گمراہ لوگ ہیں۔'' کیونکہ انھوں نے ان کے دین کے علاوہ اور دین کو اختیار کر لیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿33﴾﴾ ''حالانکہ وہ (کافر) ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔'' یعنی ان مجرموں کو ان مومنوں پر اور ان کے اقوال واعمال پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا اور نہ انھیں اس بات کا مکلّف ہی قرار دیا گیا ہے تو سوال یہ ہے کہ انھوں نے ان مومنوں کو اپنا ہدف کیوں بنا رکھا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ○

---

① تفسیر الطبری: 30/136. ② تفسیر الطبری: 30/135,136.

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون 23:108-111) ’’اس (جہنم) میں ذلیل وخوار پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو، بلاشبہ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، لہٰذا تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم نے انھیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں میری یاد بھلادی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے، بلاشبہ آج میں نے انھیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔‘‘

اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ﴾ ’’چنانچہ آج‘‘ یعنی قیامت کے دن، ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝﴾ ’’مومن لوگ کافروں پر ہنس رہے ہوں گے۔‘‘ یعنی اس کے مقابلے میں جو کافروں نے دنیا میں مومنوں سے ہنسی کی تھی۔ ﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝﴾ ’’تختوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے۔‘‘ یعنی اللہ عزوجل کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ لوگ تو ان کے بارے میں یہ گمان کرتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں، حالانکہ یہ گمراہ نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے مقربین اولیاء میں سے ہیں، اس عزت وکرامت کے گھر، یعنی جنت میں اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت سے فیض یاب ہوں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ ’’کیا کافروں کو اس کا بدلہ مل گیا جو وہ کرتے تھے۔‘‘ یعنی کافر مومنوں سے جو مذاق کرتے اور ان کی تنقیص کیا کرتے تھے، اس کا انھیں بدلہ مل گیا یا نہیں؟ کیوں نہیں! انھیں اس کا پورا پورا اور مکمل بدلہ مل گیا ہے۔

سورۂ مطففین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ انشقاق

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ① وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ② وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ③ وَاَلۡقَتۡ مَافِیۡهَا

جب آسمان پھٹ جائے گا① اور وہ اپنے رب کے (حکم کے) لیے کان لگائے گا اور اس کے لائق یہی ہے② اور جب زمین پھیلا دی جائے گی③ اور اس کے

وَتَخَلَّتۡ ④ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ⑤ یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ

اندر جو کچھ ہے وہ اسے پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی④ اور وہ اپنے رب کے (حکم کے) لیے کان لگائے گی اور اس کے لائق یہی ہے⑤ اے انسان!

كَدۡحًا فَمُلٰقِیۡهِ ⑥ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ ⑦ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا

بے شک تو اپنے رب کی طرف (جانے کے لیے) سخت محنت کر رہا ہے، بالآخر تو اس سے ملنے والا ہے⑥ پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں

یَّسِیۡرًا ⑧ وَّیَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ⑨ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ⑩

دیا گیا⑦ تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا⑧ اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹے گا⑨ اور جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے دیا

فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ⑪ وَّیَصۡلٰی سَعِیۡرًا ⑫ اِنَّهٗ كَانَ فِیۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ⑬ اِنَّهٗ

گیا⑩ تو عنقریب وہ تباہی کو دعوت دے گا⑪ اور وہ بھڑکتی آگ میں جا پڑے گا⑫ بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل و عیال میں بڑا خوش تھا⑬ بے شک اس

ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ⑭ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیۡرًا ⑮

نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز (اللہ کی طرف) لوٹ کر نہیں جائے گا⑭ کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا تھا⑮

سورۂ انشقاق میں سجدۂ تلاوت: ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ① ﴾ کی تلاوت فرمائی تو سجدہ کیا اور جب فارغ ہوئے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت میں سجدہ کیا تھا۔ اسے امام مسلم اور نسائی نے بطریق امام مالک رحمہ اللہ روایت کیا ہے۔[1] اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشاء ادا کی تو انھوں نے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ① ﴾ کی قراءت کی اور سجدہ کیا، میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے

① صحیح مسلم، المساجد......، باب سجود التلاوۃ، حدیث: 578 و السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورۃ الانشقاق: 510/6، حدیث: 11660.

ہوئے اس سورت میں سجدہ کیا تھا، لہٰذا میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں آپ ﷺ سے جا ملوں۔ [1]

تفسیر آیات :1-15

قیامت کے دن آسمان کا پھٹنا اور زمین کا پھیلنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' اور یہ قیامت کے دن ہوگا، ﴿ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا ﴾ ''اور اپنے پروردگار (کے حکم) کے لیے کان لگائے گا۔'' یعنی اپنے رب کا حکم سنے گا اور پھر وہ اسے پھٹ جانے کا جو حکم دے گا تو یہ اس کے حکم کی اطاعت بجا لائے گا اور یہ واقعہ قیامت کے دن رونما ہوگا۔ ﴿ وَحُقَّتْ ۝ ﴾ ''اور (یہی) اس کے لائق ہے۔'' یعنی آسمان کے لیے واجب یہی ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت بجا لائے کیونکہ وہ عظیم بادشاہ ہے کہ اس کی بات کو ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے بلکہ اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر چیز اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ ﴾ ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔'' یعنی کشادہ کر دی جائے گی، بچھا دی جائے گی اور وسیع کر دی جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ ﴾ ''اور جو کچھ اس میں ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔'' یعنی اس کے پیٹ میں جو مردے ہیں، انھیں باہر نکال دے گی اور ان سے بالکل خالی ہو جائے گی۔ یہ حضرت مجاہد، سعید اور قتادہ کا قول ہے۔ [2] ﴿ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ ﴾ ''اور وہ اپنے رب (کے حکم) کے لیے کان لگائے گی اور (یہی) اس کے لائق ہے۔'' جیسے ابھی گزرا ہے۔

اعمال کی جزا برحق ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا ﴾ ''اے انسان! بے شک تو اپنے پروردگار کی طرف (جانے کے لیے) سخت محنت کر رہا ہے۔'' یعنی اپنے پروردگار تک پہنچنے کے لیے خوب کوشش اور عمل کر رہا ہے۔ ﴿ فَمُلٰقِيْهِ ۝ ﴾ ''بالآخر اس سے ملنے والا ہے۔'' پھر تو عنقریب جو اچھا یا برا عمل تو نے کیا ہوگا، وہاں پا لے گا۔ اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابو داود طیالسی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ جِبرِيلُ : يَا مُحَمَّدُ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ، وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ (مُلَاقِيهِ)] ''جبریل نے کہا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) آپ جس قدر چاہیں زندہ رہیں، پھر بالآخر مرنا ہے، جس سے چاہیں محبت رکھیں، پھر ایک نہ ایک دن اسے چھوڑ دینا ہے اور جو چاہیں عمل کریں، پھر اس سے ضرور جا ملیں گے۔'' [3] بعض لوگ ضمیر کو ﴿ رَبِّكَ ﴾ کی طرف لوٹاتے ہیں تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ تم اپنے رب سے جا ملو گے اور پھر وہ تمھارے عمل کے مطابق جزا اور سعی و کوشش کے مطابق بدلہ دے گا۔ بہرحال یہ دونوں قول لازم و ملزوم ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو چاہو عمل کرو،

---

[1] صحيح البخاري، سجود القرآن وسنتها، باب من قرأ السجدة في الصلاة فسجد بها، حديث: 1078. [2] تفسير الطبري: 143/30 و تفسير القرطبي: 270/19. [3] مسند أبي داود الطيالسي: 313/3، حديث: 1862، البتہ قوسین والا لفظ شعب الإيمان للبيهقي، باب في الزهد و قصر الأمل: 349,348/7، حديث: 10540 کے مطابق ہے۔

تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے، خواہ اچھے عمل ہوں یا برے۔ ①

روزِ قیامت حساب اور باز پرس: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝ ﴾ ”پھر جس شخص کو اس کا (اعمال) نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔“ یعنی اس کا حساب آسان ہو گا، مشکل نہیں ہو گا، اس کے اعمال کی تمام جزئیات کے بارے میں اس سے باز پرس نہیں کی جائے گی کیونکہ جس شخص کا حساب اس طرح باریک بینی سے ہوا تو وہ تو یقینی طور پر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ (نُوْقِشَ الْحِسَابَ) عُذِّبَ] ”جس سے باریک بینی سے حساب لیا گیا تو اسے عذاب ہو گا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝ ﴾ ”تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَیْسَ (ذَاكِ) بِالْحِسَابِ، وَلٰكِنَّ ذٰلِكَ الْعَرْضُ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عُذِّبَ] ”اس سے مراد حساب کتاب نہیں ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہونا ہے اور جس کا قیامت کے دن سختی سے حساب لیا گیا تو اسے عذاب ہو گا۔“ ② اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ ﴾ ”اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔“ یعنی اپنے گھر والوں کے پاس جنت میں آئے گا، یہ امام قتادہ اور ضحاک کا قول ہے۔ ④ ﴿ مَسْرُوْرًا ۝ ﴾ ”خوش خوش۔“ یعنی ہنسی خوشی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ ﴾ ”اور جس شخص کو اس کا (اعمال) نامہ اس کی پیٹھ پیچھے دیا گیا۔“ یعنی اس کے ہاتھ کو دوہرا کر کے پیچھے کی طرف لایا جائے گا اور پھر اس کے اس بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ ﴿ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ ﴾ ”تو عنقریب وہ ہلاکت کو پکارے گا۔“ یعنی خسارے اور تباہی کو پکارے گا۔

﴿ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ۝ اِنَّهٗ کَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ ﴾ ”اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا، بلاشبہ وہ اپنے اہل (وعیال) میں بڑا خوش تھا۔“ یعنی مست رہتا تھا اور انجام کے بارے میں نہیں سوچتا تھا اور آگے پیش آنے والے حالات سے نہیں ڈرتا تھا تو اس چھوٹی سی خوشی کے بجائے اسے طویل غم و حزن لاحق ہو گا۔ ﴿ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝ ﴾ ”بے شک اس نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز (اللہ کی طرف) لوٹ کر نہیں جائے گا۔“ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹے گا

① تفسیر الطبری: 144/30. ② مسند أحمد: 47/6، البتہ پہلے اور دوسرے قوسین والے الفاظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، حدیث: 6537 وصحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب إثبات الحساب، حدیث: (80,79)-2876 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ ﴾، حدیث: 3337 والسنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الانشقاق: 510/6، حدیث: 11659 و تفسیر الطبری: 145/30. ④ تفسیر الطبری: 147/30.

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ⑯ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ⑰ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ⑱ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی⑯ اور رات کی اور اس کی جو کچھ وہ سمیٹتی ہے⑰ اور چاند کی جبکہ وہ پورا ہو جاتا ہے⑱ تم ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے

عَنْ طَبَقٍ ⑲ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ㉑ السجدة

السجدة 14

دوسری حالت کو پہنچو گے⑲ پھر ان (کافروں) کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟⑳ اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے㉑ بلکہ

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ㉒ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ㉓ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

کافر تو (الٹا) جھٹلاتے ہیں㉒ اور جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے㉓ تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خبر دے

اَلِيْمٍ ㉔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ㉕ ع

ع 1 25 9

دیجیے㉔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے㉕

اور نہ اللہ تعالیٰ اسے موت کے بعد اٹھائے گا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[1] حُور کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ ﴿ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ⑮ ﴾ ”کیوں نہیں! بلاشبہ اس کا پروردگار اسے دیکھ رہا تھا۔“ یعنی کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ اسے ضرور اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جیسا کہ اس نے پہلی بار اسے پیدا فرمایا تھا اور پھر وہ اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ بھی دے گا کیونکہ وہ اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں اسے پورا پورا علم اور خبر تھی۔

تفسیر آیات:16-25

﴿ بِالشَّفَقِ ﴾ کے معنی و مفہوم: حضرت علی، ابن عباس، عبادہ بن صامت، ابو ہریرہ، شداد بن اوس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، محمد بن علی بن حسین، مکحول، بکر بن عبداللہ مزنی، بکیر بن اشج، مالک، ابن ابو ذئب اور عبدالعزیز بن ابوسلمہ ماجشون سے روایت ہے کہ شفق سے مراد سرخی ہے۔[2] اور امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔[3] شفق سے مراد افق کی سرخی ہے، خواہ وہ طلوع آفتاب سے قبل ہو جیسا کہ امام مجاہد نے فرمایا ہے[4] یا غروب آفتاب کے بعد ہو جیسا کہ اہل لغت کے ہاں مشہور ہے، چنانچہ خلیل بن احمد لکھتے ہیں کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب سے لے کر عشاء کے وقت تک رہتی ہے، جب یہ سرخی ختم ہو جائے تو کہتے ہیں: غَابَ الشَّفَقُ ”سرخی غائب ہو گئی۔“[5] جوہری کہتے ہیں شفق سورج کی باقی ماندہ روشنی اور سرخی کو کہتے ہیں جو رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کے قریب تک باقی رہتی ہے۔[6] حضرت عکرمہ کا بھی یہی قول ہے کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو مغرب و عشاء کے درمیان ہوتی ہے۔[7] صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَقْتُ

---

① تفسیر الطبری: 149,148/30. ② تفسیر القرطبی: 275,274/19 وتفسیر عبدالرزاق: 409/3، رقم: 3552.

③ تفسیر عبدالرزاق: 408/3، رقم: 3550. ④ تفسیر الطبری: 149/30. ⑤ کتاب العین، باب القاف والشین......: 45/5. مگر اس میں غَابَ الشَّفَقُ کے الفاظ نہیں ہیں، البتہ یہ الفاظ الصحاح اور تفسیر القرطبی کے آمدہ حوالے میں موجود ہیں۔

⑥ الصحاح، مادة: شفق وتفسیر القرطبی: 275/19. ⑦ فتح القدیر: 494/5.

صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ] ''نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سرخی غائب نہ ہو۔''① یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ شفق کے صحیح معنی وہی ہیں جو علامہ خلیل اور جوہری نے بیان کیے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧﴾ ''اور رات کی اور اس کی جو وہ سمیٹتی ہے'' کے معنی ہیں کہ اور جو رات جمع کر لیتی ہے۔②

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جو ستاروں اور جانوروں کو جمع کر لیتی ہے۔③ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو رات تاریکی لے کر آتی ہے، جب رات ہوتی ہے تو ہر چیز اپنے ٹھکانے کی طرف چلی جاتی ہے۔④ ﴿وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝١٨﴾ ''اور چاند کی جب وہ پورا ہوتا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب جمع ہو جائے اور سیدھا ہو جائے۔⑤ امام حسن بصری فرماتے ہیں جب جمع ہو جائے اور بھر جائے۔⑥ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ جب گھوم جائے۔⑦ بہر حال ان ائمۂ تفسیر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ جب چاند مکمل طور پر منور ہو کر ماہِ کامل بن جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے رات اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے، ان کے بالمقابل بیان فرمایا ہے۔

انسان ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں: ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝١٩﴾ ''تم ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کو پہنچو گے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ﴿طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝١٩﴾ کے معنی ہیں: ایک حال کے بعد دوسرا حال اور کہا کہ یہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو انھی الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔⑧ عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ ﴿طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝١٩﴾ کے معنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت کے ہیں۔⑨ پہلے آدمی کی رضاعت کی حالت ہوتی ہے، پھر یہ حالت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پہلے جوانی کی حالت ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد بڑھاپے کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت کے ہیں۔⑩ تنگ دستی کے بعد خوش حالی اور خوش حالی کے بعد تنگ دستی، فقیری کے بعد امیری اور امیری کے بعد فقیری، بیماری کے بعد صحت اور صحت کے بعد بیماری۔

ایمان نہ لانے کی تردید اور عذاب کی بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٢٠ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝٢١﴾ ''تو ان (کافروں) کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے؟ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔'' یعنی اللہ، اس کے رسول اور یوم آخرت پر ایمان لانے سے آخر کون سی چیز انھیں روکے

① صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس، حديث: (173)-612. ② تفسير الطبري: 151,150/30. ③ تفسير الطبري: 151/30. ④ تفسير الطبري: 152/30. ⑤ تفسير الطبري: 152/30. ⑥ تفسير الطبري: 152/30. ⑦ تفسير الطبري: 153/30. ⑧ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ (الانشقاق 19:84)، حديث: 4940. ⑨ تفسير الطبري: 154/30. ⑩ تفسير الطبري: 154/30.

ہوئے ہے اور آخر کیا بات ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات، اس کے کلام، یعنی اس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ عظمت، اکرام اور احترام کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیوں نہیں بجا لاتے!

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''بلکہ کافر تو (الٹا) جھٹلاتے ہیں۔'' یعنی کافروں کی تو عادت ہی یہ ہے کہ وہ حق کو جھٹلاتے، اس سے عناد رکھتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴾ ''اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں۔'' مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ يُوْعُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں۔[1] ﴿ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ان کو خبر سنا دیں کہ اللہ عزوجل نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' یہ استثنا منقطع ہے، یعنی جو لوگ اپنے دلوں کے ساتھ ایمان لائے اور اعضاء کے ساتھ نیک عمل کرتے رہے۔ ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ ﴾ ''ان کے لیے اجر ہے۔'' یعنی دارِ آخرت میں، ﴿ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ ''نہ ختم ہونے والا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہی بیان فرمائے ہیں کہ نہ ختم ہونے والا۔[2] مجاہد اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں بے حساب۔[3] بہر حال دونوں کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ (ھود 11:108) ''غیر منقطع عطیہ (الٰہی۔)'' سدی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ﴿ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ کے معنی بلا کم و کاست کے ہیں۔[4]

سورۂ انشقاق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

[1] تفسیر الطبری:30/157،158. [2] تفسیر الطبری:30/158. [3] تفسیر الطبری:30/158. [4] تفسیر الطبری:24/118.

تفسیر
سورۂ بروج

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ① وَالۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ② وَشَاہِدٍ وَّمَشۡہُوۡدٍ ③ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ④

برجوں والے آسمان کی قسم! ① اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے ② اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے گئے کی ③ ہلاک کیے گئے خندقوں والے ④

النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ⑤ اِذۡ ہُمۡ عَلَیۡہَا قُعُوۡدٌ ⑥ وَّہُمۡ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ شُہُوۡدٌ ⑦

بڑی ایندھن والی آگ والے تھے ⑤ جبکہ وہ ان خندقوں (کے کناروں) پر بیٹھے تھے ⑥ اور جو کچھ وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے

وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ⑧ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ

تھے ⑦ اور انھوں نے ان سے اس کے علاوہ کسی چیز کا انتقام نہیں لیا کہ وہ اللہ، غالب، قابل تعریف پر ایمان لائے تھے ⑧ وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ⑨ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ

اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے ⑨ بے شک جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی، تو ان

لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ⑩

کے لیے جہنم کا عذاب ہے، اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے ⑩

تفسیر آیات:1-10

بروج کی تفسیر: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر آسمان اور اس کے برجوں کی قسم کھائی ہے، برجوں سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّجَعَلَ فِیۡہَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیۡرًا ﴾ (الفرقان 61:25) ”وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ (سورج) اور روشن چاند بنایا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ بروج سے مراد ستارے ہیں۔[1] منہال بن عمرو کا قول ہے کہ ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ① ﴾ سے مراد اچھی خلقت والا آسمان ہے۔[2] امام ابن جریر نے اس بات کو اختیار ہے کہ اس سے سورج اور چاند کی منزلیں مراد ہیں اور یہ بارہ برج ہیں، سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینا چلتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی دن چلتا ہے تو یہ اٹھائیس منزلیں ہوئیں اور پھر دو دن چاند چھپا رہتا ہے۔[3]

---

① تفسیر الطبری: 160,159/30 و تفسیر القرطبی: 283/19. ② تفسیر القرطبی: 283/19. ③ تفسیر الطبری: 160/30.

یوم موعود اور شاہد و مشہود کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ ﴾ ''اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے گئے کی۔'' امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [﴿ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴾ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ﴿ وَشَاهِدٍ ﴾ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَمَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَّلَا غَرَبَتْ عَلٰى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَّسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَلَا يَسْتَعِيذُ فِيهَا مِنْ شَرٍّ إِلَّا أَعَاذَهُ ﴿ وَمَشْهُوْدٍ ﴾ يَوْمُ عَرَفَةَ] ''﴿ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے اور ﴿ شَاهِدٍ ﴾ سے مراد جمعہ کا دن ہے، جمعے کے دن سے افضل اور کوئی دن نہیں جس میں سورج طلوع اور غروب ہوا ہو، اس دن میں ایک ایسی گھڑی بھی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ اپنے اللہ سے بھلائی کی جو بھی دعا کرے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمالیتا ہے اور اگر وہ کسی شر سے پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے ضرور بچا لیتا ہے اور ﴿ وَمَشْهُوْدٍ ﴾ سے مراد یوم عرفہ ہے۔''[1]

اس روایت کو امام ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے،[2] اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی روایت کیا گیا ہے[3] اور زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، حسن بن علی رضی اللہ عنہم، امام حسن بصری، سعید بن مسیّب، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ﴿ مَشْهُوْدٍ ﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے۔[4] امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ ﴿ شَاهِدٍ ﴾ سے مراد جمعہ کا دن اور ﴿ مَشْهُوْدٍ ﴾ سے مراد عرفہ کا دن ہے۔[5]

اصحاب الاخدود کے مسلمانوں پر مظالم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ ۝ ﴾ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے۔'' یعنی اصحاب الاخدود پر لعنت کی گئی ہے۔ أُخْدُود کی جمع أَخَادِيد ہے، اس سے مراد زمین میں کھودی جانے والی خندقیں ہیں، یہ کافروں کی ایک قوم کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے اپنے ہاں کے مومنوں کو ستایا اور کوشش کی کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دیں مگر جب انھوں نے دین کو چھوڑنے سے انکار کر دیا تو ان کافروں نے ان کے لیے زمین میں خندقیں کھودیں، ان میں آگ جلا دی اور آگ کو مزید بھڑکانے کے لیے بہت سا ایندھن بھی جمع کیا، کافروں نے ایک بار پھر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ دین کو چھوڑ دیں مگر مومن جب کسی قیمت پر دین کو ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو انھوں نے مومنوں کو ان خندقوں میں پھینک دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ ﴾ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے، بڑی ایندھن والی آگ والے تھے، جبکہ وہ ان (خندقوں کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے، اسے

---

① ماخوذ از تفسیر ابن أبي حاتم: 3413/10 و تفسير الطبري: 30/160-162. ② صحيح ابن خزيمة، فضل الجمعة، باب ذكر بعض ما خص به يوم الجمعة......: 119/3، حديث: 1735 مختصرًا. ③ تفسير الطبري: 30/160,161.
④ تفسير الطبري: 30/163,164 و الدر المنثور: 6/552,553. ⑤ تفسير البغوي: 5/232.

دیکھ رہے تھے۔'' یعنی ان مومنوں پر جو وہ مظالم ڈھا رہے تھے، ان کا خود مشاہدہ بھی کر رہے تھے۔

﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ ''اور انھوں نے ان سے اس کے علاوہ کسی چیز کا انتقام نہیں لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑا زبردست، نہایت قابلِ تعریف ہے۔'' یعنی ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے تھے جو غالب ہے کہ جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے اس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا اور جو اپنے تمام اقوال و افعال اور شریعت و تقدیر میں قابل ستائش ہے۔ اگرچہ اس نے اپنے ان بندوں کی تقدیر میں وہ کر دیا تھا جو کافروں کے ہاتھوں سے ان پر بیتا لیکن پھر بھی وہ غالب اور قابل ستائش ہے، گو بہت سے لوگوں سے اس کا سبب مخفی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔'' یعنی اس کی پوری صفت یہ ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے، ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' یعنی تمام آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز اس سے غائب نہیں، کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

ساحر، راہب، بچے اور خندقوں میں ڈالے جانے والوں کا قصہ: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبِرَ السَّاحِرُ قَالَ لِلْمَلِكِ: إِنِّي قَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَحَضَرَ أَجَلِي، فَادْفَعْ إِلَيَّ غُلَامًا فَلأُعَلِّمْهُ السِّحْرَ. فَدَفَعَ إِلَيْهِ غُلَامًا، فَكَانَ يُعَلِّمُهُ السِّحْرَ، وَكَانَ بَيْنَ السَّاحِرِ وَبَيْنَ الْمَلِكِ رَاهِبٌ، فَأَتَى الْغُلَامُ عَلَى الرَّاهِبِ، فَسَمِعَ مِنْ كَلَامِهِ فَأَعْجَبَهُ نَحْوُهُ وَكَلَامُهُ، فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ وَقَالَ: مَا حَبَسَكَ؟ وَإِذَا أَتَى أَهْلَهُ ضَرَبُوهُ وَقَالُوا: مَا حَبَسَكَ؟ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ: إِذَا أَرَادَ السَّاحِرُ أَنْ يَّضْرِبَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِي أَهْلِي، وَإِذَا أَرَادَ أَهْلُكَ أَنْ يَّضْرِبُوكَ فَقُلْ: حَبَسَنِيَ السَّاحِرُ.

قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَتَى ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى دَابَّةٍ فَظِيعَةٍ عَظِيمَةٍ وَّقَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَلَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَّجُوزُوا، فَقَالَ: الْيَوْمَ أَعْلَمُ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ أَمْ أَمْرُ السَّاحِرِ، فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ وَأَرْضٰى لَكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ، فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰى يَجُوزَ النَّاسُ. وَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا، وَمَضَى النَّاسُ، فَأَخْبَرَ الرَّاهِبَ بِذٰلِكَ، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ! أَنْتَ أَفْضَلُ مِنِّي، وَإِنَّكَ سَتُبْتَلٰى، فَإِنِ ابْتُلِيتَ، فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ.

فَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ (وَالْأَبْرَصَ) وَسَائِرَ الْأَدْوَاءِ وَيَشْفِيهِمْ، وَكَانَ جَلِيسٌ لِّلْمَلِكِ فَعَمِيَ، فَسَمِعَ بِهِ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ: اشْفِنِي وَلَكَ مَا هَاهُنَا أَجْمَعُ. فَقَالَ: مَا أَشْفِي أَنَا أَحَدًا، إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِهِ، دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ. فَآمَنَ فَدَعَا اللّٰهَ لَهُ فَشَفَاهُ، ثُمَّ أَتَى الْمَلِكَ، فَجَلَسَ مِنْهُ

نَحوَ مَا كَانَ يَجلِسُ، فَقَالَ لَهُ المَلِكُ: يَا فُلَانُ! مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ فَقَالَ: رَبِّى. قَالَ: أَنَا. قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ رَبِّى وَرَبُّكَ اللّٰهُ، قَالَ: أَوَلَكَ رَبٌّ غَيرِى؟ قَالَ: نَعَم (رَبِّى وَرَبُّكَ اللّٰهُ). فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الغُلَامِ، فَبَعَثَ إِلَيهِ فَقَالَ: أَى بُنَيَّ! قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحرِكَ أَنْ تُبرِئَ الأَكمَهَ وَالأَبرَصَ وَهٰذِهِ الأَدوَاءَ، قَالَ: مَا أَشفِى أَنَا أَحَدًا، (إِنَّمَا يَشفِى اللّٰهُ) عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: أَنَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَوَلَكَ رَبٌّ غَيرِى؟ قَالَ: نَعَم، رَبِّى وَرَبُّكَ اللّٰهُ. فَأَخَذَهُ أَيضًا بِالعَذَابِ، فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ، فَأُتِىَ بِالرَّاهِبِ، فَقَالَ: اِرجِعْ عَنْ دِينِكَ. فَأَبٰى، فَوَضَعَ المِنشَارَ فِى مَفرِقِ رَأْسِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، وَقَالَ لِلأَعمٰى: اِرجِعْ عَنْ دِينِكَ. فَأَبٰى، فَوَضَعَ المِنشَارَ فِى مَفرِقِ رَأْسِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ فِى الأَرضِ.

وَقَالَ لِلغُلَامِ: اِرجِعْ عَنْ دِينِكَ. فَأَبٰى، فَبَعَثَ بِهٖ مَعَ نَفَرٍ إِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: إِذَا بَلَغتُمْ ذُروَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهٖ، وَإِلَّا فَدَهْدِهُوهُ مِنْ فَوقِهٖ. فَذَهَبُوا بِهٖ، فَلَمَّا عَلَوا بِهِ الجَبَلَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ! اِكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئتَ. فَرَجَفَ بِهِمُ الجَبَلُ فَدُهْدِهُوا أَجمَعُونَ، وَجَاءَ الغُلَامُ يَتَلَمَّسُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى المَلِكِ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَصحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ. فَبَعَثَ بِهٖ مَعَ نَفَرٍ فِى قُرقُورٍ، فَقَالَ: إِذَا لَجَجتُمْ بِهِ البَحرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهٖ وَإِلَّا فَغَرِّقُوهُ، فَلَجَّجُوا بِهِ البَحرَ، فَقَالَ الغُلَامُ: اَللّٰهُمَّ! اِكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئتَ. فَغَرِقُوا أَجمَعُونَ، وَجَاءَ الغُلَامُ يَتَلَمَّسُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى المَلِكِ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَصحَابُكَ؟ قَالَ: كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ. ثُمَّ قَالَ لِلمَلِكِ: إِنَّكَ لَستَ بِقَاتِلِى حَتّٰى تَفعَلَ مَا آمُرُكَ بِهٖ، فَإِنْ أَنتَ فَعَلتَ مَا آمُرُكَ بِهٖ قَتَلتَنِى، وَإِلَّا فَإِنَّكَ لَا تَستَطِيعُ قَتلِى. قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: تَجمَعُ النَّاسَ فِى صَعِيدٍ (وَّاحِدٍ)، ثُمَّ تَصلِبُنِى عَلٰى جِذعٍ فَتَأْخُذُ سَهمًا مِّنْ كِنَانَتِى، ثُمَّ قُلْ: بِاسمِ اللّٰهِ رَبِّ الغُلَامِ، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلتَ ذٰلِكَ قَتَلتَنِى.

فَفَعَلَ وَوَضَعَ السَّهمَ فِى كَبِدِ قَوسِهٖ، ثُمَّ (رَمَاهُ) وَقَالَ: بِاسمِ اللّٰهِ رَبِّ الغُلَامِ، (فَوَقَعَ السَّهمُ) فِى صُدغِهٖ، فَوَضَعَ الغُلَامُ يَدَهُ عَلٰى مَوضِعِ السَّهمِ وَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الغُلَامِ. فَقِيلَ لِلمَلِكِ: أَرَأَيتَ مَا كُنتَ تَحذَرُ؟ فَقَدْ وَاللّٰهِ! نَزَلَ بِكَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَأَمَرَ بِأَفوَاهِ السِّكَكِ (فَخُدَّتْ) فِيهَا (الأَخَادِيدُ) وَأُضرِمَتْ فِيهَا النِّيرَانُ، وَقَالَ: مَنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهٖ فَدَعُوهُ وَإِلَّا فَأَقحِمُوهُ فِيهَا. قَالَ: فَكَانُوا يَتَعَادَوْنَ فِيهَا وَيَتَدَافَعُونَ، فَجَاءَتِ امرَأَةٌ بِابنٍ لَّهَا تُرضِعُهُ، فَكَأَنَّهَا تَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِى النَّارِ، فَقَالَ الصَّبِىُّ: يَا أُمَّهْ! اصبِرِى، فَإِنَّكِ عَلَى الحَقِّ]

”تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا، اس کا ایک جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور موت قریب آ گئی ہے، لہٰذا ایک بچہ میرے سپرد کر دو تاکہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ بادشاہ نے ایک بچہ اس کے سپرد کر دیا اور اس نے بچے کو جادو سکھانا شروع کر دیا۔ جادوگر اور بادشاہ کے درمیان ایک

راہب بھی رہتا تھا، بچہ راہب کے پاس گیا اور اس نے اس کی گفتگو سنی تو اسے اس کا طریقہ اور گفتگو بہت اچھی لگی، جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو جادوگر اسے مارتا اور پوچھتا کہ دیر سے کیوں آئے ہو۔ اسی طرح جب وہ اپنے گھر جاتا تو گھر والے بھی مارتے اور پوچھتے کہ دیر سے کیوں آئے ہو۔ اس نے اس کی راہب سے شکایت کی تو راہب نے کہا کہ جب جادوگر تمھیں مارنے لگے تو اس سے کہہ دیا کرو کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور اسی طرح جب گھر والے مارنے لگیں تو کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر کے پاس ہی دیر ہوگئی تھی۔ اس طرح دن گزرتے رہے۔

ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے اور خوفناک جاندار نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے اور لوگ اس کے خوف کی وجہ سے راستہ عبور نہیں کر سکتے، اس نے ایک پتھر پکڑا اور کہا: اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ جادوگر کے معاملے کی نسبت تجھے زیادہ پسند اور زیادہ راضی کرنے والا ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے تاکہ لوگ راستے سے گزر جائیں، یہ کہہ کر اس نے پتھر پھینکا اور اس جانور کو ہلاک کر دیا، راستہ صاف ہو گیا اور لوگ گزرنے لگ گئے۔ اس نے راہب کو یہ خبر دی تو اس نے کہا: اے میرے بیٹے! اب تم مجھ سے بھی بڑھ کر ہو اور یقیناً عنقریب تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے، چنانچہ اگر تم آزمائے جاؤ تو میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ اب یہ بچہ مادر زاد اندھے، پھلبہری (ایک بیماری جس سے بدن پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں) اور دیگر بیماریوں میں مبتلا مریضوں کا علاج کرتا اور انھیں شفا نصیب ہو جاتی تھی۔ بادشاہ کا ایک ہم نشین تھا، وہ اندھا ہو گیا، اس نے اس بچے کی شہرت سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے تحائف لے کر آیا، اس نے کہا کہ مجھے شفا دے دو تو یہ تمام سامان تمھارا ہو گا۔ بچے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمھیں شفا عطا فرما دے گا۔ چنانچہ وہ ایمان لے آیا، بچے نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔

یہ شخص اب بادشاہ کے پاس جا کر اسی طرح بیٹھنے لگا جس طرح پہلے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: اے فلاں! تمھاری نظر کو کس نے درست کر دیا؟ اس نے جواب دیا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے پوچھا: میں نے! اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس نے جو میرا بھی اور تیرا بھی رب ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور بھی رب ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اس کے بعد بادشاہ اسے سزا دیتا رہا حتی کہ اس نے بچے کے بارے میں بتا دیا۔ بادشاہ نے بچے کو بلایا اور کہا کہ اے بیٹا! اب تمھارا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تم نے مادر زاد اندھے، پھلبہری اور دوسری بیماریوں کا علاج کر کے بیماروں کو شفا دینا شروع کر دی ہے۔ بچے نے جواب دیا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا دینا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، بادشاہ نے کہا: میرا کام ہے! بچے نے جواب دیا: نہیں۔

بادشاہ نے پوچھا تو پھر کیا میرے سوا تیرا کوئی اور بھی رب ہے؟ بچے نے جواب دیا: ہاں، میرا اور تیرا رب تو اللہ ہے، بادشاہ اسے پکڑ کر سخت تکلیفیں دیتا رہا یہاں تک کہ بچے نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اب راہب کو لایا گیا،

بادشاہ نے اس سے کہا کہ اپنے دین سے باز آ جاؤ تو اس نے انکار کر دیا، بادشاہ نے اس کے سر پر آرا رکھ کر اسے دو لخت کر دیا۔ بادشاہ نے اس نابینے شخص سے بھی کہا کہ اپنے اس دین کو چھوڑ دو، اس نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس کے سر پر آرا رکھ کر اسے بھی چیر دیا حتی کہ اس کے جسم کے دو حصے ہو کر زمین پر گر گئے، اب اس نے اس بچے سے کہا کہ تم بھی اپنے دین کو ترک کر دو، اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اسے ایک جماعت کے سپرد کر کے ایک پہاڑ کی طرف بھیج دیا اور کہا کہ جب تم اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو (اس بچے سے پوچھو کہ کیا تو اپنا دین چھوڑتا ہے؟) اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو بہتر ورنہ اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دو۔ وہ اسے لے گئے اور جب اسے لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو بچے نے دعا کی: [اَللّٰهُمَّ! اِكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ] ''اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں، جیسے تو چاہے، مجھے کافی ہو جا۔''

اس سے پہاڑ لرزنے لگا اور وہ سب کے سب نیچے گر گئے (اور مر گئے)، بچہ صحیح سلامت واپس آ گیا حتی کہ وہ بادشاہ کے دربار میں داخل ہوا، بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (کیا انھوں نے تجھے پہاڑ کی چوٹی سے نہیں گرایا؟) بچے نے جواب دیا کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہو گیا، بادشاہ نے اسے ایک اور جماعت کے ساتھ ایک طویل و عریض کشتی پر سوار کرایا اور کہا کہ جب تم اسے لے کر سمندر کے درمیان میں پہنچ جاؤ تو (اس سے پوچھو) اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو ٹھیک ورنہ اسے سمندر میں غرق کر دو۔ وہ اسے لے کر جب سمندر میں داخل ہوئے تو بچے نے پھر وہی دعا کی: ''اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں، جیسے تو چاہے، مجھے کافی ہو جا۔'' چنانچہ وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔

بچہ صحیح سلامت واپس آ گیا یہاں تک کہ وہ بادشاہ کے دربار میں داخل ہوا، بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (کیا انھوں نے تجھے سمندر میں نہیں پھینکا؟) بچے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھے کافی ہو گیا، پھر بچے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک تو وہ کام نہ کر لے جس کا میں تجھے حکم دوں، اگر تو نے وہ کام کیا تو تو مجھے قتل کر سکتا ہے ورنہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا، بادشاہ نے پوچھا: وہ کیا ہے۔ بچے نے جواب دیا کہ سب لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کر، پھر مجھے ایک درخت کے تنے کے ساتھ لٹکا اور میرے ہی ترکش سے ایک تیر نکال اور پھر یہ پڑھ (کر مجھے تیر مار:) [بِاسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ] ''بچے کے رب، اللہ کے نام سے۔'' اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا، تیر کو کمان کے درمیان رکھا، پھر بچے کی طرف تیر پھینکا اور کہا: [بِاسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ] تیر بچے کی کنپٹی پر لگا، بچے نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں اسے تیر لگا تھا اور پھر وہ فوت ہو گیا۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ہم اس بچے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ سے کہا گیا: دیکھ وہی ہوا جس سے تو ڈرتا تھا، اب تو سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، بادشاہ نے حکم دیا تو تمام گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودی گئیں، ان میں آگ جلا دی گئی، بادشاہ نے کہا کہ جو اپنے دین سے باز آ جائے تو اسے چھوڑ دو ورنہ اسے اس میں پھینک دو، لوگوں نے دوڑتے ہوئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر ان خندقوں میں چھلانگیں لگانا شروع

کردیں۔ ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ آئی وہ آگ میں چھلانگ لگانے سے جھجکی تو بچہ بول اٹھا: اماں! صبر کر، تو یقیناً حق پر ہے۔''[1] امام مسلم نے بھی ''صحیح'' کے آخر میں اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] امام محمد بن اسحاق بن یسار نے ''سیرت'' میں اس قصے کو ایک دوسرے انداز میں بیان کیا ہے جو مذکورہ بالا تفصیل سے قدرے مختلف ہے۔

اس قصے کو بیان کرنے کے بعد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بچے کے قتل کے بعد اہل نجران نے بچے کے دین، یعنی دین نصرانیت کو قبول کر لیا تو ذونواس اپنے لشکر سمیت ان کے پاس آیا اور اس نے انھیں دعوت دی کہ یہودیت کو قبول کر لو یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ تو ان لوگوں نے یہودیت کو قبول کرنے کے بجائے قتل ہونے کو ترجیح دی جس پر اس نے انھیں آگ میں جلایا اور تلوار سے ان کا قتل عام اور مثلہ کیا حتی کہ بیس ہزار کے قریب انسان قتل ہوئے، چنانچہ ذونواس اور اس کے لشکر کے بارے ہی میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑧ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑨ ﴾ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے، بڑی ایندھن والی آگ والے تھے، جبکہ وہ ان (خندقوں کے کناروں) پر بیٹھے تھے اور وہ جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے، اور انھوں نے ان (مومنوں) سے اس کے علاوہ کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑا زبردست، نہایت قابلِ تعریف ہے، وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''[3]

محمد بن اسحاق نے ''سیرت'' میں یہی ذکر کیا ہے کہ جس نے خندقوں میں لوگوں کو قتل کیا تھا وہ ذونُواس تھا اور اس کا نام زُرعہ تھا لیکن اپنے دورِ حکومت میں وہ یوسف کہلاتا تھا اور وہ تُبّان اسعد ابو کَرِب کا بیٹا تھا[4] اور تُبّان اسعد ابو کَرِب ہی وہ تُبَّع ہے جس نے مدینہ پر حملہ کیا اور کعبہ کو غلاف پہنایا تھا اور یہ اپنے ساتھ مدینہ سے دو یہودی عالم لے گیا تھا جن کے ہاتھ پر اہل یمن کے کچھ لوگوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے تفصیل سے لکھا ہے۔[5]

ذونواس نے ایک ہی صبح خندقوں میں بیس ہزار انسانوں کو قتل کرا دیا تھا۔ ان میں سے صرف ایک ہی انسان بچا تھا، جسے دَوس ذوثُعلُبان کہا جاتا تھا، وہ اپنے گھوڑے پر بھاگ نکلا، انھوں نے اس کا تعاقب تو کیا مگر اسے پکڑ نہ سکے، وہ بھاگ کر شام (روم) کے بادشاہ قیصر کے پاس چلا گیا، اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو بھی خط لکھا تو اس نے ارياط اور

---

① مسند أحمد: 6/16-18 البتہ قوسوں والے الفاظ مسلم کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں، جبکہ لفظ (اَلْأُخَادِیْدُ) السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ ﴾ :6/510-512، حدیث: 11661 کے مطابق ہے۔ ② صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب قصة أصحاب الأخدود......، حدیث: 3005. ③ دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، خبر عبد اللّٰه بن الثامر وقصة أصحاب الأخدود: 1/36،37 والسیرة النبویة لابن هشام، أمر عبداللّٰه بن الثامر......: 1/34-36. ④ دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، خبر لَخُنیعَة وذی نواس: 1/32،33 والسیرة النبویة لابن هشام، وثوب لخنیعة ذی شناتر......: 1/30،31. ⑤ دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، استیلاء أبی کرب تبّان......: 1/25-30 والسیرة النبویة لابن هشام، استیلاء أبی کرب تبّان أسعد......: 1/20-27.

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝11

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے ⑪ بے شک

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝12 اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝13 وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝14 ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝15

آپ کے رب کی پکڑ نہایت سخت ہے ⑫ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا ⑬ اور وہ بڑا بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے ⑭ وہ عرش

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝16 هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝17 فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝18 بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝19

کا مالک، اونچی شان والا ہے ⑮ جو چاہے کر گزرتا ہے ⑯ کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ ⑰ (یعنی) فرعون اور ثمود کی ⑱ بلکہ کافر تو جھٹلانے

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝20 بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝21 فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝22 ع 1/22/10

میں لگے ہوئے ہیں ⑲ اور اللہ ہر طرف سے انھیں گھیرے ہوئے ہے ⑳ بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے ㉑ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے ㉒

ابرہہ کی قیادت میں حبشہ کے عیسائیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا جس نے یمن کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچایا۔ ذونواس بھاگ کر سمندر میں کود گیا اور اسی میں غرق ہوگیا۔[1] اس طرح یمن کی بادشاہت ستر سال تک حبشہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں رہی، پھر سیف بن ذی یزن حمیری نے یمن کو عیسائیوں کے ہاتھ سے واپس لیا۔ اس نے ایران کے بادشاہ کسریٰ سے بھی مدد طلب کی تھی، کسریٰ نے اس کی مدد کے لیے ان لوگوں کو بھیج دیا جو جیل خانوں میں تھے اور ان کی تعداد سات سو کے قریب تھی، اس نے یمن کو فتح کر لیا اور پھر سے وہاں حمیر کی حکومت قائم ہوگئی۔[2] ہم اس سلسلے کی کچھ مزید تفصیل سورۂ فیل (105) کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

اصحاب الاخدود کی سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ”بے شک جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ستایا۔“ یعنی انھیں آگ میں جلایا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور ابن ابزیٰ کا قول ہے۔[3] ﴿ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا﴾ ”پھر انھوں نے توبہ نہ کی۔“ یعنی اپنے فعل سے باز نہ آئے اور جو کچھ کیا اس پر نادم نہ ہوئے۔ ﴿فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝10﴾ ”تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے۔“ تاکہ ان کو سزا ان کے جنس عمل کے مطابق دی جائے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کا تو ملاحظہ کرو کہ انھوں نے تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو قتل کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ انھیں توبہ و مغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔

---

① دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، فرار دَوس ذی ثُعلُبان......:39,38/1 و السیرة النبویة لابن هشام، أمر دوس ذی ثعلبان ......:37/1. ② دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، خروج سیف بن ذی یزن......:52/1-56 و السیرة النبویة لابن هشام، خروج سیف بن ذی یزن...... :62/1-69 البتہ مذکورہ حوالوں میں ہے کہ یمن کی بادشاہت حبشہ کے بادشاہ کے پاس بہتر سال تک رہی، نیز مذکور حوالوں میں یہ بھی ہے کہ کسریٰ نے سیف بن ذی یزن حمیری کی مدد کے لیے جیل خانوں سے آٹھ سو افراد کو بھیجا تھا۔ ③ تفسیر الطبری: 167,166/30 و 172 و الدر المنثور:554,553/6 .

تفسیر آیات:11-22

نیک لوگوں کے لیے جزا اور کافروں کے لیے سخت سزا: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ ﴿ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔'' برخلاف اس کے جو اس نے اپنے دشمنوں کے لیے جہنم اور جلانے والا عذاب تیار کیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ⑪ ﴾ ''یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ⑫ ﴾ ''بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے۔'' یعنی ان دشمنوں کے لیے جنھوں نے اس کے رسولوں کی تکذیب کی اور اس کے حکم کی مخالفت کی، اس کی پکڑ اور اس کا انتقام بہت شدید ہے کیونکہ وہ بہت ہی طاقت ور اور مضبوط ہے، وہ جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے وہ چشم زدن میں بلکہ اس سے بھی جلد ہو جاتا ہے، اس لیے اس نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ⑬ ﴾ ''بلاشبہ وہی (انسان کی) ابتدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔'' یعنی اس کی قوت اور قدرت کاملہ کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور پھر بلا روک ٹوک وہی دوبارہ بھی اسی طرح پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا۔

﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ⑭ ﴾ ''اور وہ بڑا بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔'' یعنی جو توبہ کرے اور اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرے اسے وہ معاف فرما دیتا ہے، خواہ گناہ کسی بھی قسم کا ہو اور ﴿ الْوَدُوْدُ ⑭ ﴾ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی اہل علم نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی محبت کرنے والا کے ہیں۔① ﴿ ذُو الْعَرْشِ ﴾ ''عرش کا مالک۔'' یعنی وہ ایسے عظیم عرش کا مالک ہے جو تمام مخلوقات سے بلند ہے، ﴿ الْمَجِيْدُ ⑮ ﴾ ''بڑی شان والا'' اسے دو طرح پڑھا گیا ہے: (1) پیش کے ساتھ ﴿ الْمَجِيْدُ ⑮ ﴾ کہ یہ رب تعالیٰ کی صفت ہے اور (2) زیر کے ساتھ [اَلْمَجِيدِ] کہ یہ عرش کی صفت ہے اور معنی کے اعتبار سے یہ دونوں قراء تیں صحیح ہیں۔ ﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ⑯ ﴾ ''جو چاہے کر گزرتا ہے۔'' یعنی وہ جو ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، وہ جو کرتا ہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا، اس کی عظمت و شوکت اور حکمت و عدل کے سامنے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ ان کو مرض الموت میں پوچھا گیا: کیا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلائیں۔ انھوں نے فرمایا: طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر اس نے آپ سے کیا کہا۔ فرمایا: اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ بے شک میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔②

﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ⑰ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ⑱ ﴾ ''کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی۔'' یعنی کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا سزا دی اور ان پر کیسا خوفناک عذاب نازل کیا جسے ان سے کوئی بھی دور نہ کر سکا؟ یہ گویا ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ⑫ ﴾ ''بے شک آپ کے رب کی پکڑ

---

① تفسير الطبري: 174/30. ② حلية الأولياء، أبوبكر الصديق رضي الله عنه: 69,68/1، رقم: 77 و تفسير القرطبي: 297/19.

نہایت سخت ہے۔'' کی تفسیر ہے کہ وہ جب کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو نہایت دردناک اور سخت ترین طریقے سے پکڑتا ہے جیسے کوئی غالب اور نہایت طاقت ور پکڑتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿19﴾ ﴾ ''بلکہ وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔'' یعنی وہ شک و ریب اور کفر و عناد میں مبتلا ہیں، ﴿ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿20﴾ ﴾ ''اور اللہ انھیں ان کے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ بھی ان پر قادر اور غالب ہے، وہ اللہ کے حکم کو نہ ٹال سکتے ہیں اور نہ اسے عاجز کر سکتے ہیں۔ ﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿21﴾ ﴾ ''بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے۔'' ﴿ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿22﴾ ﴾ ''لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔'' یعنی قرآن ملاء اعلیٰ میں ہے اور ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہے۔

سورۂ بروج کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر
سُورۂ طارِق

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ③ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی ①اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے؟② وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے③ کوئی جان ایسی نہیں جس

لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ④ فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخۡرُجُ

پر کوئی نگہبان نہ ہو④ چنانچہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے⑤ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے⑥ جو پیٹھ اور سینے کی

مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ⑨

ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے⑦ بے شک وہ (اللہ) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے⑧ جس دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے⑨ تو انسان

فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩

کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا⑩

نماز مغرب میں سورۂ طارق کی قراءت کی ترغیب: امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ اورسورۂ نساء پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ ؟ مَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقْرَأَ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (وَنَحْوِهَا)؟] ''معاذ! کیا فتنے میں ڈالتے ہو؟ کیا تمھیں یہ کافی نہ تھا کہ ﴿ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① ﴾ ، ﴿ وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ① ﴾ اور اس طرح کی دیگر سورتیں پڑھ لو؟''[1]

تفسیر آیات:1-10

اللہ تعالیٰ کا نظام انسان کا احاطہ کیے ہوئے ہے: اللہ تعالیٰ آسمان اور جو اس نے اس میں روشن ستارے بنائے ہیں، ان کی قسم کھا رہا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① ﴾ ''قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی!'' پھر فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔'' پھر اس کی تفسیر آپ نے اس فرمان: ﴿ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ③ ﴾ ''وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔'' کے ساتھ کی۔ قتادہ اور دیگر کئی مفسرین نے فرمایا ہے کہ ستارے کا نام طارق اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ رات کو نظر آتا ہے اور دن کو چھپ جاتا ہے۔[2] اس کی تائید

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورۃ الطارق: 512/6، حدیث: 11664 البتہ قوسین والا لفظ بھی السنن الکبریٰ للنسائی: 515/6، حدیث: 11674 کے مطابق ہے۔ ② تفسیر الطبری: 177/30 .

ایک صحیح حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: [نَهٰى أَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهٗ (طُرُوقًا)] ''نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص (سفر سے واپسی پر) رات کے وقت (اچانک) اپنے گھر میں آئے۔''①

فرمان الٰہی: ﴿ اَلثَّاقِبُ ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روشن کے بیان فرمائے ہیں۔② عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں روشن اور شیطان کو جلانے والا۔③ ﴿ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴾ ''نہیں ہے کوئی جان مگر اس پر ایک نگہبان (مقرر) ہے۔'' یعنی ہر نفس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے جو آفتوں اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ (الرعد 11:13) ''اس (انسان) کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

انسانی پیدائش کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴾ ''پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔'' انسان کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اس کی اصل اور جوہر کس قدر کمزور ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا ہے، اس طرح انسان کی درحقیقت رہنمائی کی گئی ہے کہ وہ اعتراف کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے کیونکہ جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بالاولیٰ قادر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴾ ''وہ تیزی سے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔'' یعنی منی سے جو مرد اور عورت سے اچھل کر نکلتی ہے، پھر ان دونوں کی منی سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴾ ''جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔'' یعنی مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے۔ شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ پانی مرد کی پشت سے نکلتا ہے اور عورت کے سینے سے، عورت کا پانی پیلے رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور بچہ دونوں پانیوں سے پیدا ہوتا ہے۔④

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴾ ''بے شک وہ (اللہ) اسے لوٹانے پر یقیناً قادر ہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ جس نے انسانوں کو اس اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا فرمایا، وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے اور آخرت کے لیے اٹھانے پر بھی قادر ہے کیونکہ جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ دوبارہ پیدا کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل

---

① مسند أحمد: 175/1 عن سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، النكاح، باب لا يطرق أهله ليلا ......، حديث: 5243 و صحيح مسلم، الإمارة، باب كراهة الطروق ......، حديث: (183)-715، بعد الحديث: 1928 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② تفسير الطبري: 178/30. ③ تفسير الطبري: 178/30. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3415/10.

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا

قسم ہے بار بار بارش برسانے والے آسمان کی ⑪ اور پھٹنے والی زمین کی ⑫ بے شک یہ (قرآن) یقیناً قولِ فیصل ہے ⑬ اور یہ ہنسی مذاق نہیں

هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ

ہے ⑭ بے شک وہ (کافر) کچھ چالیں چلتے ہیں ⑮ اور میں بھی ایک چال چلتا ہوں ⑯ تو (اے نبی!) آپ ان کافروں کو (ان کے حال پر)

ع 1 17 11 اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰

چھوڑ دیں، انھیں تھوڑی سی مہلت دیں ⑰

کو قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر بیان فرمایا ہے۔

قیامت کے دن انسان کو قدرت و نصرت حاصل نہ ہوگی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨﴾ ''جس دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن دلوں کے بھید ظاہر اور نمایاں کر دیے جائیں گے اور پوشیدہ چیزیں آشکارا اور چھپی ہوئی باتیں مشہور ہو جائیں گی۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [......يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ (عِنْدَاسْتِهِ)،(يُقَالُ:) هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ] ''......ہر عہد شکن کی سرین کے پاس جھنڈا گاڑ دیا جائے گا، کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔''[1] ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩﴾ ''تو اس (انسان) کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مدد گار ہوگا۔'' یعنی قیامت کے دن نہ تو انسان کے اپنے ہی نفس میں کوئی قوت ہوگی اور نہ باہر ہی سے کوئی اس کا مدد گار ہوگا، اس لیے نہ تو وہ خود ہی اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکے گا اور نہ کوئی اور اسے اس عذاب سے بچانے کی طاقت رکھے گا۔

تفسیر آیات:11-17

﴿الرَّجْعِ﴾ اور ﴿الصَّدْعِ﴾ کا مفہوم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿الرَّجْعِ ⑪﴾ کے معنی بارش کے ہیں۔[2] آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ اس کے معنی اس بادل کے ہیں جس میں بارش ہو۔[3] اور آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ اس کے معنی ہیں آسمان کی قسم جو بار بار مینہ برساتا ہے۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو ہر سال بندوں کے رزق کو لوٹاتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو لوگ ہلاک ہو جائیں اور ان کے مویشی بھی۔[5] ﴿وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫﴾ ''اور زمین کی قسم! جو پھٹنے والی ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے زمین کا نباتات کے لیے پھٹنا مراد ہے۔[6]

① صحيح البخاري، الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم، حديث :6177 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحريم الغدر، حديث :1735 واللفظ له. البتہ پہلی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم ہی کی حدیث:1738 عن أبي سعید رضی اللہ عنہ اور دوسری قوسین والا لفظ بخاری شریف کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔ ② تفسير عبدالرزاق :416/3، رقم:3571. ③ تفسير الطبري :185/30. ④ تفسير ابن أبي حاتم :3415/10. ⑤ تفسير الطبري :186/30. ⑥ تفسير الطبري :186/30.

سعید بن جبیر، عکرمہ، ابو مالک، ضحاک، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴾ ''بے شک یہ (قرآن) یقیناً قولِ فیصل ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن حق ہے۔[2] امام قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3] اور بعض دوسرے لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ یہ حکم عدل پر مبنی ہے۔[4] ﴿ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴾ ''اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے۔'' بلکہ بالکل مبنی برحق ہے۔ پھر کافروں کے بارے میں بتایا کہ وہ اس کی تکذیب کرتے اور اس کے راستے سے روکتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴾ ''بے شک وہ (کافر) کچھ چالیں چلتے ہیں۔'' یعنی قرآن کے خلاف لوگوں کو دعوت دینے کے لیے تدبیریں کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''تو آپ کافروں کو مہلت دیں۔'' یعنی انھیں ڈھیل دیں اور ان کے لیے جلدی نہ کریں، ﴿ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴾ ''انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔'' پھر آپ دیکھ لیں گے کہ میں انھیں کس طرح کے عذاب، سزا اور تباہی و بربادی میں مبتلا کرتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ ﴾ (لقمٰن 31:24) ''ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیتے ہیں، پھر ہم انھیں سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔''

سورۂ طارق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

[1] تفسیر الطبری: 187,186/30 والدر المنثور: 562,561/6. [2] تفسیر الطبری: 187/30. [3] تفسیر الطبری: 187/30. [4] تفسیر الماوردی: 249/6 عن الضحاك رحمہ اللہ.

تفسیر سورۂ اعلیٰ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ① الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ② وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ③ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ

آپ اپنے سب سے بلندرب کے نام کی تسبیح کریں① جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا② اور جس نے اندازہ کیا پھر ہدایت دی③ اور جس

الۡمَرۡعٰی ④ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ⑤ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ⑥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ

نے (زمین سے) چارا نکالا④ پھر اسے خشک سیاہ کوڑا کرکٹ بنادیا⑤ ہم جلد آپ کو پڑھائیں گے، پھر آپ نہ بھولیں گے⑥ مگر جو اللہ چاہے،

الۡجَہۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ⑦ وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ⑧ فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ⑨ سَیَذَّکَّرُ مَنۡ

بے شک وہ ظاہر کو جانتا ہے اور مخفی کو بھی⑦ اور ہم آپ کو آسان (راستے) کی توفیق دیں گے⑧ پھر آپ نصیحت کیجیے اگر نصیحت نفع دے⑨ جو ڈرتا

یَّخۡشٰی ⑩ وَ یَتَجَنَّبُہَا الۡاَشۡقَی ⑪ الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی ⑫ ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا

ہے وہ ضرور نصیحت قبول کرے گا⑩ اور انتہائی بدبخت ہی اس سے دور رہے گا⑪ جو بہت بڑی آگ میں جائے گا⑫ پھر اس میں نہ وہ مرے

وَ لَا یَحۡیٰی ⑬

گا اور نہ جیے گا⑬

سورۂ اعلیٰ کی فضیلت: یہ سورت مکی ہے، یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہمارے پاس سب سے پہلے آنے والے حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے، انھوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا، پھر عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہم آئے، پھر بیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے نہیں دیکھا کہ مدینہ والوں کو کبھی اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی خوشی انھیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے ہوئی تھی حتی کہ میں نے دیکھا کہ ننھی بچیاں اور چھوٹے بچے بھی خوشی و مسرت کے باعث کہہ رہے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، آپ جب تشریف لائے تو میں نے ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ①﴾ اور اس طرح کی دوسری سورتیں پڑھ لی تھیں۔[1]

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب سورۃ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ①﴾، حدیث: 4941.

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے (جب لوگوں نے ان کی طویل قراءت کی شکایت کی) فرمایا: [فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ وَ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ①﴾ وَ ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ①﴾؟] ''تم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ①﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ①﴾ جیسی سورتیں کیوں نہیں پڑھ لیتے؟''① امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی نمازوں میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ①﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اگر عید جمعے کے دن آجاتی تو پھر بھی آپ عید اور جمعے کی دونوں نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔② اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں، نیز امام ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مسلم اور اہل سنن کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ عیدین اور جمعہ کے دن ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ①﴾ پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات اگر عیدین اور جمعہ یکجا ہو جاتے تو پھر بھی آپ دونوں نمازوں میں انھی دونوں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔③ امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم کی احادیث بیان کی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾، ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ①﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ①﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ معوذتین بھی پڑھا کرتے تھے۔④

تفسیر آیات: 1-13

تسبیح کا حکم اور اس کا جواب: امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ ''آپ اپنے سب سے بلند رب کے نام کی تسبیح کریں۔'' پڑھتے تو فرماتے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] ''پاک ہے میرا رب بلند تر۔''⑤ امام ابن جریر نے ابو اسحاق ہمدانی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ پڑھتے تو کہتے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] اسی طرح آپ سورۂ قیامہ کی آخری آیت: ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ①﴾ (القيمة 40:75) ''کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو

① صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 705 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: (179)-465 عن جابر بن عبدالله الأنصاري رضي الله عنه. تفسیر ابن کثیر میں [فَلَوْلَا] کے بجائے [هَلَّا] کا لفظ ہے جو ہمیں کتب احادیث میں نہیں ملا۔ ② مسند أحمد: 271/4. ③ صحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، حديث: 878 وسنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقرأبه في الجمعة، حديث: 1122 وجامع الترمذي، الجمعة، باب ما جاء في القراءة في العيدين، حديث: 533 وسنن النسائي، الجمعة، باب ذكر الاختلاف على النعمان ابن بشير......، حديث: 1425 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ما جاء في القراءة في صلاة العيدين، حديث: 1281. ④ مسند أحمد 123/5 عن أبي بن كعب رضي الله عنه و 299/1 عن ابن عباس رضي الله عنه و 406/3 عن ابن أبزى رضي الله عنه و 227/6 عن عائشة رضي الله عنها. ⑤ مسند أحمد: 232/1.

زندہ کردے؟'' کے بعد کہتے [سُبحَانَكَ وَبَلَى] ''(اے اللہ!) تو پاک ہے، کیوں نہیں! (تو یقیناً قدرت رکھتا ہے۔)''①
قتادہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ پڑھتے تو فرماتے: [سُبحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى]. ②

خلق و تقدیر اور نباتات کا اگانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ②﴾ ''جس نے پیدا کیا، پھر درست بنایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر مخلوق میں سے ہر ایک کو بہت احسن شکل وصورت میں پیدا کیا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ③﴾ ''اور جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت دی۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شقاوت وسعادت کے رستے بتا دیے اور جانوروں کو ان کے چرنے کی جگہوں کا بتا دیا۔③

یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا تھا: ﴿رَبُّنَا الَّذِيٓ أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى○﴾ (طٰہٰ 50:20) ''ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر رہنمائی کی۔'' یعنی اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا اور پھر مخلوق کی اس کی طرف رہنمائی فرمائی جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(إِنَّ اللّٰهَ قَدَّرَ) مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، وَّ(كَانَ) عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کا آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اندازہ مقرر کر دیا تھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔''④

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيٓ أَخْرَجَ الْمَرْعَى ④﴾ ''اور جس نے چارا اگایا۔'' یعنی اس نے نباتات اور فصلوں کی تمام انواع و اقسام کو پیدا فرمایا، ﴿فَجَعَلَهُ غُثَآءً أَحْوَى ⑤﴾ ''پھر اسے سیاہ خس وخاشاک کی طرح بنا دیا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسے اس طرح کوڑا کرکٹ بنا دیا کہ اس کا رنگ تک بدل دیا گیا۔⑤ امام مجاہد، قتادہ اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑥

نبی ﷺ وحی نہیں بھولتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَنُقْرِئُكَ﴾ ''ہم جلد آپ کو پڑھائیں گے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ﴿فَلَا تَنْسَى ⑥﴾ ''پھر آپ نہ بھولیں گے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر اور آپ سے یہ وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس طرح پڑھائے گا کہ آپ کبھی نہ بھولیں گے۔ ﴿إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط﴾ ''مگر جو اللہ چاہے۔'' حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ

① تفسير الطبری: 189/30 وفضائل القرآن لأبي عبيد القاسم بن سلّام، ص: 151، تفسیر طبری میں [سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبَلَى] کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے۔ مزید دیکھیے سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء في الصلاة، حدیث: 884. ② تفسير الطبری: 190/30. ③ تفسير الطبری: 191/30. ④ صحيح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسى صلى الله عليهما وسلم، حدیث: 2653. البتہ مذکورہ حوالے میں پہلی قوسین والے الفاظ کے بجائے [كَتَبَ اللّٰهُ] ''اللہ نے لکھ دیا ہے۔'' ہے اور دوسری قوسین والا لفظ القدر لابن المستفاض: 87/1، حدیث: 85(C.D) کے مطابق ہے۔ ⑤ تفسير الطبری: 191/30. ⑥ تفسير الطبری: 192,191/30.

رسول اللہ ﷺ کچھ نہیں بھولتے تھے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔① یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ﴾ سے مراد یہ ہے کہ آپ نہ بھولیں (مطلب ہے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے،) بنابریں استثنا کے معنی یہ ہیں کہ مگر جو منسوخ ہو جائے، یعنی ہم آپ کو جو پڑھائیں، آپ اسے نہ بھولیں مگر جس بات کو اللہ تعالیٰ اٹھانا چاہے گا تو اسے اگر آپ چھوڑ دیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ﴾ ”بے شک وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو چھپی ہوئی ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے ظاہری حالات کو بھی جانتا ہے اور ان کے چھپے ہوئے اقوال و افعال سے بھی آگاہ ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

﴿ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚۖ﴾ ”اور ہم آپ کو آسان (راستے) کی توفیق دیں گے۔“ یعنی ہم آپ کے لیے بھلائی کے کاموں اور باتوں کو آسان بنا دیں گے اور ہم آپ کو آسان اور سادہ شریعت عطا کریں گے جو بالکل سیدھی اور صحیح ہوگی اور جس میں کوئی ٹیڑھ، دشواری اور مشکل نہ ہوگی۔

نصیحت کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ﴾ ”پھر آپ نصیحت کیجیے اگر نصیحت نفع دے۔“ یعنی جہاں نصیحت نفع دے، وہاں نصیحت کریں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے پھیلانے میں یہ ادب ملحوظ رہے کہ نا اہل کو علم نہ سکھایا جائے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کچھ لوگوں سے ایسی بات کرو جس تک ان کی عقلوں کی رسائی نہ ہو سکے تو وہ بات ان کے بعض کے لیے فتنے کا سبب بنے گی۔② نیز آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں سے ایسی بات کرو جسے وہ جانتے ہوں، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تکذیب کی جائے۔③

﴿ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ﴾ ”عنقریب وہ نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ جو بات پہنچائیں گے تو اس سے وہ شخص ضرور نصیحت پکڑے گا جس کا دل اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور وہ جانتا ہو کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے رب تعالیٰ سے ملنا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ﴾ ”اور انتہائی بد بخت ہی اس سے دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر اس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔“ یعنی وہ مرے گا نہیں کہ مر کر راحت پا لے اور نہ وہ ایسے جیے گا کہ زندگی اس کے لیے نفع بخش ہو بلکہ یہ جینا اس کے لیے سراسر نقصان دہ ہوگا کیونکہ اس زندگی ہی کی وجہ سے اسے اس دردناک عذاب اور طرح طرح کی سزاؤں کا احساس ہوگا جن میں وہ مبتلا ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا لَا يَمُوتُونَ وَلَا يَحْيَوْنَ، وَأَمَّا أُنَاسٌ يُّرِيدُ اللّٰهُ بِهِمُ الرَّحْمَةَ فَيُمِيتُهُمْ فِي النَّارِ، فَيَدْخُلُ عَلَيْهِمْ

① تفسير الطبری: 193/30. ② صحيح مسلم، مقدمة الإمام مسلم، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع، حديث: (14)-5 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. ③ صحيح البخاری، العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم……، حديث: 127.

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَ الْاٰخِرَةُ

یقیناً فلاح پا گیا، جو پاک ہوا⑭ اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی⑮ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو⑯ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور

ع 1 19 12

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ⑲

باقی رہنے والی ہے⑰ بے شک یہ (بات) پہلے صحیفوں میں بھی (کہی گئی) تھی⑱ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں⑲

الشُّفَعاءُ ، فَيَأْخُذُ الرَّجُلُ الضِّبارَةَ(فَيُنْبِتُهُمْ)۔أَوْ قالَ: فَيَنْبُتُونَ (فِي) نَهَرِ الْحَيَاءِ۔ أَوْ قَالَ: الْحَيَوانِ أَوْ قَالَ: الْحَيَاةِ أَوْ قَالَ: نَهَرِ الْجَنَّةِ۔ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ] ''جہنمی نہ مریں گے اور نہ جئیں گے، اللہ تعالیٰ جن لوگوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو انھیں جہنم کی آگ میں موت سے دو چار کر دے گا، پھر ان پر شفاعت کنندگان داخل ہوں گے تو آدمی ایک گروہ کو لے کر اگائے گا یا فرمایا کہ وہ نہر حیا یا فرمایا کہ نہر حیوان یا فرمایا کہ نہر حیات یا فرمایا کہ نہر جنت میں اس طرح اگیں گے جس طرح سیلاب کے خس وخاشاک میں دانے کی انگوری اگتی ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَمَا تَرَوْنَ الشَّجَرَةَ تَكُونُ خَضْرَاءَ، ثُمَّ تَكُونُ صَفْرَاءَ۔ أَوْ قَالَ: تَكُونُ صَفْرَاءَ، ثُمَّ تَكُونُ خَضْرَاءَ] ''کیا تم درخت کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ سبز ہوتا ہے، پھر زرد ہو جاتا ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ زرد ہوتا ہے، پھر سر سبز وشاداب ہو جاتا ہے۔'' یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ گویا بادیہ نشین رہے۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلٰكِنْ أُنَاسٌ۔ أَوْ كَمَا قَالَ۔ تُصِيبُهُمُ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ۔ أَوْ قَالَ: بِخَطَايَاهُمْ -فَيُمِيتُهُمْ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا صَارُوا فَحْمًا أُذِنَ فِي الشَّفَاعَةِ، فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ (فَبُثُّوا) عَلٰى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ، فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ] ''جو ہمیشہ کے لیے جہنمی ہوں گے، وہ تو جہنم میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ ۔ یا جس طرح آپ نے فرمایا۔ جنھیں ان کے گناہوں یا آپ نے فرمایا کہ خطاؤں کی وجہ سے آگ میں ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایک بار انھیں موت دے دے گا حتی کہ جب وہ کوئلے کی طرح ہو جائیں گے تو ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی، چنانچہ انھیں گروہ در گروہ لایا جائے گا اور جنت کی نہروں میں بکھیر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اے جنت والو! تم ان پر پانی ڈالو تو وہ اس طرح اگ آئیں گے جیسے سیلاب کے خس وخاشاک میں دانے کی انگوری اگتی ہے۔'' یہ ارشاد سن کر ایک آدمی کہنے لگا کہ اس مثال کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نبی کریم ﷺ بادیہ نشین رہے ہیں۔ ② اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

---

① مسند أحمد: 5/3 . البتہ مذکورہ حوالے میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [فَيَبُثُّهُمْ] ''تو وہ انھیں پھیلائے گا'' اور دوسری قوسین والے لفظ کے بجائے [عَلٰى] ہے جبکہ بعض نسخوں میں [فَيُبَثُّونَ عَلٰى] ہے۔ ② مسند أحمد: 11/3 قوسین والا لفظ صحیح مسلم کے آمدہ حوالے کے مطابق ہے۔ ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات الشفاعة...... ، حديث: 185 .

تفسیر آیات:14-19

کامیاب لوگوں کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰىۙ ﴾ ”بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہوا۔“ یعنی جس نے اپنے نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کر لیا اور اس کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیۡہِ پر نازل فرمایا ہے، ﴿ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ ﴾ ”اور اپنے پروردگار کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے حصول، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کی شریعت کی تابعداری کے لیے نماز کو بروقت ادا کرتا رہا۔ روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لوگوں کو صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیتے اور اس موقع پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے: ﴿ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰىۙ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ ﴾ [1]

ابو الاحوص فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کے پاس کوئی سائل آئے اور وہ نماز ادا کرنے کا ارادہ کر رہا ہو تو اسے چاہیے کہ نماز سے پہلے اسے صدقہ دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے صدقے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰىۙ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ ﴾ [2] امام قتادہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے مال کو پاک کر لیا اور اپنے خالق کو راضی کر لیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔ [3]

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں: پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ﴾ ”بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔“ یعنی تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم کرتے ہو اور اسے اس پر فوقیت دیتے ہو جس میں تمھاری معیشت اور لوٹنے کے اعتبار سے فائدہ اور بہتری ہے، ﴿ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ﴾ ”حالانکہ آخرت بہت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔“ یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب دنیا کی نسبت کہیں بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی کیونکہ دنیا گھٹیا اور فانی ہے جبکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، چنانچہ کوئی عقل مند فنا پذیر ہو جانے والی چیز کو باقی رہنے والی پر کس طرح ترجیح دے سکتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس چیز کے لیے تو بہت اہتمام کرے جو عنقریب اس سے زوال پذیر ہو جانے والی ہو اور ہمیشہ ہمیشہ اور باقی رہنے والے گھر کے لیے کوئی بندوبست نہ کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنۡ أَحَبَّ دُنۡيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهٖ وَمَنۡ أَحَبَّ آخِرَتَهٗ أَضَرَّ بِدُنۡيَاهُ، فَآثِرُوا مَا يَبۡقٰى عَلٰى مَا يَفۡنٰى] ”جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت کو محبوب بنا لیا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا، لہٰذا تم فنا ہونے والی زندگی پر باقی رہنے والی زندگی کو ترجیح دو۔“ امام احمد رحمہ اللہ اسے بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ [4]

---

(1) أحكام القرآن لابن العربی: 286/4 والسنن الكبرٰى للبيهقی، الزكاة، باب وقت إخراج زكاة الفطر: 175/4.
(2) تفسير الطبری: 195/30. (3) تفسير الطبری: 195/30. (4) مسند أحمد: 412/4 یہ حدیث منقطع ہے، البتہ اسی معنی کی یہ صحیح حدیث اس کی تائید کرتی ہے: [مَنۡ طَلَبَ الدُّنۡيَا أَضَرَّ بِالۡآخِرَةِ، وَمَنۡ طَلَبَ الۡآخِرَةَ أَضَرَّ بِالدُّنۡيَا، فَأَضِرُّوا بِالۡفَانِي لِلۡبَاقِي] ”جو دنیا کا طلب گار بنا، اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جو آخرت کا طلب گار بنا، اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، چنانچہ تم باقی رہنے والی (آخرت) کی خاطر ختم ہو جانے والی (دنیا) کو نقصان پہنچاؤ۔“ السلسلة الصحيحة: 849/7، حديث: 3287 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ.

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ ﴾ ''بے شک یہ (بات) پہلے صحیفوں میں بھی (کہی گئی) تھی (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔'' یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ نجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ ﴾ (النجم 53:36-42) ''کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں؟ اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا، یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی اور بلاشبہ اس کی کوشش جلد دیکھی جائے گی، پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی اور بے شک (سب کا) آپ کے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔''

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سورت کا مضمون پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔[1] ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ''بلاشبہ یہ'' سے مراد ان آیات کی طرف اشارہ ہے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ ﴾ ''یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ''بلاشبہ یہ'' یعنی اس کلام کا مضمون ﴿ لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ ﴾ ''پہلے صحیفوں میں بھی تھا (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔''[2] حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے جو یہ موقف اختیار کیا ہے، یہ نہایت اچھا اور بہت قوی ہے۔ حضرت قتادہ اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[3] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ اعلیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

① تفسیر الطبری: 197/30. ② تفسیر الطبری: 198/30. ③ تفسیر الطبری: 198/30.

تفسیر سُورَۂ غَاشِیَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ﴿1﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿2﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ﴿3﴾ تَصۡلٰى نَارًا

کیا آپ کو چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟﴿1﴾ اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے﴿2﴾ سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے﴿3﴾ دہکتی

حَامِيَةً ۙ﴿4﴾ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ﴿5﴾ لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ﴿6﴾ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا

آگ میں داخل ہوں گے﴿4﴾ انھیں گرم کھولتے چشمے کا پانی پلایا جائے گا﴿5﴾ ان کا طعام صرف خاردار جھاڑیاں ہوگا﴿6﴾ جو نہ موٹا کرے گا

يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ﴿7﴾

نہ بھوک مٹائے گا﴿7﴾

نماز جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ کی قراءت: قبل ازیں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید اور جمعے میں ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۙ﴾ (الأعلى 87:1) اور سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔[1] امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ میں سورۂ جمعہ کے ساتھ اور کون سی سورت پڑھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ﴿هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ﴿1﴾﴾۔[2] اسے امام ابو داود، نسائی، مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

تفسیر آیات:1-7

قیامت اور جہنمیوں کا حال: ﴿الۡغَاشِيَةِ ؕ﴿1﴾﴾ ''چھا جانے والی'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے،[4] کیونکہ یہ سب لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿2﴾﴾ ''اس روز کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔'' حضرت قتادہ کا قول ہے کہ ﴿خَاشِعَةٌ ۙ﴿2﴾﴾ کے معنی ذلیل کے ہیں۔[5]

﴿1﴾ صحیح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ فی صلاة الجمعة، حديث: 878 . ﴿2﴾ الموطأ للإمام مالك، الجمعة، باب القراءة فی صلاة الجمعة...... 38/1، حديث: 250. ﴿3﴾ سنن أبی داود، الصلاة، باب ما يقرأ به فی الجمعة، حديث: 1123 وسنن النسائی، الجمعة، باب ذكر الاختلاف على النعمان ابن بشير فی القراء ة فی صلاة الجمعة، حديث: 1424 وصحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ فی صلاة الجمعة، حديث: (63)-878 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ما جاء فی القراءة فی الصلاة يوم الجمعة، حديث: 1119 . ﴿4﴾ تفسير الطبری: 199/30 . ﴿5﴾ تفسير الطبری: 200/30 .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ خشوع کا اظہار تو کریں گے لیکن ان کے عمل سے انھیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔[1] فرمان الٰہی ہے: ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ ﴾ ''سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے۔'' یعنی انھوں نے کام تو بہت کیا حتی کہ تھک گئے لیکن قیامت کے دن دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ حافظ ابو بکر برقانی نے ابوعمران جونی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک راہب کے دَیر (راہبوں کے رہنے کی جگہ) کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے راہب کو آواز دی: ''اے راہب! تو راہب آپ کی طرف متوجہ ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر رونے لگے، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کا یہ فرمان یاد آ گیا: ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ ﴾ ''سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' تو اس فرمان الٰہی نے مجھے رلا دیا ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر فرمایا کہ ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ ﴾ سے مراد عیسائی ہیں۔[3] حضرت عکرمہ اور سدی فرماتے ہیں کہ دنیا میں نافرمانی کے کام کرنے والے ہیں اور جہنم میں عذاب اور تباہی و بربادی میں چکنا چور ہونے والے ہیں۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ ﴾ ''دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' یعنی شدید حرارت والی آگ میں۔[5] ﴿ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ ﴾ ''انھیں ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلایا جائے گا۔'' یعنی جس کی حرارت اور جس کا کھولنا انتہا کو پہنچ چکا ہوگا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور سدی کا قول ہے۔[6]

﴿ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ ﴾ ''ان کا کھانا صرف خار دار جھاڑی ہوگا۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ ضَرِيْعٍ ۝ ﴾ سے مراد جہنم کا ایک درخت ہے۔[7] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابوالجوزاء اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شِبرِق (ایک کانٹے دار درخت) ہے۔[8] قتادہ فرماتے ہیں کہ قریش اسے موسم بہار میں شِبرِق اور موسم خزاں میں ضَرِیع کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔[9] عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ زمین کے ساتھ چمٹا ہوا ایک کانٹے دار درخت ہے۔[10] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد کا قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿ ضَرِيْعٍ ۝ ﴾ ایک نبات ہے جسے شبرق کہا جاتا ہے، جب یہ خشک ہو جائے تو اہل حجاز اسے ضَرِیع کہتے ہیں اور یہ بوٹی زہر ہے۔[11]

معمر نے بھی امام قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہی روایت کیا ہے کہ ﴿ ضَرِيْعٍ ۝ ﴾ سے مراد شِبرِق ہے اور

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3420/10. ② المستدرك للحاكم، التفسير، باب تفسير سورة الغاشية: 522,521/2، حديث: 3925 و تفسير عبدالرزاق: 420/3، رقم: 3584. ③ صحيح البخاري، التفسير، بعد الحديث: 4941. ④ تفسير البغوي: 244/5 و تفسير ابن أبي حاتم: 3420/10 و تفسير القرطبي: 27/20. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3420/10. ⑥ تفسير الطبري: 201/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3421,3420/10. ⑦ تفسير الطبري: 203/30. ⑧ تفسير الطبري: 202/30. ⑨ تفسير ابن أبي حاتم: 3421/10. ⑩ تفسير الطبري: 202/30. ⑪ صحيح البخاري، التفسير، بعد الحديث: 4941.

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ⑧ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا

اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے ⑧ اپنی کوشش پر خوش ہوں گے ⑨ بہشت بریں میں ہوں گے ⑩ وہ اس میں کوئی لغو

لَاغِيَةً ⑪ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ⑫ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ⑬ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ⑭ وقف لازم

بات نہ سنیں گے ⑪ اس میں ایک چشمہ جاری ہوگا ⑫ اس میں اونچے تخت ہوں گے ⑬ اور جام رکھے ہوں گے ⑭ اور

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ⑮ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ⑯

قطاروں میں گاؤ تکیے لگے ہوں گے ⑮ اور عمدہ غالیچے بچھے ہوں گے ⑯

جب یہ خشک ہو جائے تو اسے ضَرِیع کہا جاتا ہے۔[1] سعید نے حضرت قتادہ سے اس کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ یہ بدترین، نہایت بدمزہ اور بہت خبیث کھانا ہوگا۔[2] ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ⑦﴾ ”جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے گا۔“ یعنی نہ اس سے مقصود حاصل ہوگا اور نہ وہ کسی تکلیف دہ چیز ہی کو دور کرے گا۔

تفسیر آیات: 8-16

قیامت کے دن اہل جنت کا حال: بدبختوں اور بدنصیبوں کے حال کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں اور خوش نصیبوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ﴾ ”کئی چہرے اس دن۔“ یعنی قیامت کے روز ﴿نَّاعِمَةٌ ⑧﴾ ”تروتازہ ہوں گے۔“ یعنی ان کے چہروں سے مسرت وشادمانی جھلکتی ہوگی اور یہ ان کی سعی وکوشش کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی ہوگی۔ حضرت سفیان نے ﴿لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨﴾ ”اپنی کوشش پر خوش ہوں گے۔“ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے۔[3] ﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩﴾ ”بہشت بریں میں ہوں گے۔“ یعنی بڑی عظیم الشان اور پر بہار و بارونق جنت کے بالا خانوں میں امن، چین اور سکون کے ساتھ جلوہ افروز ہوں گے۔

﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ⑪﴾ ”وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔“ یعنی وہ اس جنت میں کوئی ایک لغو کلمہ بھی نہیں سنیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ط﴾ (مریم 62:19) ”وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، سوائے سلام کے۔“ اور فرمایا: ﴿لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ○﴾ (الطور 23:52) ”اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ (میں ڈالنا۔)“ اور فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۙ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ○﴾ (الواقعة 26,25:56) ”وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات، (ہاں) مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ⑫﴾ ”اس میں ایک چشمہ جاری ہوگا۔“ یعنی بہہ رہا ہوگا۔ ﴿عَيْنٌ﴾ اسم نکرہ ہے جو ثابت کرنے کے ضمن میں ہے اور اس سے مراد ایک چشمہ نہیں ہے بلکہ یہ اسم جنس ہے، یعنی جنت میں

① تفسیر الطبری: 202/30. ② تفسیر الطبری: 202/30. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3421/10.

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾ وَ اِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ

کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟⑰ اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟⑱ اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑے

نُصِبَتۡ ﴿۱۹﴾ وَ اِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ﴿۲۰﴾ فَذَکِّرۡ ۟ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ

گئے ہیں؟⑲ اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی ہے؟⑳ چنانچہ آپ نصیحت کیجیے، آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں㉑ آپ ان پر کوئی

بِمُصَۜیۡطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰی وَ کَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الۡعَذَابَ الۡاَکۡبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَہُمۡ ﴿۲۵﴾

فوج دار نہیں㉒ مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا㉓ تو اسے اللہ بہت بڑا عذاب دے گا㉔ بے شک ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے㉕

النصف ع 1 26 13

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَہُمۡ ﴿۲۶﴾ ع

پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے㉖

بہت سے چشمے جاری وساری ہوں گے۔ امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَنْهَارُ الْجَنَّةِ تَفَجَّرُ مِنْ تَحْتِ تِلَالِ۔ أَوْ مِنْ تَحْتِ جِبَالِ۔ الْمِسْكِ] ”جنت کی نہریں کستوری کے ٹیلوں یا پہاڑوں کے نیچے سے جاری ہوں گی۔“①

﴿فِیۡہَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَۃٌ ﴿۱۳﴾﴾ ”اس میں اونچے تخت ہوں گے۔“ یعنی ایسے تخت ہوں گے جو بلند، بہت ملائم، بہت زیادہ بستروں والے اور اونچی چھت والے ہوں گے، ان پر بہت خوبصورت حوریں بیٹھی ہوں گی۔ ائمۂ تفسیر نے ذکر فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی دوست ان بلند تختوں پر بیٹھنے کا ارادہ کرے گا تو وہ اس کے لیے نیچے آ جائیں گے۔ ﴿وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَۃٌ ﴿۱۴﴾﴾ ”اور آبخورے رکھے ہوں گے۔“ یعنی جنتوں کے مالکوں میں سے جو آبخوروں کا ارادہ کرے گا، اسے وہ بھی سجے سجائے اور قرینے سے لگائے ہوئے تیار ملیں گے۔

﴿وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَۃٌ ﴿۱۵﴾﴾ ”اور قطاروں میں گاؤ تکیے لگے ہوں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿نَمَارِقُ﴾ سے مراد گاؤ تکیے ہیں۔② عکرمہ، قتادہ، ضحاک، سدی، ثوری اور دیگر ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔③ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَّ زَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَۃٌ ﴿۱۶﴾﴾ ”اور عمدہ غالیچے بچھے ہوں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿زَرَابِیُّ﴾ کے معنی غالیچے کے ہیں۔④ ضحاک اور کئی دیگر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔⑤ اور ﴿مَبۡثُوۡثَۃٌ ﴿۱۶﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ غالیچے بیٹھنے والوں کے لیے جا بجا بچھائے گئے ہوں گے۔

تفسیر آیات: 17-26

اونٹ، آسمان، پہاڑوں اور زمین کی طرف دیکھنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ وہ

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3422,3421/10 وصحیح ابن حبان، إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ذكر الموضع الذی يخرج منه أنهار الجنة: 423/16، حديث: 7408. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3421/10. ③ تفسير الطبری: 205/30. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3421/10. ⑤ الدر المنثور: 574/6 عن الحسن رحمه الله.

اس کی ان مخلوقات کی طرف دیکھیں جو اس کی قدرت وعظمت پر دلالت کرتی ہیں، فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿17﴾ ﴾ ''تو کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔'' یعنی وہ بہت عجیب مخلوق ہیں اور ان کی ترکیب بہت نادر ہے، ان میں حد درجہ قوت وشدت ہے لیکن اس کے باوجود وہ بڑے بڑے بھاری بوجھ اٹھانے کے لیے بھی بہت نرم ہو جاتے ہیں اور ایک کمزور سے کمزور چرواہے کے سامنے بھی سر اطاعت جھکا دیتے ہیں اور پھر ان کا گوشت کھایا جاتا، ان کی اون سے فائدہ اٹھایا جاتا اور ان کا دودھ پیا جاتا ہے، عرب ان سب امور سے آگاہ تھے۔ کیونکہ ان کے زیادہ تر جانور اونٹ ہی تھے۔ قاضی شریح فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! آؤ ہمارے ساتھ باہر نکلو تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ اونٹوں کو کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو کیسا بلند کیا گیا ہے۔[1] یعنی اس عظیم الشان شاہکار کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح زمین سے بلند کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ ﴾ (قٓ 50:6) ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔''

﴿ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿19﴾ ﴾ ''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑے گئے ہیں۔'' یعنی پہاڑوں کو نصب کر دیا گیا ہے، چنانچہ یہ ثابت اور مضبوط ومستحکم ہیں تاکہ زمین اپنے باشندوں کو لے کر حرکت نہ کرے اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام کے منافع اور بہت سی معدنیات کو بھی رکھ دیا ہے، ﴿ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿20﴾ ﴾ ''اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی ہے۔'' یعنی زمین کو کس طرح بچھا دیا، پھیلا دیا اور ہموار کر دیا گیا ہے۔ یہ ایسے دلائل ہیں جن سے ایک بدوی کے لیے بھی استدلال کرنا ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے اس اونٹ کو بھی دیکھتا ہے جس پر وہ سواری کرتا ہے، آسمان کو بھی دیکھتا ہے جو اس کے سر پر ہے، پہاڑ کو بھی دیکھتا ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اور زمین کو بھی دیکھتا ہے جو اس کے پاؤں کے نیچے ہے وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب چیزیں اپنے پیدا کرنے اور بنانے والے کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہی عظیم رب، خالق کائنات اور مالک ومتصرف ہے اور وہی معبود حقیقی ہے کہ جس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں ہے۔

ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قصہ: ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو قسم دے کر پوچھا تھا جیسا کہ امام احمد نے ثابت سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال پوچھیں، اس لیے ہم چاہتے تھے کہ بادیہ نشین لوگوں میں سے کوئی عقل مند آدمی آئے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے اور ہم بھی آپ کے جواب کو سنیں، چنانچہ ایک بادیہ نشین آیا اور اس نے عرض کی: اے محمد (ﷺ!) ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا اور اس نے بیان کیا کہ آپ کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔''

---

① تفسير البغوي: 246/5 و الدر المنثور: 575/6.

پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَللّٰهُ] ''اللہ نے۔'' اس نے پوچھا: زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰهُ] ''اللہ نے۔'' اس نے پوچھا: ان پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور ان میں بہت کچھ رکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰهُ] ''اللہ نے۔'' پھر اس نے سوال کیا: اسی ذات کی قسم جس نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا اور ان پہاڑوں کو نصب کیا! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں!'' اس نے عرض کی: آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں!'' اس نے عرض کی کہ آپ کے قاصد کا کہنا تھا کہ ہمارے مالوں پر زکاۃ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے! کیا اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں!'' اس نے کہا: آپ کے قاصد کا کہنا تھا کہ ہم میں سے جس کو راستے کی استطاعت ہو تو اس پر حج بھی واجب ہے۔ آپ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔'' پھر یہ آدمی چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں ان چیزوں میں قطعاً کوئی کمی بیشی نہ کروں گا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: [(إِنْ) صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ] ''اگر یہ شخص سچا ہے تو ضرور جنت میں جائے گا۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ ﴾ ''چنانچہ آپ نصیحت کیجیے، آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر کوئی فوج دار نہیں۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ لوگوں کو اس چیز کی نصیحت کرتے رہیں جس کے ساتھ آپ ان کی طرف بھیجے گئے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 40:13) ''آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ ﴾ ''آپ ان پر کوئی فوج دار نہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی دیگر اہل علم نے فرمایا ہے کہ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔[3] یعنی آپ ان کے دلوں میں ایمان پیدا نہیں کر سکتے۔ ابن زید فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان پر مسلط نہیں کہ انھیں ایمان قبول

---

[1] مسند أحمد: 143/3، البتہ قوسین والا لفظ جامع ترمذی کے آمدہ حوالے کے مطابق ہے، نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے رمضان کے روزوں کا ذکر نہیں کیا جبکہ مسند احمد اور بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ اس بدوی نے روزوں کا بھی سوال کیا تھا۔ [2] صحيح البخاري، العلم، باب القراءة والعرض على المحدث، حديث: 63 وصحيح مسلم، الإيمان، باب السؤال عن أركان الإسلام، حديث: 12 و سنن أبي داود، الصلاة، باب ما جاء في المشرك يدخل المسجد، حديث: 486 وجامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء إذا أديت الزكاة فقد قضيت ما عليك، حديث: 619 وسنن النسائي، الصيام، باب وجوب الصيام، حديث: 2093 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ما جاء في فرض الصلوات الخمس......، حديث: 1402. [3] تفسير الطبري: 207/30.

کرنے پر مجبور کریں۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي بِهَا دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ)] ''مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ کہیں: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں)، جب وہ یہ کہہ دیں گے تو مجھ سے اس کے ساتھ اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیں گے، سوائے اس (کلمے) کے حق کے اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿21﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾﴾''[2] اسی طرح اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الإیمان میں اور امام ترمذی ونسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں سفیان بن سعید ثوری کی سند سے روایت فرمایا ہے۔[3] اس حدیث کو صحیحین میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیات کے ذکر کے بغیر بیان کیا گیا ہے۔[4]

حق سے منہ پھیرنے والے کے لیے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿23﴾﴾ ''مگر جس نے منہ موڑ لیا اور انکار کیا۔'' یعنی جس نے اپنے اعضا کے ساتھ عمل کرنے سے منہ پھیرا اور دل وزبان کے ساتھ حق کا انکار کیا۔ یہ آیت اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝﴾ (القيمة 75:31,32) ''نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ اس نے (حق کو) جھٹلایا اور منہ موڑا۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿24﴾﴾ ''تو اسے اللہ بہت بڑا عذاب دے گا۔'' اور پھر فرمایا: ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿25﴾﴾ ''بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔'' یعنی ان کی واپسی اور پلٹنا، ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿26﴾﴾ ''پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے۔'' یعنی ہم ان کے اعمال کا حساب لیں گے اور ان کے مطابق انھیں جزا عطا کریں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا دیں گے اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری سزا دیں گے۔

سورۂ غاشیہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسیر الطبری: 30/207,208. [2] مسند أحمد: 3/300. [3] صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس......، حدیث: 21-(35) وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة الغاشیة، حدیث: 3341 و السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الغاشیة: 6/514، حدیث: 11670. [4] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب دعاء النبی ﷺ إلى الإسلام والنبوة......، حدیث: 2946 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس......، حدیث: 21.

تفسیر
سُورۂ فجر

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡفَجۡرِ ﴿1﴾ وَلَيَالٍ عَشۡرٍ ﴿2﴾ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ﴿3﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ ﴿4﴾ هَلۡ فِىۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىۡ

قسم ہے فجر کی (1) اور دس راتوں کی (2) اور جفت اور طاق کی (3) اور رات کی جبکہ وہ چل (بیت) رہی ہو (4) یقیناً ان (چیزوں) میں صاحب عقل کے لیے

حِجۡرٍ ﴿5﴾ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿6﴾ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ﴿7﴾ الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى

معتبر قسم ہے (5) کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا؟ (6) (عاد) ارم جو اونچے ستونوں والے تھے (7) جن کے مانند کوئی

الۡبِلَادِ ﴿8﴾ وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ﴿9﴾ وَفِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ ﴿10﴾ الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى

قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی (8) اور ثمود کے ساتھ جو وادی میں چٹانیں تراشتے تھے (9) اور فرعون میخوں والے کے ساتھ (10) وہ جنھوں نے شہروں میں

الۡبِلَادِ ﴿11﴾ فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ ﴿12﴾ فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ ﴿13﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ﴿14﴾

سرکشی کی (11) اور ان میں بہت زیادہ فساد پھیلایا (12) تب آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا (13) بے شک آپ کا رب (مجرموں کی) گھات میں ہے (14)

نماز میں سورۂ فجر کی قراءت: امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو ایک شخص آیا اور اس نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب نماز کو بہت لمبا کر دیا تو اس شخص نے (جماعت سے الگ ہو کر) مسجد کے کونے میں نماز پڑھ لی، پھر وہ چلا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کا ذکر ہوا تو آپ نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں تو با جماعت نماز ادا کرنے کے لیے آیا تھا مگر انھوں نے نماز کو بہت لمبا کر دیا تو میں نے الگ ہو کر مسجد کے کونے میں نماز پڑھ لی اور اپنی اونٹنی کو چرانے لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَفَتَّانًا يَا مُعَاذُ؟ فَأَيْنَ أَنْتَ مِنْ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى﴾ وَ ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا﴾ وَ ﴿وَالۡفَجۡرِ﴾ وَ ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى﴾؟] ”معاذ! (لوگوں کو) فتنہ میں مبتلا کرتے ہو؟ تم ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى﴾، ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا﴾، ﴿وَالۡفَجۡرِ﴾ اور ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى﴾ جیسی سورتوں کو کیوں نہیں پڑھ لیتے؟“[1]

---

(1) السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿وَالشَّفۡعِ﴾: 515/6، حديث: 11673.

تفسیر آیات:1-14

فجر اور اس کے مابعد کی تفسیر: فجر کے متعلق تو معروف ہے کہ اس سے مراد صبح ہے، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد اور سدی کا قول ہے۔[1] مسروق اور محمد بن کعب سے روایت ہے کہ اس سے قربانی کے دن کی خاص صبح مراد ہے جو دس راتوں کو ختم کرنے والی ہے۔[2] اور دس راتوں سے مراد عشرۂ ذوالحجہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن زبیر رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ سلف وخلف سے منقول ہے۔[3] اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا روایت ہے :[مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ (أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ فِيهِنَّ) مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ] ''کوئی ایام ایسے نہیں ہیں جن میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔'' یعنی ذوالحجہ کے دس دنوں سے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی زیادہ محبوب نہیں ہے؟ فرمایا :[وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، إِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ] ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں الا یہ کہ کوئی شخص اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلے اور پھر ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے (جان و مال سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔)''[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[إِنَّ الْعَشْرَ عَشْرُ الْأَضْحٰى وَالْوَتْرَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّفْعَ يَوْمُ النَّحْرِ] ''بے شک دس راتوں سے مراد اضحیٰ کی دس راتیں ہیں، وَتر سے مراد یوم عرفہ اور شَفع سے مراد قربانی کا دن ہے۔''[5] اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اس حدیث کی سند کے رجال میں اگرچہ کوئی خامی نہیں (ثقہ ہیں) لیکن اس کے متن کا مرفوع ہونا میرے نزدیک منکر ہے۔[7] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③﴾ ''اور جفت اور طاق کی۔'' کے بارے میں حدیث کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ وَتر سے مراد یوم عرفہ ہے کیونکہ وہ نواں دن ہے اور شَفع سے مراد قربانی کا دن ہے کیونکہ وہ دسواں دن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔[8] شَفع اور وَتر کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔[9]

رات کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ④﴾ ''اور رات کی جبکہ وہ چل (بیت) رہی ہو۔'' کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب وہ جانے لگے۔[10] عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

---

① تفسير الطبري :210/30 و تفسير ابن أبي حاتم :3423/10 و تفسير الماوردي:265/6 و تفسير البغوي:247/5 . ② تفسير القرطبي :39/20 . ③ تفسير الطبري :212,211/30 . ④ صحيح البخاري، العيدين، باب فضل العمل في أيام التشريق، حديث : 969 وجامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في العمل في أيام العشر، حديث:757 ومسند أحمد :224/1 و اللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ كتاب الجهاد لابن أبي عاصم، باب مامن أيام العمل فيهن......:438/2، حديث:156 کے مطابق ہیں۔ ⑤ مسند أحمد :327/3 . ⑥ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿وَالشَّفْعِ﴾ :514/6، حديث :11672. ⑦ دیکھیے السلسلة الضعيفة :162/7، رقم:3178 . ⑧ تفسير الطبري:213,212/30 . ⑨ دیکھیے تفسیر الطبری :213/30-215. ⑩ تفسير الطبري : 216/30 .

نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب رات کا بعض حصہ بعض کو لے جائے۔[1] مجاہد، ابو العالیہ، قتادہ، مالک، زید بن اسلم اور ابن زید نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جب رات چلنے لگے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵﴾ ''یقیناً ان (چیزوں) میں عقل والے کے لیے کافی قسم ہے۔'' یعنی ان کے لیے جو صاحبِ عقل و دانش و دین ہیں۔ عقل کو حِجْر کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کو ان افعال و اقوال سے روکتی ہے جو اس کے شایان شان نہ ہوں، اسی سے حِجْرُ الْبَيْت ہے کیونکہ وہ طواف کرنے والے کو کعبہ کی شامی دیوار کے ساتھ لگنے سے روکتا ہے، اسی سے حَجْرُ الْيَمَامَة ہے۔[3] اسی طرح حَجَرَ الْحَاكِمُ عَلٰى فُلَانٍ کا محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب حاکم کسی کو تصرف اور اختیار سے منع کر دے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝﴾ (الفرقان 25:22) ''اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تم پر جنت) ممنوع و حرام کر دی گئی ہے۔'' لفظ حِجْر کے استعمال کی یہ تمام صورتیں ایک ہی قبیل سے ہیں اور ان کے معانی قریب قریب ایک جیسے ہیں اور یہ قسم اوقاتِ عبادت اور عبادت کی مختلف صورتوں، مثلاً: حج، نماز اور قربت حاصل کرنے کی دیگر ایسی قسموں کے ساتھ ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار، اطاعت گزار، اس سے ڈرنے والے اور خشوع و خضوع کا اظہار کرنے والے بندے اس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔

قوم عاد کی تباہی و بربادی کا ذکر: مقربین بارگاہ الٰہی اور ان کی عبادت و اطاعت کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا؟'' یہ لوگ سرکش، باغی، ظالم، اللہ تعالیٰ کے نافرمان، اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے اور اس کی کتابوں کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے کس طرح انھیں تباہ و برباد کیا اور نمونۂ عبرت بنا دیا، فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا؟ (عاد) ارم جو ستونوں والے تھے۔'' یہ لوگ عاد اول تھے اور یہ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے، یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔[4] انھی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا مگر انھوں نے ان کی تکذیب اور مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی اور قوم عاد کو نہایت تیز آندھی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا، ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ

[1] تفسیر الطبری: 216/30. [2] تفسیر الطبری: 217,216/30. [3] بنوحنیفہ قبیلے کا ایک شخص عُبَيْد بِن ثَعْلَبَه یَمامَہ کے ایک علاقے کی کھجور سے متاثر ہوا اور وہاں پہنچا، اور وہاں کے تیس اعلیٰ مکان اور تیس عمدہ باغ اپنے لیے مخصوص کر لیے، وہ کھجور کے درخت اکھاڑ کر ان باغات کے گرد گاڑ دیتا تو وہ سب لائن میں اگتے اور باغات کا حصار کر لیتے، یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے اس کا نام "حَجْرُ الْيَمَامَة" پڑ گیا۔ حَجْر اور حِجْر ہم معنی ہیں، دیکھیے معجم البلدان: 222,221/2.

[4] السيرة النبوية لابن إسحاق، سياقة النسب من ولد إسماعيل عليه السلام: 18/1 و تفسير الطبري: 220/30.

تَرٰی لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ ﴾ (الحآقّة 69:7،8) ''اللہ نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جڑ کاٹنے (فنا کرنے) کے لیے مسلط رکھا، پھر آپ اس قوم کو پچھاڑے (ہلاک کیے) ہوئے دیکھتے ہیں گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں، پھر کیا آپ ان کی کوئی باقیات دیکھتے ہیں؟''

اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعے کو قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ مومن ان کی تباہی و بربادی سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ ''(عاد) ارم جو ستونوں والے تھے'' ان کے مزید تعارف کے لیے عطف بیان ہے۔ ﴿ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ ''ستونوں والے'' کیونکہ وہ بال کے بنے ہوئے ان گھروں میں رہتے تھے جنھیں بڑے مضبوط ستونوں کے ساتھ اٹھایا جاتا تھا اور اپنے زمانے میں یہ لوگ دوسروں کی نسبت خلقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید اور گرفت کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط تھے، اس لیے حضرت ہود علیہ السلام نے انھیں اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت یاد دلائی اور رہنمائی فرمائی کہ وہ اس نعمت کو اپنے اس رب تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کریں جس نے انھیں پیدا فرمایا ہے، چنانچہ انھوں نے فرمایا: ﴿ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّزَادَكُمۡ فِی الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَةً ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴾ (الأعراف 7:69) ''اور یاد کرو جب اس نے قوم نوح کے بعد تمھیں (زمین میں ایک دوسرے کا) جانشین بنایا اور تمھیں قد وقامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا، لہٰذا تم اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وَقَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیۡ خَلَقَهُمۡ هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً ؕ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:15) ''چنانچہ جو عاد تھے تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے: ہم سے قوت میں زیادہ سخت کون ہے؟ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ الَّتِیۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ﴾ ''وہ کہ جن کے مانند کوئی قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی۔'' یعنی یہ لوگ جسمانی قوت، شدت اور مضبوط ترکیب کے اعتبار سے ایسے تھے کہ ان کے ملکوں میں ان جیسے لوگ پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ارم ایک قدیم امت، یعنی عاد اول ہیں۔[1] قتادہ بن دِعامہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ارم قبیلہ ہے جس نے مملکت عاد کی بنیاد رکھی تھی۔[2] یہ قول حسن، جید اور قوی ہے۔

ابن زید نے ﴿ الَّتِیۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ﴾ میں ھا ضمیر کا مرجع ﴿ الۡعِمَادِ ﴾ کو اس کی بلندی کی وجہ سے قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ انھوں نے مقام احقاف میں ایسے ایسے ستون بنائے کہ ان جیسے ستون ملکوں میں نہیں پیدا کیے گئے۔[3] قتادہ اور ابن جریر نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتایا ہے، یعنی اس جیسا قبیلہ ملکوں میں، یعنی زمانے میں پیدا نہیں ہوا تھا۔[4] یہی قول صحیح ہے جبکہ ابن زید اور ان کے ہم نوا لوگوں کا قول ضعیف ہے کیونکہ اگر اس سے مراد ستون ہوتے تو

① تفسیر الطبری: 219/30. ② تفسیر الطبری: 220,219/30. ③ تفسیر الطبری: 222/30. ④ تفسیر الطبری: 222/30.

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا: [اَلَّتِي لَمْ يُعْمَلْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ] ’’وہ کہ ان جیسے (ستون) ملکوں میں نہیں بنائے گئے‘‘ جبکہ یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ ’’ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴾ ’’اور ثمود کے ساتھ (کس طرح کیا؟) جو وادی میں چٹانیں تراشتے تھے۔‘‘ یعنی وہ وادی میں چٹانوں کو کاٹتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ انھیں تراشتے اور ان میں سوراخ کرتے تھے۔[1] مجاہد، قتادہ، ضحاک اور ابن زید نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[2] اسی سے مُجتَابِي النِّمَارِ کا محاورہ ہے جو اس وقت بولا جاتا ہے جب لوگوں نے چیتے کی کھال کو پھاڑ لیا ہو، اسی طرح اِجتَابَ الثَّوبَ اس وقت کہتے ہیں جب کسی نے کپڑے کو کھول لیا ہو، نیز جَیب کا لفظ بھی اسی سے مشتق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ ﴾ (الشعرآء 149:26) ’’اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔‘‘ ہم نے سورۂ اعراف میں قوم عاد کا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے جس کے بعد اسے دہرانے کی ضرورت نہیں رہی۔[3]

فرعون کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴾ ’’اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا؟)‘‘ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اوتاد سے مراد وہ لشکر ہیں جو فرعون کے حکم کو مضبوط و مستحکم کرتے تھے۔[4] بیان کیا جاتا ہے کہ فرعون اپنے مخالفوں کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں گاڑ کر انھیں لٹکا دیا کرتا تھا، حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے کہ فرعون لوگوں کے جسموں میں میخیں گاڑ دیتا تھا۔[5] حضرت سعید بن جبیر، امام حسن بصری اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔[6] فرمان الٰہی ہے: ﴿ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴾ ’’وہ جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی اور ان میں بہت زیادہ فساد پھیلایا۔‘‘ یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش اختیار کی، زمین میں فتنہ و فساد برپا کیا اور لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، ﴿ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴾ ’’تب آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔‘‘ یعنی ان پر آسمان سے عذاب نازل فرمایا اور انھیں ایسی ایسی سزائیں دیں جنھیں وہ مجرم قوم سے نہیں ٹالا کرتا۔

پروردگار گھات میں ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ ’’بے شک آپ کا پروردگار گھات میں ہے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔[7] یعنی وہ اپنی مخلوق کی گھات میں ہے کہ وہ کیا عمل کرتی ہے اور وہ ہر ایک کی کوشش کا دنیا و آخرت میں بدلہ دے گا، اور عنقریب تمام مخلوقات کو اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور وہ ان کے بارے میں اپنے عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ہر ایک سے وہ سلوک کرے گا

① تفسیر الطبری: 223/30. ② تفسیر الطبری: 224,223/30. ③ دیکھیے الأعراف، آیات: 65-72 کے ذیل میں۔
④ تفسیر الطبری: 224/30. ⑤ تفسیر الطبری: 225/30. ⑥ تفسیر الطبری: 225/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3426/10 و تفسیر الماوردی: 269/6. ⑦ تفسیر الطبری: 226/30.

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ؕ ⑮ وَاَمَّاۤ

لیکن انسان جو ہے، جب اس کا رب اسے آزمائے اور اسے عزت اور نعمت دے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت بخشی ⑮ مگر جب

اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ۬ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ۚ ⑯ كَلَّا بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ۙ ⑰

وہ اسے آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ⑯ ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں

وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ۙ ⑱ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّـمًّا ۙ ⑲ وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ

کرتے ⑰ اور باہم مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ⑱ اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ⑲ اور تم مال سے جی بھر کر

حُبًّا جَمًّا ؕ ⑳

پیار کرتے ہو ⑳

جس کا وہ مستحق ہوگا کیونکہ وہ اس بات سے پاک ہے کہ کسی پر ظلم و زیادتی کرے۔

تفسیر آیات:15-20

دولت اور فقر آزمائش ہے: اللہ تعالیٰ انسان کے اس عقیدے کی تردید فرما رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آزمائش کی خاطر انسان کو کشادہ اور وسیع رزق عطا فرماتا ہے تو انسان اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عزت افزائی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ رزق کی فراوانی اور کشادگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:55,56) ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو کیا) ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت) نہیں سمجھتے۔''

اسی طرح دوسری طرف جب اللہ تعالیٰ امتحان و آزمائش کے طور پر انسان کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توہین ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ كَلَّا ﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی یہ بات اس طرح نہیں جس طرح انسان نے گمان کیا ہے، اس کی نہ وہ بات صحیح ہے اور نہ یہ کیونکہ اللہ تعالیٰ مال اسے بھی دیتا ہے جسے پسند فرماتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جسے پسند نہیں فرماتا اور رزق اس پر بھی تنگ کر دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اس پر بھی جسے پسند نہیں کرتا، لہٰذا دونوں حالتوں میں اعتبار اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ مال و دولت کی فراوانی سے نوازے تو بندہ اس کا شکر بجالائے اور جب اللہ تعالیٰ فقیر کر دے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

مال سے متعلق آدمی کا برا عمل: ﴿ بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ⑰ ﴾ ''بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔'' اس آیت میں درحقیقت یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام ابو داود نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِى الْجَنَّةِ] ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿21﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿22﴾ وَجِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ

ہرگز نہیں! جب زمین خوب کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی﴿21﴾ اور آپ کا رب اور فرشتے صف در صف آئیں گے﴿22﴾ اور اس دن جہنم (سامنے) لائی جائے

بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿23﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ

گی، اس دن انسان (اپنے کرتوت) یاد کرے گا اور یہ یاد کرنا اس کے لیے کیونکر (مفید) ہوگا﴿23﴾ وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ آگے

لِحَیَاتِیْ ﴿24﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿25﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿26﴾ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ

بھیجا ہوتا﴿24﴾ چنانچہ اس دن اس جیسا عذاب دینے والا اور کوئی نہیں ہوگا﴿25﴾ اور اس جیسا جکڑنے والا بھی اور کوئی نہیں ہوگا﴿26﴾ اے مطمئن روح!﴿27﴾ تو

1 ع 30 14 الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿27﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿28﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿29﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿30﴾

اپنے رب کی طرف چل اس حال میں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی﴿28﴾ پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا﴿29﴾ اور میری جنت میں داخل ہو جا﴿30﴾

طرح (قریب قریب) ہوں گے۔'' اور آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کو ملایا۔[1]

﴿ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿18﴾ ﴾ ''اور نہ تم باہم مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔'' یعنی فقراء و مساکین کے ساتھ احسان کا حکم نہیں دیتے اور نہ ایک دوسرے کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ ﴿ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ ﴾ ''اور تم میراث کا مال کھا جاتے ہو۔'' یعنی ورثہ اور ترکہ، ﴿ اَكْلًا لَّمًّا ﴿19﴾ ﴾ ''خوب سمیٹ سمیٹ کر کھانا۔'' یعنی خواہ وہ حلال یا حرام کسی طریقے سے بھی ملے، ﴿ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿20﴾ ﴾ ''اور تم مال سے جی بھر کر پیار کرتے ہو۔'' یعنی بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔ بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی محبت رکھتے ہو۔

تفسیر آیات: 30-21

قیامت کے دن ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی عظیم ترین ہولناکیوں کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿ كَلَّآ ﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی حق بات یہ ہے کہ ﴿ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿21﴾ ﴾ ''جب زمین خوب کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔'' یعنی زمین کو ہموار اور زمین اور پہاڑوں کو برابر کر دیا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے، ﴿ وَّجَآءَ رَبُّكَ ﴾ ''اور آپ کا پروردگار آئے گا'' یعنی اپنی مخلوق میں فیصلہ کرنے کے لیے جلوہ فرما ہوگا اور یہ اس کے بعد ہوگا جب لوگ علی الاطلاق ساری اولاد آدم کے سردار حضرت محمد کریم ﷺ کی خدمت میں شفاعت کے لیے عرض کریں گے اور اس سے پہلے وہ تمام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک ایک کی خدمت میں بھی یہ عرض کر چکے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ معذرت کر چکا ہوگا کہ میں اس قابل نہیں کہ تمھاری شفاعت کر سکوں حتی کہ آخر میں سب لوگ اس مقصد کی خاطر جب حضرت محمد کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: [أَنَا لَهَا، أَنَا لَهَا] ''ہاں! میں تمھاری شفاعت کرتا ہوں، ہاں! میں اس قابل ہوں

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في من ضم يتيمًا، حديث: 5150.

کہ تمھاری شفاعت کروں۔'' پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر شفاعت کریں گے کہ وہ اپنے بندوں میں فیصلہ کرنے کے لیے جلوہ فرما ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرمالے گا۔[1] یہ پہلی شفاعت ہوگی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس پر اللہ تعالیٰ آپ کو فائز فرمائے گا جیسا کہ سورۂ سبحان (بنی اسرائیل) کی تفسیر میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[2] اللہ رب ذوالجلال اپنے بندوں میں فیصلہ فرمانے کے لیے جلوہ فرما ہوگا جس طرح وہ چاہے گا اور فرشتے اس کے سامنے قطار باندھ باندھ کر آ موجود ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ﴾ ''اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔'' امام مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ، لَّهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَّعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَّجُرُّونَهَا] ''اس دن جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔''[3] امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ ﴾ ''اس دن انسان (اپنے کرتوت) یاد کرے گا۔'' یعنی اپنے عمل اور جو کچھ اس نے اپنے قدیم و جدید زمانے میں آگے بھیجا ہوگا، اسے یاد کرے گا، ﴿ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ ﴾ ''اور یہ یاد کرنا اس کے لیے کیونکر (مفید) ہوگا۔'' یعنی اب یہ یاد کرنا اسے کیسے نفع دے گا۔ ﴿ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾ ﴾ ''وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔'' یعنی اگر وہ گنہگار ہوگا تو ماضی میں کیے ہوئے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے گا اور اگر اطاعت گزار ہوگا تو وہ یہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اس نے کچھ اور نیکیاں بھی کی ہوتیں جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے محمد بن ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے: [لَوْ أَنَّ عَبْدًا خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَّوْمِ وُلِدَ إِلٰى أَنْ يَّمُوتَ هَرَمًا فِي طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَرَهٗ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَوَدَّ أَنَّهٗ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ] ''اگر کوئی شخص پیدا ہونے سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سربسجود رہے تو وہ بھی اس (قیامت کے) دن اپنی اس عبادت کو حقیر جانے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں (ایک بار پھر) لوٹا دیا جائے تا کہ وہ اور زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکے۔''[5]

---

[1] صحيح البخاري، التوحيد، باب كلام الرب تعالى يوم القيامة مع الأنبيآء وغيرهم، حديث: 7510 وصحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث:(326)-193 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ مفصلًا، البتہ مذکورہ حوالوں میں [أَنَالَهَا] صرف ایک مرتبہ ہے، تاہم كتاب السنة لابن أبي عاصم، باب: 167، ص: 380,379، حديث: 816 میں [أَنَا لَهَا وَأَنَا صَاحِبُهَا] کے الفاظ ہیں۔ [2] دیکھیے بنیٓ إسرآءیل، آیت: 79 کے ذیل میں۔ [3] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2842 . [4] جامع الترمذي، صفة جهنم، باب ما جاء في صفة النار، حديث: 2573 . [5] مسند أحمد: 185/4 .

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ ﴾ ''چنانچہ اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں دے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو جس طرح عذاب دے گا اس طرح کوئی اور کسی کو عذاب نہیں دے سکتا، ﴿ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ ﴾ ''اور نہ اس کے جکڑنے جیسا کوئی جکڑے گا۔'' یعنی رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو جس طرح عذاب کے فرشتے پکڑیں اور جکڑیں گے، ان سے بڑھ کر کسی اور کی گرفت نہیں ہوسکتی، یہ تو ہے مجرم اور ظالم انسانوں کا حال لیکن جہاں تک پاک، مطمئن، حق پر ثابت قدم رہنے اور حق ہی کے ساتھ گردش کرنے والی روح کا تعلق ہے تو اس سے کہا جائے گا: ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ﴾ ''اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت، اس کے ثواب اور اس کی ان نعمتوں کی طرف چل جو اس نے اپنے بندوں کے لیے جنت میں تیار فرما رکھی ہیں۔ ﴿ رَاضِيَةً ﴾ ''راضی ہونے والی'' یعنی اپنے جی میں، ﴿ مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾ ''پسندیدہ'' یعنی یہ پاک روح اللہ تعالیٰ سے راضی، اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اسے خوب خوب راضی فرما دے گا۔ ﴿ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ ﴾ ''پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا۔'' یعنی ان کے گروہ میں، ﴿ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ ﴾ ''اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔'' یہ بات اسے موت کے وقت کہی جاتی ہے، نیز قیامت کے دن بھی کہی جائے گی، جس طرح فرشتے موت کے وقت مومن کو بشارت سناتے ہیں اور قبر سے اٹھتے وقت بھی بشارت سنائیں گے، اسی طرح یہاں بھی بشارت سنائی گئی ہے۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کتنی اچھی بات ہے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَمَا إِنَّهُ سَيُقَالُ لَكَ هٰذَا] ''یہ بات تو یقیناً عنقریب تم سے بھی کہی جائے گی۔''[1]

تفسیر سورۂ فجر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :3430,3429/10 یہ حدیث ضعیف ہے۔

تفسیر سورۂ بلد

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ① وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ② وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی ① اور آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ② اور قسم ہے والد (آدم) کی اور اس کی اولاد کی ③ بلاشبہ ہم نے

فِيْ كَبَدٍ ④ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ⑤ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ⑥ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ (وقف لازم)

انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ④ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا؟ ⑤ وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال لٹا دیا ⑥ کیا وہ سمجھتا

اَحَدٌ ⑦ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ⑧ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ⑨ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ⑩

ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟ ⑦ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ ⑧ اور زبان اور دو ہونٹ؟ ⑨ اور ہم نے اسے دونوں راستے سمجھا دیے ⑩

تفسیر آیات: 1-10

حرمت مکہ اور دیگر اشیاء کی قسم: یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ام القریٰ مکہ کی اس حال میں قسم کھائی ہے جبکہ اس میں رہنے والے نے احرام نہ باندھا ہوتا کہ وہ اس کی اس حال میں عظمت اور قدر ومنزلت کی طرف توجہ دلائے جبکہ یہاں کے باشندوں نے احرام باندھ رکھا ہو۔ خصیف نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ①﴾ میں ﴿لَآ﴾ ”نہیں“ کفار و مشرکین کی تردید کے لیے ہے اور ﴿اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ①﴾ کے معنی ہیں میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔[1] شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں شہر سے مراد مکہ ہے اور ﴿وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ②﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لیے اس شہر میں قتال کرنا حلال ہے۔[2] سعید بن جبیر، ابو صالح، عطیہ، ضحاک، قتادہ، سدی اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[3] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے دن کی ایک گھڑی کے لیے مکہ میں قتال کو حلال قرار دیا تھا۔[4] ائمۂ تفسیر نے جو یہ مفہوم بیان فرمایا ہے، اس کی تائید میں ایک حدیث جس کی صحت پر اتفاق ہے، اس طرح بیان ہوئی ہے: [إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، (وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهُ)، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ (وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3432/10. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3432/10. ③ تفسير القرطبي: 61/20 وتفسير الطبري: 244/30 والدر المنثور: 593,592/6. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3432/10.

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ)، (وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ)،(أَلَا فَلْيُبَلِّغِ) (الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)] ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے حرمت والا قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ کے اسے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک اس کی حرمت برقرار رہے گی، اس کے درخت کے پتوں کو نہ جھاڑا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے، میرے لیے دن کی صرف ایک گھڑی میں قتال حلال قرار دیا گیا تھا اور آج پھر اس کی حرمت اسی طرح ہے جس طرح کل تھی، سن لو! کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ ان تک بھی پہنچا دیں جو موجود نہیں۔''[1]

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [......فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ (بِقِتَالِ) رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ] ''......پس اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال کو رخصت (کی دلیل) کے طور پر پیش کرے تو اسے کہہ دو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تو اجازت دی تھی مگر اس نے تمھیں اجازت نہیں دی ہے۔''[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ③﴾ ''اور جننے والے کی (قسم!) اور اس کی جو اس نے جنا۔'' مجاہد، ابو صالح، قتادہ، ضحاک، سفیان ثوری، سعید بن جبیر، سدی، حسن بصری، خصیف، شرحبیل بن سعد اور دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿وَالِدٍ﴾ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ﴿وَّمَا وَلَدَ ③﴾ سے مراد ان کی اولاد ہے۔[3] امام مجاہد اور ان کے اصحاب نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ موقف اختیار کیا ہے، یہ بہت اچھا اور مضبوط موقف ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ام القری کی قسم کھائی جو مسکن ہے تو اس کے بعد سکونت پذیر ہونے والوں کی قسم کھائی جو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ ابو عمران جونی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ اسے امام ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[4] اس قول کا بھی احتمال ہے جو حافظ ابن جریر نے اختیار کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور ہر والد اور اس کی اولاد کو شامل ہے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ④﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔'' ابن جریج نے عطاء سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿فِيْ كَبَدٍ ④﴾ کے معنی یہ روایت کیے ہیں کہ

---

① صحیح البخاری، الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حديث: 3189 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، البتہ پہلی قوسین والے الفاظ: الأحاديث الطوال للطبرانی، خطبة رسول الله ﷺ يوم الفتح: 141,140، حديث: 60 وموارد الظمآن، المغازی والسير، باب ماجاء فی غزوة الفتح: 5/327-330، حديث: 1699 كلاهما عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ، دوسری قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، جزاء الصيد، باب لا ينفر صيد الحرم، حديث: 1833 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، تیسری قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، حديث: 1832 اور چوتھی قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 4/32 اور پانچویں قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، حديث: 1832 وصحیح مسلم، الحج، باب تحريم مكة......، حديث: 1354 كلهم عن أبی شريح العدوی رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔ ② صحیح البخاری، جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم، حديث: 1832 عن أبی شريح العدوی رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الحج، باب تحريم مكة......، حديث: 1354 کے مطابق ہے۔ ③ تفسير القرطبی: 20/61 وتفسير الطبری: 30/245 والدر المنثور: 6/593. ④ تفسير الطبری: 30/246 وتفسير ابن أبی حاتم: 10/3433. ⑤ تفسير الطبری: 30/246.

انسان کو سخت تکلیف کی حالت میں پیدا کیا گیا ہے، کیا تم نے اس کی حالت کو نہیں دیکھا؟ پھر انھوں نے انسان کے پیدا ہونے کے وقت اور پھر بعد میں دانتوں کے نکلنے کی تکلیف کا ذکر کیا۔① ﴿فِي كَبَدٍ ﴾ کے بارے میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ انسان پہلے نطفہ تھا، پھر لوتھڑا بنا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنا، اس طرح انسان اپنی تخلیق کے مختلف مرحلوں میں تکلیف اٹھاتا رہا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (الأحقاف 46:15) ''اس کی ماں نے اسے تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور اسے تکلیف سے جنا'' اور تکلیف ہی سے اسے دودھ پلایا، اس کی زندگی بھی تکلیف ہی پر مبنی ہے اور وہ ان تمام حالتوں میں تکلیف برداشت کرتا رہتا ہے۔② حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ﴿كَبَدٍ ﴾ کے معنی شدت اور طلب معیشت کے ہیں۔③ عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو شدت اور طویل مدت میں پیدا کیا ہے۔④ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو حالت مشقت میں پیدا کیا ہے۔⑤ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ دنیا کی تکلیفیں اور آخرت کی سختیاں برداشت کرتا رہتا ہے۔⑥

انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی نعمتوں نے گھیر رکھا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴾ ''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا؟'' امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا جو اس کے مال کو اس سے لے سکے؟⑦ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ابن آدم یہ گمان رکھتا ہے کہ اس سے اس کے مال کے بارے میں یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ اس نے اسے کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔⑧ ﴿يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴾ ''وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال لٹا دیا۔'' یعنی ابن آدم کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال خرچ کر دیا ہے، یہ امام مجاہد، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔⑨ ﴿أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ﴾ ''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا اسے یہ گمان ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے نہیں دیکھا؟⑩ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمۂ سلف نے یہی فرمایا ہے۔⑪

﴿أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ﴾ ''کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟'' یعنی جن سے وہ دیکھتا ہے، ﴿وَلِسَانًا﴾ ''اور ایک زبان۔'' جس سے وہ بولتا ہے اور اپنے مافی الضمیر (دل کی بات) کا اظہار کرتا ہے، ﴿وَشَفَتَيْنِ ﴾ ''اور دو ہونٹ۔'' جن سے وہ بولنے اور کھانا کھانے میں مدد لیتا ہے، نیز یہ دونوں ہونٹ اس کے چہرے اور منہ کے لیے

---

① تفسير الطبري: 247/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3433/10. ② تفسير الماوردي: 276/6 نحوه. ③ تفسير البغوي: 254/5. ④ تفسير الطبري: 247/30 و الدر المنثور: 594/6. ⑤ تفسير الطبري: 246/30. ⑥ تفسير الطبري: 247/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3433/10. ⑦ تفسير الماوردي: 276/6. ⑧ تفسير البغوي: 255/5 و تفسير الطبري: 249/30. ⑨ تفسير الطبري: 249/30 و تفسير القرطبي: 64/20. ⑩ تفسير الماوردي: 277/6. ⑪ تفسير البغوي: 255/5 و تفسير ابن أبي حاتم: 3434/10 و فتح القدير: 540/5 و تفسير القرطبي: 64/20.

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ⑪ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ⑫ فَكُّ رَقَبَةٍ ⑬ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ

پھر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہیں گزرا⑪ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟⑫ وہ ہے کسی انسان کو غلامی سے چھڑانا⑬ یا بھوک والے دن کھانا

مَسْغَبَةٍ ⑭ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ⑮ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ⑯ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا

کھلانا⑭ کسی رشتہ دار یتیم کو⑮ یا کسی خاک نشین مسکین کو⑯ پھر وہ ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور انھوں نے باہم صبر کی وصیت کی

بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ⑰ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ⑱ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ

اور باہم رحم کرنے کی وصیت کی⑰ وہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں⑱ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے وہی بائیں ہاتھ والے

1 ع 20 15 الْمَشْـَٔمَةِ ⑲ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ⑳

ہیں⑲ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی⑳

باعث حسن و جمال ہیں۔

خیر و شر میں تمیز بھی نعمت ہے: ﴿ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ⑩ ﴾ ”اور ہم نے اسے دونوں رستے دکھا دیے۔“ امام سفیان ثوری نے عاصم سے، انھوں نے زِرّ سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دونوں رستوں سے مراد خیر و شر ہے۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابو وائل، ابو صالح، محمد بن کعب، ضحاک، عطاء خراسانی اور دیگر بہت سے ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2] اس آیت کی نظیر حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ○ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ○ ﴾ (الدھر 76:2،3) ”بے شک ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، چنانچہ ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا، بلاشبہ ہم نے اسے رستہ دکھا دیا، خواہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا۔“

تفسیر آیات: 20-11

نیکی کے رستوں پر چلنے کی ترغیب: ابن زید فرماتے ہیں: ﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ⑪ ﴾ ”پھر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہیں گزرا“ کے معنی یہ ہیں کہ یہ انسان اس رستے پر کیوں نہ چلا جس میں نجات اور خیر ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس رستے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ⑫ فَكُّ رَقَبَةٍ ⑬ اَوْ اِطْعٰمٌ ﴾ ”اور آپ کو کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟ وہ ہے گردن چھڑانا یا کھانا کھلانا۔“[3] امام احمد رحمہ اللہ نے سعید بن مرجانہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ إِرْبٍ مِّنْهَا إِرْبًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ حَتّٰى إِنَّهُ لَيُعْتِقُ بِالْيَدِ الْيَدَ، وَ بِالرِّجْلِ الرِّجْلَ وَبِالْفَرْجِ الْفَرْجَ] ”جو شخص کسی مومن گردن کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے آزاد فرما دے گا حتی کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ کو، پاؤں

[1] تفسیر الطبری: 250/30. [2] تفسیر الطبری: 30/250-252 والدر المنثور: 595/6. [3] تفسیر الطبری: 253/30.

کے بدلے پاؤں کو اور شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ کو آزاد کر دے گا۔'' علی بن حسین نے فرمایا: کیا تم نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ تو سعید نے جواب دیا: جی ہاں! تو علی بن حسین نے اپنے ایک چالاک غلام سے کہا کہ مطرّف کو بلاؤ، جب مطرف آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو فرمایا: جاؤ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہو۔[1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی کئی سندوں کے ساتھ سعید بن مرجانہ سے روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: آپ ہمیں ایک ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی اور وہم نہ ہو تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ وُّلِدَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ فِي الْإِسْلَامِ فَمَاتُوا قَبْلَ أَنْ يَّبْلُغُوا الْحِنْثَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ، وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بَلَغَ بِهِ الْعَدُوَّ أَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ كَانَ لَهُ (عِتْقُ) رَقَبَةٍ، وَّمَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ يُّدْخِلُهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ مِنْهَا(الْجَنَّةَ)] ''جس شخص کے اسلام کی حالت میں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کے فضل سے اسے بھی جنت میں داخل فرما دے گا، اور جو شخص اللہ کے رستے میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا روز قیامت اس کے لیے نور ہو گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک تیر پھینکا، خواہ وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا مگر اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے ایک مومن گردن کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے میں اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزادی عطا فرما دے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں ایک جوڑا خرچ کیا تو بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہ ان میں سے جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے داخل فرما دے گا۔''[3] (یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے۔)[4] اور یہ سب سندیں جید اور قوی ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ⑭﴾ ''یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا۔'' حضرت

---

① مسند أحمد :422/2 . ② صحيح البخاري، العتق، باب في العتق و فضله، حديث :2517 وصحيح مسلم، العتق، باب فضل العتق، حديث: 1509 وجامع الترمذي، النذور والأيمان، باب ماجاء في ثواب من أعتق رقبة، حديث:1541 والسنن الكبرى للنسائي، العتق، باب فضل العتق :168/3، حديث : 4875. ③ مسند أحمد :386/4، البتہ پہلی قوسین والا لفظ المعجم الكبير للطبراني: 134/8، حديث: 7610 کے مطابق ہے جبکہ دوسری قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ ④ تفسير الطبري :254/30 ومسند أحمد :113/4 و386 وسنن أبي داود، العتق، باب أي الرقاب أفضل؟ حديث: 3965 وسنن النسائي، الجهاد، باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله عزوجل، حديث: 3144 و3147 امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مزید روایات بھی ذکر کی ہیں، دیکھیے تفسير ابن كثير (مفصل)، البلد، آیت: 13 کے ذیل میں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ مَسْغَبَةٍ ﴾ کے معنی بھوک کے ہیں۔ ① حضرت عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ② سَغَبَ بھوک کو کہتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَتِيمًا ﴾ ''کسی یتیم کو۔'' یعنی اس نے اس طرح کے دن میں کسی یتیم کو کھانا کھلایا ﴿ ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾ یعنی جو اس کا قرابت دار ہو، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، حسن، ضحاک اور سدی کا قول ہے۔ ③

جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد نے سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: [اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَّعَلٰى ذِي الرَّحِمِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ] ''مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے لیکن رشتہ دار پر صدقہ کرنے کے دو ثواب ملتے ہیں: ایک صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔'' ④ اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑤ اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ ''یا کسی خاک نشین مسکین کو۔'' یعنی فقیر، مفلس و قلاش کو جو مٹی کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ فقیر ہے جو فٹ پاتھ ہی پر رہتا ہو اور اس کے پاس گھر یا کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اسے مٹی سے بچائے۔ ⑥ ﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے۔'' یعنی ان عمدہ اور پاکیزہ اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ دل سے مومن بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ثواب کا امیدوار بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:19) ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی جو اس کے لائق کوشش ہے جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش قابلِ قدر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ ...... ﴾ الآية (النحل 16:97) ''جس نے نیک عمل کیے، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو......''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾ ''اور انھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی۔'' یعنی ان مومنوں میں داخل ہوا جو نیک عمل کرتے، ایک دوسرے کو لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ان کے ساتھ شفقت کرنے کی وصیت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: [اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ] ''رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔'' ⑦ اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ

① تفسیر الطبری : 256/30 . ② تفسیر الطبری : 256/30 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم : 3435/10 . ④ مسند أحمد : 214/4. بعض روایات میں صلہ رحمی کا ذکر پہلے اور صدقے کا بعد میں ہے اور بعض میں اس کے برعکس ہے، دیکھیے حوالہ مذکورہ۔ ⑤ جامع الترمذی، الزكاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، حدیث : 658 وسنن النسائی، الزكاة، باب الصدقة علی الأقارب، حدیث :2583. ⑥ تفسیر الطبری :258/30 . ⑦ جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس، حدیث :1924 عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ.

النَّاسَ] ’’اس شخص پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔‘‘[1] امام ابوداود نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: [مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا] ’’جو شخص ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور وہ ہمارے بڑے کے حق کو نہ پہچانے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔‘‘[2] فرمان الٰہی ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴾ ’’یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں۔‘‘ یعنی ان صفات کے ساتھ متصف لوگ ہی دائیں ہاتھ والے ہیں۔

بائیں ہاتھ والے اور ان کی سزا: پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴾ ’’اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔‘‘ یعنی یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ﴿ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ ’’ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی۔‘‘ یعنی یہ بدنصیب آگ میں بند کر دیے جائیں گے، کوئی انھیں اس آگ سے بچا نہ سکے گا اور نہ اس سے انھیں باہر نکال سکے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، محمد بن کعب قرظی، عطیہ عوفی، حسن، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ کے معنی ہیں بند کی ہوئی۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ اس کے دروازے بند کر دیے گئے ہوں گے۔[4] ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ ایسی دیوار کو کہتے ہیں جس میں کوئی دروازہ نہ ہو۔[5] اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ بند ہوگی، اس میں نہ روشنی ہوگی، نہ روشن دان اور نہ وہ اس سے کبھی بھی نکل ہی سکیں گے۔[6]

سورۂ بلد کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① صحيح البخارى، التوحيد، باب قول الله تبارك وتعالى: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ﴾ (بنىٓ إسرآء يل 110:17)، حديث: 7376 وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان ...... ، حديث: 2319 عن جرير بن عبد الله رضی اللہ عنہ.
② سنن أبى داود، الأدب، باب فى الرحمة، حديث: 4943 . ③ تفسير الطبرى: 260/30 وتفسير ابن أبى حاتم: 3435/10 والدرالمنثور: 598/6. ④ الدرالمنثور: 598/6 . ⑤ تفسير الماوردى: 280/6 . ⑥ تفسير الطبرى: 260/30 .

تفسیر سورۂ شمس

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ① وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ② وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ③ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىهَا ④

سورج اور اس کی دھوپ چڑھنے کی قسم ①اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے ②اور دن کی جب وہ سورج کا جلوہ دکھاتا ہے ③اور رات کی جب وہ اسے

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ⑤ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىهَا ⑥ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ⑦ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا

ڈھانپ لیتی ہے ④اور آسمان کی اور جس نے اسے بنایا ⑤اور زمین کی اور جس نے اسے بچھایا ⑥اور (انسانی) نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا ⑦پھر

وَتَقۡوٰىهَا ⑧ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ⑨ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ⑩

اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس پر الہام کیا ⑧یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا ⑨اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کیا ⑩

نمازِ عشاء میں سورۂ شمس کی قراءت: صحیحین کی یہ حدیثِ جابر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [فَلَوۡلَا صَلَّيۡتَ بِ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ﴾ وَ ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ①﴾ وَ ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ﴾] ”تم ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ﴾، ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ①﴾ اور ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ﴾ (جیسی سورتوں) کو نماز میں کیوں نہیں پڑھ لیتے؟“ ①

تفسیر آیات: 1-10

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کی قسم کھانا: امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ①﴾ کے معنی ہیں سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی۔ ② امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ضُحٰی سے سارا دن مراد ہے۔ ③ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور اس کے دن کی قسم کھائی ہے کیونکہ سورج کی روشنی کا ظاہر ہونا ہی دن ہے۔ ④ ﴿وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ②﴾ ”اور چاند کی (قسم!) جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿تَلٰىهَا ②﴾ کے معنی اس کے پیچھے آنے کے ہیں۔ ⑤ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ چاند دن کے پیچھے آتا ہے۔ ⑥ قتادہ

① صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 705 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: 465. تفسیر ابن کثیر میں [فَلَوۡلَا] کے بجائے [هَلَّا] کا لفظ ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ ② تفسير الطبري: 261/30.
③ تفسير الطبري: 261/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3437/10. ④ تفسير الطبري: 261/30. ⑤ تفسير الطبري: 262/30. ⑥ تفسير الطبري: 262/30.

فرماتے ہیں کہ ﴿ اِذَا تَلٰىهَا ﴾ سے مراد چاندرات ہے کہ جب سورج غروب ہوجائے تو چاند نظر آتا ہے۔[1]

﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴾ ''اور دن کی (قسم!) جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کرتا ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ جَلّٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے روشن کرتا ہے۔[2] اسی لیے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴾ ایسے ہی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ﴾ (اللیل 92:2) ''اور دن کی (قسم!) جب وہ روشن ہو۔''[3] اور ائمۂ تفسیر نے ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴾ ''اور رات کی (قسم!) جب وہ اسے ڈھانپ لیتی ہے۔'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب رات سورج کو ڈھانپ لیتی ہے یہاں تک کہ سورج غائب ہوجاتا ہے، پھر آفاق میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔[4]

﴿ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ﴾ ''اور آسمان کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں ﴿ مَا ﴾ مصدریہ ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ آسمان اور اس کے بنانے کی قسم! یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[5] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں ﴿ مَا ﴾ موصولہ یعنی مَنْ کے معنی میں ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم! یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[6] اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔ اور بناء سے مراد بلند کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:47,48) ''اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بلند کیا، اور بلاشبہ ہم وسعت والے ہیں۔ اور ہم نے زمین کو بچھایا تو (ہم) کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں۔''

اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴾ ''اور زمین کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے اسے بچھایا۔[7] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَمَا طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے جو اس میں پیدا کیا۔[8] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے جو اسے تقسیم کیا ہے۔[9] مجاہد، قتادہ، ضحاک، سدی، ثوری، ابوصالح اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿ طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ جس نے اسے پھیلایا ہے۔[10]

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴾ ''اور (انسانی) نفس کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔'' یعنی جس نے اسے صحیح، برابر اور سلیم الفطرت پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ (الروم 30:30) ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھیں، اللہ کی فطرت (اختیار کرو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق

[1] تفسیر الطبری: 262/30. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 3437/10 والدر المنثور: 600/6. [3] تفسیر الماوردی: 282/6 و 286. [4] تفسیر الطبری: 263/30 وتفسیر البغوی: 258/5 وفتح القدیر: 546/5. [5] تفسیر الطبری: 263/30. [6] تفسیر الطبری: 263/30. [7] تفسیر الطبری: 264/30. [8] تفسیر الطبری: 264/30. [9] تفسیر الطبری: 264/30. [10] تفسیر الطبری: 264/30 والدر المنثور: 601/6 وتفسیر الماوردی: 283/6.

میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ]، [...... كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟] ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، چنانچہ اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں،...... جس طرح جانور اپنے بچے کو صحیح سالم جنم دیتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی کا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟'' اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔① اور صحیح مسلم میں حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:) إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ (فَجَاءَتْهُمُ) الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ] ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے اپنے سب بندوں کو یکسو ہو کر عبادت کرنے والے پیدا فرمایا تھا مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں ان کے دین سے دور کر دیا۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝٨﴾ ''پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کی۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی اور پرہیز گاری کی طرف رہنمائی فرما دی ہے، یعنی اسے اس کے لیے بیان فرما دیا اور جو اس کے مقدر میں تھا، اس کا اسے رستہ دکھا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر کو واضح فرما دیا ہے۔③ مجاہد، قتادہ، ضحاک اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔④ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھلائی اور برائی الہام فرما دی ہے۔⑤ ابن زید فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بدکاری اور پرہیز گاری کو رکھ دیا ہے۔⑥

امام ابن جریر نے ابو اسود دیلی سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ یہ بتائیے کہ لوگ جو کوشش اور عمل کرتے ہیں، کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کا پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے اور سابقہ تقدیر کے مطابق اسے لکھ دیا گیا ہے یا یہ جو عمل کرتے ہیں ان کا تعلق ان امور سے ہے جنھیں لے کر ان کے نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور ان پر حجت تمام کر دی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے تو انھوں نے کہا: کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ میں یہ بات سن کر بہت زیادہ گھبرا گیا اور میں نے کہا کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کے ہاتھ کی ملکیت ہے، وہ جو

---

① صحيح البخاري، الجنائز، البتہ پہلا حصہ باب ماقيل في أولاد المشركين، حديث: 1385 جبکہ دوسرا حصہ باب إذا أسلم الصبي فمات......، حديث: 1358 کے مطابق ہے و صحيح مسلم، القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ......، حديث: 2658 لیکن تفسیر ابن کثیر میں [تُنْتَجُ] کے بجائے [تُولَدُ] ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2865 مفصلاً. البتہ پہلی قوسین والے الفاظ غريب الحديث للحربي: 111/1 (C.D) میں [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى] اور دوسری قوسین والا لفظ [فَأَتَتْهُمْ] ہے۔ ③ تفسير الطبري: 264/30. ④ تفسير الطبري: 265,264/30. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3437 البتہ تفاسیر میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے الہام کے بجائے ''الزمها'' کا ذکر ملتا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھلائی اور برائی لازم فرما دی ہے۔
⑥ تفسير الطبري: 265/30.

کام بھی کرے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا جبکہ بندوں سے پوچھا جائے گا، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھے رستے پر قائم رکھے، میں نے آپ کی عقل کا اندازہ لگانے کے لیے یہ سوال پوچھا تھا، خاندان مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی: اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ لوگ جو کوشش اور عمل کرتے ہیں، کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کا پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے اور سابقہ تقدیر کے مطابق اسے لکھ دیا گیا ہے یا یہ جو عمل کرتے ہیں، ان کا تعلق ان امور سے ہے جنھیں لے کر ان کے نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ ان پر حجت تمام کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: [(بَلْ شَيْءٌ) قَدْ قُضِيَ عَلَيْهِمْ] ''بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے۔'' اس نے عرض کی: تو پھر ہم عمل کیوں کریں؟ آپ نے فرمایا: [مَنْ كَانَ اللّٰهُ خَلَقَهُ لِإِحْدَى الْمَنْزِلَتَيْنِ يُهَيِّئُهُ لَهَا، وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ (تَعَالٰى): ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ ﴾] ''جسے اللہ تعالیٰ نے دو مرتبوں میں سے کسی ایک کے لیے پیدا کیا ہو تو وہ اسے اس کے لیے تیار فرما دیتا ہے اور کتاب اللہ میں اس بات کی اس طرح تصدیق بھی موجود ہے: ''اور (انسانی) نفس کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کی۔''[1] اسے امام احمد اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

تزکیہ نفس: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾ ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کر لیا اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کیا۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے۔[3] اور اپنے نفس کو گھٹیا اور فاسد اخلاق سے پاک کر لیا۔ مجاہد، عکرمہ اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4] ﴿ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾ ''اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کیا۔'' یعنی جس نے اسے ہدایت سے دور رکھنے کی وجہ سے خاک میں ملا دیا حتی کہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترک کر دیا۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ معنی یہ ہوں کہ یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا اور یقیناً وہ ناکام و نامراد ہو گیا جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے خاک میں ملا دیا جیسا کہ عوفی اور علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[5]

تزکیۂ نفس کی دعا: امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ان آیات کی تلاوت فرماتے: ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ ﴾ تو آپ ٹھہر جاتے اور یہ دعا کرتے: [اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، وَخَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا] ''اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرما، تو ہی

---

① تفسير الطبري: 266,265/30، تو سین والے الفاظ صحیح مسلم کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2650 و مسند أحمد: 438/4. ③ تفسير الطبري: 266/30. ④ تفسير الطبري: 266/30. ⑤ تفسير الطبري: 267,266/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3438/10.

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ⑪ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ⑫ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے (نبی کو) جھٹلایا⑪ جب اٹھ کھڑا ہوا اس (قوم) کا بڑا بدبخت⑫ تو انھیں رسول اللہ نے کہا: اللہ کی اونٹنی (کی حفاظت کرو)

وَسُقْيٰهَا ⑬ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۥ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ⑭

اور اس کو پانی پلانے کی⑬ پھر انھوں نے اس کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر تباہی ڈال کر سب کا صفایا

ع 1 15 16 وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ⑮

کر دیا⑭ اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا⑮

اس کا دوست اور کارساز ہے اور اسے بہتر پاک فرمانے والا ہے۔''①

ایک اور دعا: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَ(مِنْ) نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَعِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَدَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا] ''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی، کاہلی، بڑھاپے، بزدلی، کنجوسی اور عذابِ قبر سے، اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کی پرہیز گاری عطا فرما اور تو اس کو پاک کردے تو ہی اس کو بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے، اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس دل سے جو (تجھ سے) نہ ڈرتا ہو، اس نفس سے جو سیر نہ ہو، اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دعا سے جسے شرف قبولیت حاصل نہ ہو۔'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعائیہ کلمات ہمیں سکھایا کرتے تھے اور ہم تمھیں سکھاتے ہیں۔②

تفسیر آیات:11-15

صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قصہ اور ثمود کی ہلاکت: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ قوم ثمود نے اپنی سرکشی و بغاوت کے سبب اپنے رسول کی تکذیب کی، اس آیت کے یہ معنی مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔③ چنانچہ اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت و یقین کے بجائے جو ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس لے کر آئے تھے، ان کے دلوں میں تکذیب کو بھر دیا، ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ⑫﴾ ''جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا۔'' یعنی قبیلے کا سب سے بڑا بدبخت، اس سے مراد قُدار بن سالِف ہے جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں، یہ ثمود کا سردار تھا۔④ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ○......﴾ الآیة (القمر 54:29) ''پھر انھوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے (تلوار) پکڑی، پھر اس نے کونچیں کاٹ دیں......'' یہ آدمی اپنی قوم میں بڑا معزز، شریف، عالی نسب سردار تھا، نیز اس کی بات مانی

① المعجم الكبير للطبراني :106/11، حديث:11191. ② مسند أحمد :371/4 البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الذكر و الدعاء......، باب في الأدعية، حديث: 2722 کے مطابق ہے۔ ③ تفسير الطبري : 269,268/30 . ④ تفسير الطبري : 269/30 .

جاتی تھی جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [﴿ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴾ اِنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَارِمٌ عَزِيزٌ مَّنِيعٌ فِي رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ] ''جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا'' اس (اونٹنی) کو مارنے کے لیے ایک شخص اٹھا جو بدخلق، زور آور اور ابوزمعہ کی طرح اپنی قوم میں بڑا طاقتور تھا۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ نے کتاب التفسیر میں، امام مسلم نے صفة النار میں اور امام ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت فرمایا ہے۔[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ ''تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا'' یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے، ﴿ نَاقَةَ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کی اونٹنی (کی حفاظت کرو۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کے ساتھ برا سلوک کرنے سے بچو، ﴿ وَ سُقْيٰهَا ﴾ ''اور اس کو پانی پلانے کی۔'' یعنی اسے پانی پلانے کے بارے میں اس پر زیادتی نہ کرو کیونکہ ایک دن اس کی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمھاری پینے کی باری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ﴾ ''پھر انھوں نے اسے جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں۔'' یعنی ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس جو لے کر آئے، اسے انھوں نے جھٹلایا اور پھر اس کے بعد انھوں نے اس اونٹنی کی کونچیں بھی کاٹ ڈالیں جسے اللہ تعالیٰ نے حجت اور نشانی کے طور پر ان کے لیے چٹان سے نکالا تھا، ﴿ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ ﴾ ''تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر تباہی ڈال دی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور اس نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، ﴿ فَسَوّٰىهَا ﴾ ''پھر انھیں برابر (ملیامیٹ) کر دیا۔'' یعنی اس نے ان سب پر یکساں عذاب نازل فرمایا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ثمود کے اس سردار نے اس وقت تک اونٹنی کی کونچیں نہیں کاٹیں جب تک اس قوم کے چھوٹوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں نے اس کی بیعت نہیں کر لی، اس طرح جب ساری قوم اونٹنی کی کونچیں کاٹنے میں شریک ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گناہ کی پاداش میں ان پر تباہی ڈال کر سب کا صفایا کر دیا۔[3] ﴿ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴾ ''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔'' اسے [فَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا] بھی پڑھا گیا ہے۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے بدلہ لینے سے نہیں ڈرتا۔[5] مجاہد، حسن، بکر بن عبداللہ مزنی اور دیگر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔[6]

سورۂ شمس کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① مسند أحمد: 17/4. ② صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴾ (الشمس 1:91)، حديث: 4942 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون......، حديث: 2855 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴾، حديث: 3343 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الشمس: 515/6، حديث: 11675. ③ تفسير الطبري: 270/30. ④ تفسير الطبري: 272/30 وتفسير البغوي: 261/5. ⑤ تفسير الطبري: 271/30. ⑥ تفسير الطبري: 271/30.

تفسیر سورۂ لیل

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ③ اِنَّ سَعۡیَكُمۡ

رات کی قسم جب وہ چھا جائے ①اور دن کی جب وہ روشن ہو②اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیے ③ بے شک تمھاری کوشش (باہم) مختلف

لَشَتّٰی ④ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ⑤ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ⑥ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡیُسۡرٰی ⑦ وَاَمَّا مَنۡۢ

ہے④ پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور ڈرتا رہا⑤ اور اس نے نیک بات کی تصدیق کی⑥ تو یقیناً اسے عنقریب ہم آسان (راہ) کی توفیق دیں گے⑦

بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰی ⑧ وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ⑨ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰی ⑩ وَمَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ

اور لیکن جس نے کنجوسی کی اور پروانہ کی⑧ اور اس نے نیک بات کو جھٹلایا⑨ تو اسے عنقریب ہم تنگی کی (راہ کی) سہولت دیں گے⑩ اور جب وہ

اِذَا تَرَدّٰی ⑪

(دوزخ میں) گرے گا تو اسے اس کا مال کوئی فائدہ نہ دے گا⑪

نماز عشاء میں سورۂ لیل کی قراءت: قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِـ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَی﴾ وَ ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا﴾ وَ ﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی﴾] ''تم ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَی﴾، ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی﴾ کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ لیتے۔''①

تفسیر آیات: 1-11

لوگوں کی کوشش اور اس کے نتائج کے مختلف ہونے پر قسم: اللہ تعالیٰ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ①﴾ ''رات کی قسم جب وہ چھا جائے!'' یعنی جب مخلوق کو اپنے اندھیرے کے ساتھ ڈھانپ لے۔ ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ②﴾ ''اور دن کی (قسم!) جب وہ روشن ہو۔'' یعنی اپنی روشنی اور چمک کے ساتھ، ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ③﴾ ''اور اس ذات کی (قسم!) جس نے نر اور مادہ پیدا کیے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّخَلَقۡنٰكُمۡ اَزۡوَاجًا﴾ (النبا 8:78) ''اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔'' اور فرمایا: ﴿وَمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ﴾ (الذّٰریٰت 49:51) ''اور ہم

① دیکھیے الأعلٰی اور الشمس کی ابتدا میں۔

نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے۔'' جب قسم ان متضاد چیزوں کی تھی تو مقسم علیہ بھی متضاد ہے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ ﴾ ''بے شک تمھاری کوشش یقیناً مختلف ہے۔'' یعنی بندوں کے اعمال بھی جو وہ سرانجام دیتے ہیں، ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں، چنانچہ کوئی نیک کام کر رہا ہے اور کوئی بد۔

پھر فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ ﴾ ''پھر جس نے (اللہ کے رستے میں) دیا اور ڈرتا رہا۔'' یعنی وہ مال دیا جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اپنے تمام امور و معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا، ﴿ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ ﴾ ''اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔'' یعنی اچھی بات کی جزا کی تصدیق کی، یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[1] اور خصیف فرماتے ہیں کہ نیک بات کے ثواب کی تصدیق کی۔[2] ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ ﴾ ''تو یقیناً ہم اسے آسان (راستے) کے لیے سہولت دیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ نیکی کی توفیق دیں گے۔[3] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ ﴾ ''اور لیکن جس نے بخل کیا'' یعنی اس میں جو اس کے پاس ہے، ﴿ وَاسْتَغْنٰى ۝ ﴾ ''اور بے پروا ہوا۔'' عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مال خرچ کرنے میں بخل کیا اور اپنے رب تعالیٰ سے بے پروا ہوا۔ اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[4] ﴿ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ ﴾ ''اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلایا۔'' یعنی آخرت میں جزا کی تکذیب کی، ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ ﴾ ''تو یقیناً ہم اسے مشکل (راہ) کے لیے سہولت دیں گے۔'' یعنی بدی کے رستے کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝ ﴾ (الأنعام 6:110) ''اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسے وہ پہلی بار اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائے اور ہم انھیں ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور جو برائی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی میں مبتلا کر کے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ اس معنی پر دلالت کرنے والی احادیث بہت ساری ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم عمل اس بنیاد پر کرتے ہیں جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے یا نئی بنیاد پر؟ آپ نے فرمایا: [بَلْ عَلٰى أَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ] ''اس بنیاد پر جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے۔'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! پھر عمل کرنا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: [كُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ] ''ہر ایک کو اس عمل کی توفیق دے دی جائے گی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔''[5]

---

[1] تفسير الطبري: 278/30. [2] تفسير الماوردي: 288/6. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 3440/10. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 3440/10 و تفسير الطبري: 279/30. [5] مسند أحمد: 6,5/1.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے پاس تشریف لے آئے، آپ جلوہ فرما ہوئے تو ہم بھی آپ کے گرد و پیش بیٹھ گئے، آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ نے سر مبارک جھکا لیا اور سوچ میں ڈوبے چھڑی کے ساتھ زمین کو کریدنے لگے، پھر فرمایا: [مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ وَّمَا مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً] ''تم میں سے کوئی ایک شخص یا کوئی ایک جاندار بھی نہیں مگر جنت یا جہنم میں اس کی جگہ لکھ دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔'' تو ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی اس کتاب پر توکل کر کے عمل کرنا چھوڑ نہ دیں کہ ہم میں سے جو اہل سعادت میں سے ہوا، وہ عنقریب اہل سعادت کی طرف چلا جائے گا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوا، وہ عنقریب اہل شقاوت کی طرف چلا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ (الشَّقَاءِ) فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ] ''اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دے دی جائے گی اور اہل شقاوت کو بدبختوں کے عمل کی توفیق دے دی جائے گی۔'' پھر آپ نے ان آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝١٠ ﴾ .[1] اس حدیث کو دیگر محدثین نے بھی بیان فرمایا ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ بتائیں کہ ہم جو عمل کرتے ہیں، کیا یہ اس بنیاد پر ہے جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے یا یہ کوئی نیا کام ہے یا یہ نوایجاد ہے؟ آپ نے فرمایا: [فِيمَا قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، فَاعْمَلْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! فَإِنَّ كُلًّا مُّيَسَّرٌ، أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَإِنَّهُ يَعْمَلُ لِلسَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَإِنَّهُ يَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ] ''یہ اس بنیاد پر ہے جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے، اے ابن خطاب! عمل کرتے رہو، ہر ایک کو توفیق دے دی جائے گی، اگر کوئی اہل سعادت میں سے ہوا تو وہ سعادت کے کام کرے گا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوا تو وہ شقاوت کے عمل کرتا رہے گا۔''[3]
امام ترمذی نے اسے کتاب القدر میں روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[4]

ایک اور حدیث بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ﴾ (الليل 92:9)، حديث: 4947,4948، البتہ قوسین والا لفظ صحیح بخاری ہی کی حدیث: 4949 کے مطابق ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں [وَمَا مِنْ نَّفْسٍ] کے بجائے [أَوْ مَا مِنْ نَّفْسٍ] ہے۔ [2] صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2647 وسنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث: 4694 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴾، حديث: 3344 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ ﴾: 517,516/6، حديث: 11678 وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب في القدر، حديث: 78. [3] مسند أحمد: 52/2. [4] جامع الترمذي، القدر، باب ماجاء في الشقاء والسعادة، حديث: 2135.

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ⑫ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ⑬ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ⑭

بے شک ہدایت دینا ہمارے ہی ذمے ہے⑫ اور بے شک آخرت اور دنیا ہمارے ہی اختیار میں ہے⑬ بالآخر میں نے تمھیں بھڑکتی آگ سے ڈرادیا

لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ⑮ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ⑯ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ⑰ الَّذِي

ہے⑭ اس میں بڑا بدبخت ہی داخل ہوگا⑮ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا⑯ اور بڑا متقی اس سے ضرور دور رکھا جائے گا⑰ جو پاک ہونے کے لیے اپنا

يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ⑱ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ⑲ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ

مال دیتا ہے⑱ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دیا جائے⑲ مگر صرف اپنے رب برتر کا چہرہ چاہتے ہوئے (مال خرچ کرتا ہے)⑳

الْأَعْلَىٰ ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ㉑ ع 1/21/17

اور یقیناً وہ (اللہ) جلد اس سے راضی ہوگا㉑

انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایک ایسے امر کے لیے عمل کریں جس سے فراغت حاصل کرلی گئی ہے یا ایک ایسے امر کے لیے جسے ہم نئے طور پر سرانجام دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [لِأَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ] ''ایسے امر کے لیے جس سے فراغت حاصل کرلی گئی ہے۔'' تو سراقہ نے عرض کی: تو پھر عمل کیوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَامِلٍ مُّيَسَّرٌ لِعَمَلِهِ] ''ہر عمل کرنے والے کو اس عمل کی توفیق دے دی جاتی ہے۔''[1] اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ میں اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر آزاد کردیتے تھے۔ آپ خاص طور پر بوڑھوں اور عورتوں کو جب وہ مسلمان ہوتے، آزاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد نے کہا: اے بیٹا! میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور لوگوں کو آزاد کرتے ہو، اگر تم قوی و صحت مند لوگوں کو آزاد کرو تو وہ تمھارے ساتھ کھڑے ہوں گے، تمھاری حفاظت کریں گے اور دشمن کو تم سے دور ہٹائیں گے۔ آپ نے جواب دیا: ابا جان! میں تو اس ثواب کا طلب گار رہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ عامر کہتے ہیں کہ مجھے میرے بعض اہل خانہ نے بتایا کہ یہ آیات انھی کے بارے میں نازل کی گئی ہیں: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ⑥ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ⑦﴾[3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ⑪﴾ ''اور جب وہ (دوزخ میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا۔'' حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿تَرَدَّىٰ ⑪﴾ کے معنی ہیں کہ جب وہ فوت ہوگا۔[4] ابو صالح نے اور مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا۔[5]

تفسیر آیات:12-21

ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے: امام قتادہ ﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ⑫﴾ ''بے شک ہدایت دینا ہمارے ہی ذمے ہے''

---

① تفسیر الطبری :283/30 ومسند أحمد :335/3 واللفظ له. ② صحیح مسلم، القدر، باب کیفیة خلق الآدمی……، حدیث:2648 . ③ تفسیر الطبری :279/30 . ④ تفسیر الطبری :284/30 . ⑤ تفسیر الطبری :284/30 و تفسیر القرطبی :85/20 .

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم حلال اور حرام کو بیان کر دیتے ہیں۔ ① دیگر ائمۂ تفسیر نے اس کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ جو شخص راہ ہدایت پر چلے، وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ انھوں نے اسے اس ارشاد باری تعالیٰ کے مانند قرار دیا ہے: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾ (النحل 16:9) ''اور سیدھا رستہ اللہ ہی پر (جا پہنچتا) ہے۔'' اسے امام ابن جریر نے بیان کیا ہے۔ ② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝﴾ ''اور بے شک آخرت اور دنیا ہمارے ہی اختیار میں ہے۔'' یعنی یہ سب چیزیں ہماری ملکیت ہیں اور ہم ہی ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝﴾ ''بالآخر میں نے تمھیں بھڑکتی آگ سے ڈرا دیا ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿تَلَظّٰى ۝﴾ کے معنی ہیں: بھڑکتی ہوئی۔ ③

امام احمد نے سماک بن حرب سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما اپنے خطبے میں بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبے میں بیان فرماتے ہوئے سنا: [أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ، أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ، أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ] ''میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے۔'' حتی کہ اگر کوئی شخص بازار میں بھی تھا تو اس نے بھی میری اس جگہ سے اسے سنا حتی کہ یہ فرماتے فرماتے وہ چادر جو آپ کے کندھے مبارک پر تھی، آپ کے پاؤں کے پاس گر گئی۔ ④

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ (رَجُلٌ) يُّوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ] ''بلاشبہ قیامت کے دن جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے پاؤں کے تلوے کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے، ان سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔'' ⑤ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥ امام مسلم نے ابو اسحاق سے اور انھوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَّهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ، مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا] ''بے شک اہل جہنم میں سے سب سے کم عذاب اسے ہوگا جسے آگ کے دو جوتے اور تسمے پہنائے جائیں گے، ان سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا میں جوش آتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب اور کسی کو نہیں ہے، حالانکہ اسے سب سے کم عذاب ہوگا۔'' ⑦

---

① تفسیر الطبری: 284/30. ② تفسیر الطبری: 285,284/30. ③ تفسیر الطبری: 285/30. ④ مسند أحمد: 272/4. ⑤ مسند أحمد: 274/4، البتہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، حدیث: 6562 کے آمدہ حوالے کے مطابق ہے۔ ⑥ صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حدیث: 6562,6561. ⑦ صحیح مسلم، الإیمان، باب أهون أهل النار عذابا، حدیث: (364)-213.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴾ ''اس میں بڑا بد بخت ہی داخل ہوگا۔''یعنی اس میں بڑے بد بخت کے سوا اور کوئی شخص اس طرح داخل نہیں ہوگا کہ جہنم اسے تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہو، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْ كَذَّبَ ﴾ ''جس نے جھٹلایا''یعنی اپنے دل سے، ﴿ وَتَوَلّٰى ﴾ ''اور منہ پھیرا۔''یعنی اپنے اعضاو جوارح کے ساتھ عمل نہ کیا۔

امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَبٰى] ''قیامت کے دن میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! انکار کون کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: [مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى] ''جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً اس نے (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کیا۔''[1] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴾ ''اور عنقریب اس سے بڑا پرہیز گار دور رکھا جائے گا۔''یعنی جو ڈرنے والا، پاک صاف اور بڑا پرہیز گار ہوگا، اسے عنقریب جہنم سے دور رکھا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴾ ''جو اپنا مال دیتا ہے (تاکہ) وہ پاک ہو جائے۔''یعنی اپنا مال اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں صرف کرتا ہے تاکہ اپنے نفس، مال اور اللہ تعالیٰ نے اسے دین و دنیا کی جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، انھیں پاک کرے، ﴿ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ﴾ ''اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔''یعنی وہ اپنا مال بدلے کے طور پر خرچ نہیں کرتا کہ جس نے اس کے ساتھ نیکی کی ہے تو وہ بھی اسے اس کے مقابلے کچھ دے بلکہ وہ تو صرف اس لیے دیتا ہے کہ ﴿ اِبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴾ ''اپنے رب برتر کا چہرہ چاہتے ہوئے۔''یعنی وہ اس شوق میں خرچ کرتا ہے کہ آخرت میں جنت کے باغات میں اسے اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴾ ''اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''یعنی جو شخص ان مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہوگا، وہ یقیناً خوش ہو جائے گا۔

سورۂ لیل کی آخری پانچ آیات کی شان نزول اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت: کئی ایک مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیات کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں حتی کہ بعض نے اس پر تمام مفسرین کرام کا اجماع بیان کیا ہے۔ یہ آیات بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہ بھی ہوئی ہوں تو پھر بھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان میں داخل ہیں بلکہ ان آیات کے عموم کے ساری امت سے بڑھ کر مصداق ہیں۔ ان آیات کریمہ کے الفاظ: ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا

---

[1] مسند أحمد: 361/2. [2] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7280.

﴿الْاَتْقَى ⑰ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ⑱ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ⑲﴾ عام ہیں مگر ان تمام اوصاف اور دیگر تمام اوصاف حمیدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے مقدم اور ان سے سبقت لے جانے والے ہیں، آپ صدیق تھے، متقی اور پرہیز گار تھے، پیکر جود وسخا تھے، اپنے مالک کی اطاعت و بندگی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت میں اپنا مال بے دریغ خرچ کرنے والے تھے۔ آپ نے اپنے رب کریم کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے بے حد وحساب درہم و دینار خرچ کیے۔ لوگوں میں سے کسی کا آپ پر کوئی احسان بھی نہ تھا کہ آپ اس کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے مجبور ہوں بلکہ تمام قبیلوں کے سادات و رؤساء آپ کے زیر بار احسان تھے، اسی لیے تو خاندان ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے دن کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ کا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک چکا نہیں سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا۔ اس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں اس سے بات کی۔[1] اگر سادات عرب اور سرداران قبائل آپ کے ممنون تھے تو اس سے اندازہ فرمائیے کہ عام لوگوں پر آپ کے احسانات کس قدر ہوں گے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑﴾ ''اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے مگر (صرف) اپنے رب برتر کا چہرہ چاہتے ہوئے (مال خرچ کرتا ہے) اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَاللّٰهِ! هٰذَا خَيْرٌ......] ''جو شخص اللہ کے رستے میں جوڑا خرچ کرے تو اسے جنت کے داروغے بلائیں گے اور کہیں گے: اے اللہ کے بندے! یہ (دروازہ داخلے کے لحاظ سے) بہتر ہے......'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جو ان سب دروازوں سے پکارا جائے گا اسے تو کوئی ضرورت نہ ہوگی تو کیا کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ] ''ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انھی میں سے ہو گے۔''[2]

سورۂ لیل کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① دیکھیے صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة......، حدیث: 2732,2731 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ ومروان. ② صحیح البخاری، الصوم، باب الریان للصائمین، حدیث: 1897 وصحیح مسلم، الزکاة، باب فضل من ضم إلی الصدقة غیرها......، حدیث: 1027 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری ہی کی حدیث: 3216 کے مطابق ہیں۔

تفسیر سورۂ ضحیٰ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالضُّحٰی ① وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ

دھوپ چڑھنے کے وقت کی قسم!①اور رات کی جب وہ چھا جائے②(اے نبی!) آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا③اور یقیناً آپ کے لیے

الۡاُوۡلٰی ④ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ⑤ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ⑥ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا

آخرت، دنیا سے بہت بہتر ہے④اور جلد آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے⑤ کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا، پھر ٹھکانا دیا⑥اور

فَھَدٰی ⑦ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ⑧ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡھَرۡ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡھَرۡ ⑩

آپ کو ناواقفِ راہ پایا، پھر ہدایت بخشی⑦اور آپ کو تنگ دست پایا، پھر مال دار کر دیا⑧لہٰذا آپ یتیم پر سختی نہ کریں⑨اور سوالی کو نہ جھڑکیں⑩

وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ⑪ ع 1 / 11 / 18

اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتے رہیں⑪

تفسیر آیات: 1-11

سورۂ ضحیٰ کی شان نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ناسازی طبع کے باعث نبی ﷺ ایک یا دو رات قیام نہ فرما سکے تو ایک عورت نے کہا: اے محمد (ﷺ!) میرا خیال ہے کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں: ﴿ وَالضُّحٰی ① وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ ﴾ ''دھوپ چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی جب وہ چھا جائے، (اے محمد ﷺ!) آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔[2] جندب سے مراد جندب بن عبداللہ بَجَلی عَلَقی رضی اللہ عنہ ہیں۔[3] کہا جاتا ہے کہ جس عورت نے آپ کو یہ کہا تھا، وہ ابولہب کی

① مسند أحمد: 313,312/4. ② صحيح البخاری، التهجد، باب ترك القيام للمريض، حديث:1125وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب مالقى النبیﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حديث: (115)-1797 وجامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة والضحى، حديث:3345 نحوه والسنن الكبرى للنسائی، التفسير، باب سورة الضحى:517/6، حديث:11681وتفسير ابن أبی حاتم:3442/10 وتفسير الطبری:291/30. ③ جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة والضحى،حديث:3345وتفسير الطبری:290/30.

www.KitaboSunnat.com

بیوی ام جمیل تھی۔ ①

اسود بن قیس سے مروی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کئی دن تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے تو مشرکوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمادیں: ﴿ وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ ﴾۔ ② عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو پھر کئی دن تک جبریل نہ آئے جس سے آپ کو پریشانی لاحق ہوئی تو مشرکوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کو ان کے رب نے ناراض ہو کر چھوڑ دیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ ﴾ ''(اے محمد ﷺ!) آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا۔'' ③

یہ بات اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی اور جو اس نے اس میں روشنی رکھی ہے، اس کی قسم کھا کر بیان فرمائی۔ نیز فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ② ﴾ ''اور رات کی (قسم!) جب وہ چھا جائے۔'' یعنی ساکن ہو جائے اور اس کی وجہ سے اندھیرا ہو جائے اور خوب تاریکی چھا جائے۔ یہ حضرت مجاہد، قتادہ، ضحاک، ابن زید اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ ④ اور یہ دھوپ چڑھنے کا وقت اور رات کا چھا جانا ان کے خالق کی قدرت کی ایک بہت نمایاں دلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ ﴾ (الليل 92:1،2) ''اور رات کی (قسم!) جب وہ چھا جائے اور دن کی جب وہ روشن ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ﴾ (الأنعام 6:96) ''وہ صبح کی سپیدی نکالتا ہے اور اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ (بنایا)، یہ بہت زبردست، خوب علم رکھنے والے کا اندازہ ہے۔'' ارشاد الٰہی: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ اے محمد (ﷺ!) آپ کے پروردگار نے آپ کو نہیں چھوڑا ﴿ وَمَا قَلٰى ③ ﴾ ''اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا۔'' یعنی وہ آپ سے بیزار نہیں ہوا۔

آخرت دنیا سے بہتر ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ④ ﴾ ''اور یقیناً آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہت بہتر ہے۔'' یعنی آپ کے لیے آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے کہیں بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے اور اسے سب سے بڑھ کر چھوڑنے والے تھے جیسا کہ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی عمر مبارک کے آخر میں یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو اختتام دنیا تک ہمیشہ ہمیشہ دنیا ہی میں رہیں اور پھر جنت میں جلوہ افروز ہو جائیں اور اگر آپ چاہیں تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جائیں تو آپ نے اس عارضی وفانی دنیا کے بجائے اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جانے کو پسند

---

① دیکھیے المستدرك للحاكم، التفسير، باب التفسير سورة والضحى: 527,526/2، حديث: 3945 عن زيد بن أرقم رضي الله عنه وفتح الباري: 9/3، تحت الحديث: 1125 و 711,710/8، تحت الحديث: 4950. ② تفسير الطبري: 290/30.
③ تفسير الطبري: 291/30. ④ تفسير الطبري: 289/30 وتفسير القرطبي: 91/20.

فرمالیا تھا۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر محو استراحت ہوئے تو آپ کے پہلو مبارک پر نشان پڑ گئے، آپ جب بیدار ہوئے تو میں نے آپ کے پہلو مبارک پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ فرما دیتے تو ہم آپ کے لیے چٹائی پر کوئی چیز بچھا دیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَالِي وَلِلدُّنيا؟ مَا أَنَا وَالدُّنيا؟ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنيَا كَرَاكِبٍ ظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا] ''دنیا سے مجھے کیا سروکار؟ میرا دنیا سے کیا تعلق؟ بس میری اور دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے کسی مسافر نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا، پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اس درخت کو چھوڑ کر چل دیا۔'' ② امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو مسعودی سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ③

آخرت کی بے بہا نعمتیں رسول اللہ ﷺ کی منتظر ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝٥﴾ ''اور البتہ عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آخرت میں عطا فرمائے گا حتی کہ آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دے گا، نیز اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے لیے تعظیم و تکریم کے بے بہا سامان پیدا فرمائے ہیں، ان سے آپ کو خوش کر دے گا، انھی میں سے ایک وہ نہر کوثر بھی ہے جس کے دونوں کنارے شان دار موتیوں کے گنبد سے مزین ہوں گے اور جس کی مٹی کستوری کی مہک سے معطر ہو گی جیسا کہ اس کا تفصیل سے ذکر آگے آئے گا۔ ④ امام ابوعمرو اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ تمام خزانے ایک ایک کر کے دکھا دیے گئے تھے جن کے دروازے آپ کے بعد آپ کی امت کے لیے کھلنے والے تھے، آپ اس سے بہت مسرور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝٥﴾ جنت میں اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ہزار محلات عطا فرمائے گا جو ازواج، خدام اور دیگر تمام ضروری ساز و سامان سے مزین ہوں گے۔ اسے امام ابن جریر نے اور امام ابن ابوحاتم نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ ⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی بات رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی کہی جا سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی چند نعمتوں کا ذکر: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر اپنی نعمتوں کو شمار کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝٦﴾ ''کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا، پھر اس نے ٹھکانا دیا؟'' آپ

---

① دیکھیے صحیح البخاری، الصلاة، باب الخوخة والممر فی المسجد، حدیث: 466 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث: 2382. ② مسند أحمد: 391/1. ③ جامع الترمذی، الزهد، باب حدیث: [ما الدنیا إلا کراکب استظل]، حدیث: 2377 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل الدنیا، حدیث: 4109. ④ دیکھیے الکوثر کی ابتدا میں عنوان: ''سورۂ کوثر کی فضیلت'' ⑤ تفسیر الطبری: 292/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3443/10. المصباح المنیر میں یہاں أَلْفَ أَلْفِ قَصْرٍ ''دس لاکھ محلات'' کا ذکر ہے جبکہ مذکورہ حوالوں اور تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں أَلْفَ قَصْرٍ ''ایک ہزار محلات'' کا ذکر ہے۔ ہم نے ترجمہ مراجع کے مطابق ہی کیا ہے۔

کے والد اس وقت فوت ہو گئے تھے جب آپ ابھی تک شکم مادر ہی میں تھے،① پھر آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب کا بھی اس وقت انتقال ہو گیا جب آپ کی عمر مبارک نے ابھی تک صرف چھ بہاریں ہی دیکھی تھیں۔② پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے اور عمر مبارک کے آٹھویں سال میں تھے کہ وہ بھی وفات پا گئے۔③ تو آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔④ ابو طالب ہمیشہ آپ کا خیال رکھتے، آپ کی نصرت واعانت کرتے، آپ کی عزت وتوقیر کرتے اور آپ کی قوم کی تکلیفوں کو آپ سے دور کرتے۔⑤ حتی کہ آپ عمر مبارک کی چالیسویں بہار دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت ورسالت سے سرفراز کر کے اپنی قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما دیا۔⑥ مگر ابو طالب نے آپ کے دین کو قبول نہیں کیا بلکہ وہ اپنی قوم کے دین، یعنی بتوں کی عبادت ہی پر رہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حسن تدبیر ہی کا نتیجہ تھا حتی کہ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔⑦ اب قریش کے بے وقوف اور جاہل لوگوں نے آپ کو اور بھی ستانا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو چھوڑ کر مکہ سے ہجرت کر کے انصار اور اوس وخزرج کے شہر مدینہ چلے جائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے احسن واکمل انداز میں اپنی سنت کو بھی جاری رکھا۔ آپ نے جب مدینہ منورہ کو قدوم میمنت لزوم سے نواز اتو مدینہ کے لوگوں نے آپ کو جگہ دی، آپ کی مدد کی، آپ کی حفاظت کی اور آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمنوں سے جہاد کیا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت، نصرت واعانت اور آپ کے ساتھ خصوصی عنایت کا جو اہتمام فرمایا تھا، یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ تھا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝﴾ ''اور اس نے آپ کو ناواقف راہ پایا، پھر اس نے ہدایت بخشی۔'' یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ.....﴾ الآية (الشورٰی 52:42) ''اور اسی

---

① السيرة النبوية لابن إسحاق، وفاة عبدالله: 97/1 والسيرة النبوية لابن هشام، ذكر ما قيل لآمنة عند......: 158/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر وفاة عبدالله أبي رسول الله ﷺ......: 187/1 والطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر وفاة عبدالله بن عبدالمطلب: 100,99/1. البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ اپنے والد کی وفات کے وقت ماں کی گود میں تھے۔ دیکھیے الروض الأنف للسهيلي، تحقيق وفاة أبيه: 283/1 وتاريخ الطبري، ذكر مولد رسول الله ﷺ......: 579/1. ② السيرة النبوية لابن إسحاق، وفاة السيدة آمنة بنت وهب: 116,115/1 والسيرة النبوية لابن هشام، وفاة آمنة وحال رسول الله ﷺ......: 168/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر وفاة عبدالله أبي رسول الله ﷺ......: 188/1 وتاريخ الطبري، ذكر مولد رسول الله ﷺ......: 579/1.

③ السيرة النبوية لابن إسحاق، كفالة عبدالمطلب محمدا ﷺ: 116/1 و 119 والسيرة النبوية لابن هشام، وفاة آمنة وحال رسول الله ﷺ......: 168/1، 169 و دلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر وفاة عبدالله أبي رسول الله ﷺ......: 188/1.

④ السيرة النبوية لابن هشام، كفالة أبي طالب لرسول الله ﷺ: 179/1 وتاريخ الطبري، ذكر مولد رسول الله ﷺ......: 579/1. ⑤ الطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر أبي طالب وضمه رسول الله ﷺ......: 119/1-121. ⑥ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب مبعث النبي ﷺ، حديث: 3851 عن ابن عباس رضي الله عنه. ⑦ دیکھیے صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب، حديث: 3884 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت......، حديث: 24 عن مسيب رضي الله عنه ودلائل النبوة للبيهقي، باب وفاة أبي طالب عم رسول الله ﷺ......: 340/2-345.

طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف ایک روح (قرآن) کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا، ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس کے ذریعے سے ہدایت دیتے ہیں......۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴿8﴾ ﴾ ''اور اس نے آپ کو تنگ دست پایا، تو اس نے غنی کر دیا۔'' یعنی آپ فقیر اور عیال دار تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ماسوا سے غنی کر دیا اور آپ کو فقیر صابر اور غنی شاکر کا حسین امتزاج بنا دیا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ. صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ] ''دولت سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ مال و دولت تو دل کی تونگری اور قناعت کا نام ہے۔''① اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ] ''یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جو مسلمان ہوا، بقدر ضرورت اسے رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو عطا کیا تو اس پر اسے قناعت بھی عطا فرما دی۔''②

نعمتوں کی قدر کس طرح کی جائے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿9﴾ ﴾ ''لہٰذا آپ یتیم پر سختی نہ کریں۔'' یعنی جیسے آپ یتیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھکانا عطا فرمایا، اسی طرح آپ بھی یتیم پر سختی نہ کریں، یعنی آپ اسے نہ ذلیل کریں، نہ اسے ڈانٹیں اور نہ اسے بے عزت کریں بلکہ اس سے لطف و احسان کا معاملہ کریں۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یتیم کے لیے اس طرح ہو جاؤ جس طرح شفیق باپ ہوتا ہے۔③ ﴿ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿10﴾ ﴾ ''اور آپ مانگنے والے کو نہ جھڑکیں۔'' یعنی جس طرح آپ رستے سے ناواقف تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیدھا رستہ دکھایا، اسی طرح تم بھی علمی رہنمائی حاصل کرنے والے سائل کو نہ جھڑکو۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ کمزور بندگان الٰہی کے لیے جابر، متکبر، بد خلقی اور سختی سے پیش آنے والے نہ بنو۔④ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسکین کو شفقت اور نرمی سے جواب دو۔⑤

﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿11﴾ ﴾ ''اور اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کیجیے۔'' یعنی جس طرح آپ تنگ دست اور فقیر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا، اسی طرح آپ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیں۔ امام ابوداود نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ] ''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''⑥ اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔⑦ امام ابوداود نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ

① صحيح البخاري، الرقاق، باب الغنى غنى النفس، حديث: 6446 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل القناعة......، حديث: 1051. ② صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، حديث: 1054. ③ تفسير القرطبي: 100/20 و تفسير ابن أبي حاتم: 3444/10. ④ السيرة النبوية لابن إسحاق، انقطاع الوحي ونزول سورة الضحى: 180,179/1 والسيرة النبوية لابن هشام، تفسير ابن هشام لمفردات سورة الضحى: 243/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3444/10. ⑥ سنن أبي داود، الأدب، باب في شكر المعروف، حديث: 4811. ⑦ جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الشكر لمن أحسن إليك، حديث: 1954.

سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أُبْلِيَ بَلَاءً فَذَكَرَهُ فَقَدْ شَكَرَهُ وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ] ’’جس شخص پر کوئی احسان کیا گیا اور اس نے اس (احسان) کا ذکر کیا تو یقیناً اس نے اس کا شکر ادا کیا اور اگر اس نے اسے چھپایا تو یقیناً اس نے اس کی ناشکری و ناقدری کی۔‘‘ اس حدیث کے بیان کرنے میں امام ابوداود منفرد ہیں۔[1]

سورۂ ضحیٰ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في شكر المعروف، حديث :4814.

تفسیر سورۂ اِنشراح

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ① وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ② الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ③ وَرَفَعۡنَا لَكَ

(اے نبی!) کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟① اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا② جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی③ اور ہم

ذِكۡرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ⑥ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ⑦ وَاِلٰى

نے آپ کے لیے آپ کا ذکر اونچا کر دیا④ پھر بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے⑤ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے⑥ چنانچہ جب آپ فارغ

رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ⑧ ع 1 8 19

ہو جائیں تو محنت کیجیے⑦ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کیجیے⑧

تفسیر آیات: 1-8

شرح صدر کے معنی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ①﴾ ''(اے نبی!) کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟'' یعنی بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کھول دیا ہے، اسے منور، کشادہ، وسیع اور فراخ کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ﴾ (الأنعام 6:125) ''چنانچہ اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کے سینے کو کھول دیا تھا، اسی طرح اس نے آپ کی شریعت کو بھی بے حد فراخ، وسیع، کشادہ اور آسان بنا دیا ہے کہ اس میں نہ کوئی حرج ہے، نہ کوئی بوجھ اور نہ کوئی تنگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول پر نعمتوں کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ②﴾ ''اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا۔'' یہ آیت کریمہ اس آیت کے معنی میں ہے: ﴿لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ (الفتح 48:2) ''تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔'' ﴿الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ③﴾ ''جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی۔'' اِنقاض کے معنی آواز کے ہیں اور کئی ایک ائمۂ سلف نے اس کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ جس کا بوجھ آپ کے لیے بہت گراں تھا۔①

① تفسیر ابن أبی حاتم: 10/3445 والدر المنثور: 6/615 وتفسیر الماوردی: 6/297.

رفع ذکر کے معنی: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ ﴾ ''اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔'' کے بارے میں امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے نبی! میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ضرور کیا جائے گا، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ ساتھ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کی صدائیں بھی ضرور آئیں گی۔ ① امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے، چنانچہ جب بھی کوئی خطیب خطبہ دیتا ہے یا کوئی تشہد پڑھتا ہے یا کوئی نماز ادا کرتا ہے تو وہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ بھی ضرور پکارتا ہے۔ ②

مشکل کے بعد آسانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ ﴾ ''پھر بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے اور پھر بطور تاکید اسے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔

فراغت کے بعد ذکر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧ ﴾ ''چنانچہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجیے اور اپنے پروردگار ہی کی طرف رغبت کیجیے۔'' یعنی جب آپ دنیا کے امور اور مشاغل سے فارغ ہو جائیں اور دنیاوی لگاؤ ختم کر لیں تو پھر عبادت میں خوب خوب محنت کیا کریں، پورے نشاط اور فارغ البالی کے ساتھ عبادت کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اپنے رب تعالیٰ کے لیے نیت اور رغبت کو خالص کر لیں۔ آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث بھی جس کی صحت پر اتفاق ہے، اسی قبیل میں ہے: [لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ] ''جب کھانا حاضر ہو یا بول و براز کی حاجت ہو تو نماز نہیں ہوتی۔'' ③ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: [إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ] ''جب نماز کھڑی ہو جائے اور کھانا بھی حاضر ہو تو پہلے کھانا کھا لو۔'' ④ امام مجاہد اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب امر دنیا سے فارغ ہو جائیں اور نماز کے لیے کھڑے ہونے لگیں تو پھر اپنے رب کی عبادت میں خوب محنت کیا کریں۔ ⑤

سورۂ انشراح کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسير الطبرى : 296/30. ② تفسير الطبرى : 296/30. ③ صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام......، حديث : 560 وسنن أبى داود، الطهارة، باب أيصلى الرجل وهو حاقن؟ حديث: 89 عن عائشة ﷺ. ④ صحيح البخارى، الأطعمة، باب إذا حضر العشاء......، حديث : 5465 عن عائشة ﷺ. ⑤ تفسير الطبرى : 299/30.

تفسیر سورۂ تین

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿1﴾ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿2﴾ وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿3﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا

قسم ہے انجیر اور زیتون کی ① اور طور سیناء کی ② اور اس پُر امن شہر (مکہ) کی ③ ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا

الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿4﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿5﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

ہے ④ پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا ⑤ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے بے انتہا اجر

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿6﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿7﴾ اَلَیۡسَ اللّٰہُ

ہے ⑥ پھر (اے انسان!) اس کے بعد تجھے کون سی چیز جزا وسزا کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے ⑦ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم

بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ٪﴿8﴾ ع 1/8 20

نہیں ہے؟ ⑧

نماز سفر میں سورۂ تین کی قراءت: امام مالک اور شعبہ نے عدی بن ثابت سے اور انھوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سفر میں دو رکعتوں میں سے ایک میں ﴿وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿1﴾﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کی اچھی آواز یا قراءت نہیں سنی۔ اسے محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے۔ ①

تفسیر آیات:1-8

﴿التِّیۡنِ﴾ اور اس کے مابعد کی تفسیر: عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿التِّیۡنِ﴾ سے مراد سیدنا نوح علیہ السلام کی وہ مسجد ہے جو جودی پہاڑ پر تھی۔ ② جبکہ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿التِّیۡنِ﴾ سے مراد تمھاری یہی انجیر ہے۔ ③

① الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة في المغرب والعشاء: 26/1، حديث: 179 و صحيح البخاري، الأذان، باب الجهر في العشاء، حديث: 767و769 و صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: (175-177)-464 و سنن أبي داود، صلاة السفر، باب قصر قراءة الصلاة في السفر، حديث: 1221 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في القراءة في صلاة العشاء، حديث: 310 و سنن النسائي، الافتتاح، باب القراءة في الركعة الأولى......، حديث: 1002 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب القراءة في صلاة العشاء، حديث: 835,834. ② تفسير الطبري: 303/30. ③ تفسير الطبري: 301/30.

اور ﴿ الزَّيْتُوْنِ ① ﴾ کے بارے میں کعب، قتادہ، ابن زید اور کئی دیگر اہل علم کا قول ہے کہ اس سے مراد مسجد بیت المقدس ہے۔① جبکہ مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہی زیتون ہے جس سے تم تیل حاصل کرتے ہو۔② اور ﴿ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ② ﴾ کے بارے میں کعب احبار اور کئی دیگر اہل علم کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی سے نوازا تھا۔③ ﴿ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ ﴾ ''اور اس امن والے شہر کی (قسم!)'' یعنی مکہ مکرمہ کی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن، ابراہیم نخعی، ابن زید اور کعب احبار کا قول ہے۔④ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ یہ تین وہ مقامات ہیں جن میں سے ہر ایک مقام میں اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم اور بڑی بڑی شریعتوں والے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تھا: (1) تین اور زیتون کے مقام سے مراد بیت المقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرمایا۔ (2) طور سینین سے مراد طور سینا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو شرف ہم کلامی سے نوازا۔ (3) مکہ مکرمہ وہ شہر امن ہے کہ جو بھی اس مبارک شہر میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا اور یہی وہ مقدس شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔⑤ اللہ تعالیٰ نے تورات کے آخر میں بھی ان تینوں مقامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ طور سینا سے آیا، یعنی جہاں اس نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ہم کلامی کے شرف سے نوازا اور وہ ساعیر سے چمکا، یعنی جبل بیت المقدس سے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور فاران کے پہاڑوں سے اس نے اعلان کیا، یعنی مکہ کے پہاڑوں سے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔⑥ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زمانی ترتیب کے مطابق ان کی وجودی ترتیب کے بارے میں خبر دی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک اشرف مقام کی قسم کھائی، پھر اس کے بعد جو اس سے بھی اشرف تھا اس کی اور پھر آخر میں جو ان دونوں سے اشرف تھا، یعنی شہر امن مکہ مکرمہ، اس کی قسم کھائی۔

بہترین شکل وصورت میں پیدا کیے جانے کے باوجود انسان کا پستی میں گرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④ ﴾ ''البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا ہے۔'' یہ مقسم علیہ، یعنی وہ چیز ہے جس پر مذکورہ بالا قسمیں کھائی گئی ہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت ہی احسن صورت وشکل، متوازن قامت اور حسین و جمیل معتدل و مناسب اعضاء کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، ﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ⑤ ﴾ ''پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا۔'' یعنی اسے جہنم رسید کر دیا۔ یہ حضرت مجاہد، ابو العالیہ، حسن، ابن زید اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔⑦ یعنی اگر یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسولوں کی اتباع نہ کرے تو پھر اس حسن و جمال کے باوجود اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔''

---

① تفسير الطبري: 302/30. ② تفسير الطبري: 301/30. ③ تفسير الطبري: 303/30. ④ تفسير الطبري: 306,305/30.
⑤ تفسير القرطبي: 113/20 نحوه. ⑥ کتاب مقدس، استثنا، باب: 33، آیت: 2. ⑦ تفسير الطبري: 310,309/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3449,3448/10 وتفسير البغوي: 277/5.

بعض نے کہا ہے کہ ﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ ﴾ سے مراد انسان کو بڑھاپے کی نہایت خراب حالت کی طرف لوٹانا ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ سے مروی ہے،[1] حتی کہ حضرت عکرمہ نے کہا ہے کہ جو شخص قرآن کو پڑھے تو اسے ناکارہ ترین عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔[2] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[3] لیکن اگر اس سے یہ بات مراد ہوتی تو پھر مومنوں کا اس سے استثنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض مومن بھی بہت بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں، لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اس سے وہی مراد ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (العصر 103:1-3) ''زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ﴾ ''تو ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔'' یعنی نہ ختم ہونے والا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ فَمَا يُكَذِّبُكَ ﴾ ''پھر کون سی چیز تجھے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟'' یعنی اے آدم زاد! ﴿ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ ﴾ ''اس کے بعد جزا کو؟'' یعنی آخرت میں جزا کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ حالانکہ تجھے ابتدا کا علم ہے اور تو جانتا ہے کہ جس ذات گرامی نے تجھے ابتدا میں پیدا فرمایا وہ اس بات پر بطریق اولیٰ قادر ہے کہ تجھے دوبارہ بھی پیدا کر سکے تو جب تجھے اس بات کا علم ہے تو پھر آخرت کی تکذیب پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ﴾ ''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟'' یعنی کیا وہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے جو کسی پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور یہ بھی اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ وہ قیامت برپا کرے تاکہ دنیا میں جس پر ظلم ہوا، اسے ظالم سے بدلہ دلوائے۔ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ مرفوع حدیث قبل ازیں بیان کی ہے کہ ''جو شخص ﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ ﴾ کی تلاوت کرتے ہوئے اس آخری آیت: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ﴾ پر پہنچے تو وہ یہ کہے: [بَلٰى ! وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ] ''کیوں نہیں! میں بھی اس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔''[4]

سورۂ تین کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسیر الطبری: 309,308/30. [2] تفسیر الطبری: 311/30. [3] تفسیر الطبری: 310/30. [4] یہ روایت المصباح المنیر میں نہیں گزری، البتہ تفسیر ابن کثیر (مفصل)، القیامۃ، آیت: 40 کے تحت مذکور ہے، نیز دیکھیے مسند الحمیدی: 437/2، حدیث: 995 وسنن أبي داود، الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، حدیث: 887 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ والتین، حدیث: 3347 لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

تفسیر سورۂ علق

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ① خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ② اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ③ الَّذِیۡ عَلَّمَ

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا① اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا② پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے③ وہ ذات

بِالۡقَلَمِ ④ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ⑤

جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا④ اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا⑤

یہ قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ہے

تفسیر آیات:1-5

حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا آغاز اور پہلی وحئ الٰہی: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں سچے خوابوں سے ہوا، آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ اپنی تعبیر میں اس درجے روشن اور صحیح ثابت ہوتا تھا جیسا کہ سپیدۂ صبح کا ظہور ہوتا ہے، پھر آپ کو خلوت محبوب ہوگئی اور آپ غار حرا میں تشریف لا کر مصروف عبادت رہنے لگے، گاہے گاہے آپ اہل خانہ کے پاس بھی تشریف لے آتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کھانے پینے کا کچھ سامان تیار فرما دیتی تھیں اور آپ اسے لے کر پھر غار حرا میں واپس تشریف لے جاتے تھے، اسی طرح آپ غار حرا میں عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا: [اِقۡرَاۡ] ''پڑھیے'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَقُلۡتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ] ''میں نے جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' آپ نے فرمایا کہ جب میں نے یہ کہا تو اس فرشتے نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا جس کی وجہ سے مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی اور پھر چھوڑ کر مجھ سے دوبارہ کہا: [اِقۡرَاۡ] ''پڑھیے۔'' تو میں نے پھر وہی جواب دیا: [مَا أَنَا بِقَارِئٍ] ''میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' تو اس نے پھر مجھے اپنی گرفت میں لے لیا حتی کہ جب مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر تیسری بار کہا: [اِقۡرَاۡ] ''پڑھیے۔'' تو میں نے بھی وہی پہلا جواب دیا: [مَا أَنَا بِقَارِئٍ] ''میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' تو اس نے پھر مجھے اپنی گرفت میں لے لیا حتی کہ مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ① خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ② اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ③ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ④

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾ ''اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے (علم) سکھایا، اس نے انسان کو وہ (علم) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' تک کی آیات تلاوت کیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ گھر واپس تشریف لے آئے، آپ کے کندھے اور گردن کا درمیانی حصہ پھڑک رہا تھا، آپ نے گھر میں تشریف لاتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: [زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي] ''مجھے کپڑا اڑھادو، مجھے کپڑا اڑھادو۔'' انھوں نے فوراً آپ کو کپڑا اڑھا دیا حتی کہ جب آپ نے سکون محسوس کیا تو فرمایا: [يَاخَدِيجَةُ! مَالِيَ؟] ''خدیجہ! مجھے کیا ہوگیا ہے؟'' پھر آپ نے ان کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: [وَقَدْ خَشِيتُ عَلَيَّ] ''مجھے تو اپنی جان کا خوف ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سارا واقعہ سن کر عرض کی: ہرگز نہیں! آپ کے لیے بشارت ہے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا کیونکہ بلاشبہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لے گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے اور انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا، وہ عربی لکھنا بھی جانتے تھے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا انھوں نے انجیل کو عربی میں لکھا۔[1] اور وہ بہت ضعیف العمر اور نابینا تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا: میرے چچا زاد! آپ اپنے بھتیجے کا واقعہ تو سنیے، چنانچہ ورقہ نے پوچھا: برادرزاد! تم نے کیا دیکھا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جو دیکھا تھا، وہ سارا واقعہ بیان فرما دیا تو ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آتا تھا، کاش! میں اس وقت طاقت ور نوجوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تمھاری قوم تمھیں تمھارے وطن سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟] ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے جواب دیا: ہاں، جب بھی کوئی آدمی یہ پیغام لایا جو تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اگر وہ دن میری زندگی میں آیا تو میں پوری قوت کے ساتھ تمھاری نصرت و حمایت کروں گا۔ پھر ورقہ کا جلد ہی انتقال ہوگیا اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہوگیا جس سے رسول اللہ ﷺ غمزدہ ہوگئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اتنے شدید غمزدہ ہوئے کہ آپ نے کئی بار چاہا کہ اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا دیں۔ آپ جب بھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر جاتے تو جبریل علیہ السلام نمودار ہو جاتے اور وہ آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہتے: اے محمد ﷺ! بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اس سے آپ کے دل کو سکون اور جان کو قرار نصیب ہو جاتا اور آپ واپس تشریف لے آتے، پھر جب فترت وحی کا سلسلہ طویل ہو جاتا تو آپ اسی طرح غمگین ہو جاتے

---

[1] بعض روایات میں عربی کے بجائے عبرانی زبان کا ذکر ہے، جیسے: صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ......، حدیث: 3 میں ہے، دونوں باتیں صحیح ہیں کیونکہ ورقہ بن نوفل جس طرح عربی زبان لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسی طرح عبرانی زبان بھی انھوں نے سیکھ رکھی تھی۔ دیکھیے فتح الباري: 25/1 وشرح النووي: 265/2.

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ⑦ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ⑧ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ

ہرگز نہیں! انسان تو یقیناً البتہ سرکشی کرتا ہے ⑥ اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے ⑦ بے شک آپ کے رب ہی کی طرف واپسی ہے ⑧ کیا آپ

يَنْهٰى ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ⑩ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ⑫

نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے ⑨ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ ⑩ بھلا دیکھ تو اگر وہ (بندہ) ہدایت پر ہو ⑪ یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو؟ ⑫ بھلا دیکھ تو

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑬ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ⑭ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا

اگر وہ (حق کو) جھٹلاتا اور (اس سے) منہ موڑتا ہو؟ ⑬ کیا وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے ⑭ ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے

بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ⑰ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ⑱

بالوں سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے ⑮ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے ⑯ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے ⑰ یقیناً ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو

السجدة 15 ع 1 19/21

كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ⑲

بلا لیں گے ⑱ ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں ⑲

اور جب پہاڑ کی چوٹی پر جاتے تو پھر جبریل علیہ السلام اسی طرح نمودار ہو کر آپ کو تسلی دیتے۔ ① یہ حدیث صحیحین میں بروایت امام زہری بیان کی گئی ہے۔ ② ہم نے اپنی شرح بخاری کے آغاز میں اس حدیث کی سند، متن اور معانی و مطالب پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، جو چاہے، اسے وہاں ملاحظہ فرما سکتا ہے۔ ③ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

قرآن مجید کی یہ آیات مبارکہ سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ یہ وہ اولین رحمت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا اور وہ اولین نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا۔

انسان کی عزت اور شرف علم سے ہے: ان آیات کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کی ابتدا خون کی پھٹکی سے ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کا انسان پر بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے اسے وہ سکھایا جس کا اسے علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ اسے اشرف اور اکرم بنایا اور یہی وہ چیز ہے جس نے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے ممتاز کر دیا تھا۔ علم کا تعلق کبھی اذہان سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ سے لکھنے سے۔ علم کبھی ذہنی ہوتا ہے، کبھی لفظی اور کبھی تحریری۔ تحریری دونوں کو مستلزم ہے لیکن دونوں تحریری کو مستلزم نہیں ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤ ﴾ ”پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے (علم) سکھایا، اس

① مسند أحمد: 233,232/6. **ملحوظہ:** اس حدیث کا آخری حصہ جسے امام زہری رحمہ اللہ نے ”ہمیں یہ بات پہنچی ہے“ کہہ کر بیان کیا ہے، درست نہیں ہے کیونکہ یہ موصولاً بیان نہیں ہوا بلکہ امام زہری کا اپنا اضافہ ہے اور اہل علم کے نزدیک امام زہری کے یہ اضافے جنھیں بَلَاغَاتُ الزُّهْرِي کہا جاتا ہے، ضعیف اور بے حیثیت ہیں۔ دیکھیے فتح الباري: 360,359/12 و صحيح السيرة النبوية للألباني، باب كيفية بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ص: 86 و الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 114/43. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: 1، حديث: 4953 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 160. ③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مندرجہ بالا شرح بخاری مکمل نہ کر سکے، نیز یہ مطبوع بھی نہیں ہے، دیکھیے كشف الظنون: 550/2 و الأعلام للزركلي: 320/1.

نے انسان کو وہ (علم) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' اور ایک اثر میں ہے:[قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ] ''علم کو کتابت کے ساتھ مقید کرلو۔''[1] اور ایک اثر میں یہ بھی ہے:[مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ] ''جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس علم کا وارث بنائے گا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔''[2]

تفسیر آیات:6-19

مال کی وجہ سے انسان کی سرکشی پر وعید: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ غنی ہے اور اس کے پاس مال کی بہت فراوانی ہے تو وہ خوشی و مسرت، فخر و تکبر اور سرکشی و بغاوت کا مظاہرہ کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو سرزنش اور وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝ ﴾ ''بلاشبہ آپ کے پروردگار ہی کی طرف واپسی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بالآخر لوٹ کر جانا اور اسی کے پاس ٹھکانا ہے اور وہ اس مال کے بارے میں تم سے حساب لے گا کہ اسے کمایا کیسے اور خرچ کہاں کیا۔

ابوجہل کی مذمت: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝ ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟'' یہ آیات ابوجہل لَعَنَهُ اللّٰهُ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، اس نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے سے منع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے تو اسے احسن انداز میں سمجھایا اور فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ۝ ﴾ ''بھلا دیکھ تو اگر وہ ہدایت پر ہو؟'' یعنی تیرا کیا خیال ہے کہ یہ شخص جسے تو منع کرتا ہے شاید یہ اپنے اس فعل کے سرانجام دینے میں سیدھے راستے پر ہو، ﴿ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝ ﴾ ''یا اس نے پرہیزگاری کا حکم دیا ہو۔'' یعنی یہ تو اپنے قول کے ساتھ پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں جبکہ تو انھیں نماز ادا کرنے سے منع کرتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰی ۝ ﴾ ''کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے؟'' یعنی کیا اس ہدایت یافتہ شخص کو نماز ادا کرنے سے منع کرنے والے کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا اور اس کے کلام کو سن رہا ہے اور وہ عنقریب اسے اس کے فعل کا پورا پورا بدلہ دے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے انداز میں فرمایا: ﴿ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ﴾ ''ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا'' یعنی اگر یہ اس مخالفت اور عناد سے باز نہ آیا، ﴿ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ ﴾ ''تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن اس کی پیشانی پر سیاہ داغ لگائیں گے، پھر فرمایا: ﴿ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ ﴾ ''پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔'' یعنی ابوجہل کی پیشانی جو اپنی بات میں جھوٹی اور اپنے افعال میں خطا کار ہے ﴿ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ ﴾ ''چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔'' یعنی وہ اپنی قوم کے لوگوں اور اپنے اعزہ و اقارب کو اپنی مدد کے لیے بلا لے۔ ﴿ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ ﴾ ''ہم عنقریب عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔'' ﴿ الزَّبَانِيَةَ ۝ ﴾ سے مراد عذاب کے

---

[1] مسند الفردوس: 204/3، حديث: 4577 والمعجم الكبير للطبراني: 246/1، حديث: 700 عن أنس ﷺ، نیز دیکھیے السلسلة الصحيحة: 40/5-44، حديث: 2026. [2] یہ الفاظ معمولی فرق کے ساتھ حلية الأولياء لأبي نعيم الأصفهاني: 13,12/10، حديث: 14320 میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہیں لیکن ضعیف ہیں، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 611/1، حديث: 422.

فرشتے ہیں تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ کون غالب آئے گا، ہماری جماعت یا اس کی جماعت۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو میں ان کی گردن روند ڈالوں گا، نبی ﷺ کے پاس جب اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: [لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ] ”اگر وہ ایسا کرے تو اسے فرشتے پکڑ لیں گے۔“[1] امام ترمذی اور نسائی نے بھی اپنی اپنی کتابوں کی کتاب التفسیر میں اس روایت کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[2] حافظ ابن جریر نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے اور یہ الفاظ ابن جریر کے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے کہ ابو جہل بن ہشام کا آپ کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ!) کیا میں نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اور وہ آپ کو دھمکیاں دینے لگا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا نہایت سختی سے جواب دیا اور اسے خوب جھڑکا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ!) تم مجھے کس چیز سے ڈراتے ہو؟ اللہ کی قسم! بے شک اس وادی میں میری سب سے بڑی جماعت ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿17﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿18﴾﴾ ”چنانچہ اسے چاہیے کہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے، ہم عنقریب عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر ابو جہل اپنی جماعت کے لوگوں کو بلاتا تو عذاب کے فرشتے فوراً اسے اپنی گرفت میں لے لیتے۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[4]

امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو جہل نے کہا: کیا محمد (ﷺ) تمھارے درمیان اپنے چہرے کو مٹی پر رکھتا ہے؟ کہا گیا: ہاں تو اس نے کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم! اگر میں نے انھیں اس طرح نماز ادا کرتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا اور ان کے چہرے کو مٹی میں ملا دوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت آیا جب آپ نماز ادا فرما رہے تھے تا کہ آپ کی گردن کو روندے مگر اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ الٹے پاؤں پھر رہا ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق، خوف و رعب اور پر حائل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا] ”اگر وہ میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اس کے ایک ایک عضو کو کاٹ دیتے۔“ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہیں یا نہیں: ﴿كَلَّا إِنَّ

---

(1) صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ﴾ (العلق 96:15،16)، حديث: 4958 تفسیر ابن کثیر میں [لَوْ] کے بجائے [لَئِنْ] ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ (2) جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك، حديث: 3348 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة العلق: 518/6، حديث: 11685۔ (3) تفسير الطبري: 325/30۔
(4) مسند أحمد: 329/1 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك، حديث: 3349 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة العلق: 518/6، حديث: 11684 و تفسير الطبري: 324،323/30۔

﴿ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۙ﴾ سے سورت کے آخر تک۔ [1] اسے امام احمد بن حنبل، مسلم، نسائی اور ابن ابوحاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ ﴾ ''ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) جو آپ کو عبادت کی مداومت اور کثرت سے منع کرتا ہے تو آپ اس کی بات نہ مانیں اور جہاں چاہیں نماز ادا کریں اور اس کی کوئی پروانہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہے۔ اور وہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا، ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴾ ''اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں۔'' جیسا کہ صحیح مسلم میں بطریق ابوصالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَقْرَبُ مَايَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ] ''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے، لہٰذا (سجدے میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔'' [3] قبل ازیں یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورۂ انشقاق اور سورۂ علق میں سجدہ فرمایا کرتے تھے۔ [4]

سورۂ علق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

---

① تفسير الطبرى:324/30. ② مسند أحمد:370/2 و صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب قوله: ﴿ إِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۙ﴾، حديث:2797 و تفسير ابن أبى حاتم:3450/10. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال فى الركوع والسجود؟ حديث: 482. ④ دیکھیے تفسير ابن كثير (مفصل)، الانشقاق کے تحت، نیز صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حديث:(109)-578 عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ.

تفسیر سورۂ قدر

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ

بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا① اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟② لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر

شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِيَ

ہے③ اس رات میں فرشتے اور روح (جبریل) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں④ (وہ رات) طلوع فجر تک سلامتی

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

(ہی سلامتی) ہے⑤

الربع 1 ع 5 22

تفسیر آیات:1-5

لیلۃ القدر کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اور یہی وہ مبارک رات ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ (الدخان 44:3) ”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو ایک بہت برکت والی رات میں نازل کیا۔“ اس مبارک رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جو ماہ رمضان کی ایک رات ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ (البقرة 2:185) ”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت العزت میں قرآن مجید کو یک بار نازل فرما دیا تھا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس برس میں رسول اللہ ﷺ پر حسب حالات و واقعات نازل ہوتا رہا۔① پھر اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کی، جسے قرآن مجید کے نزول کے لیے منتخب کیا گیا، عظمتِ شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ ﴾ ”اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔“

① تفسیر الطبری: 30/327،328 و تفسیر القرطبی: 20/130.

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَدْ جَاءَكُمْ (شَهْرُ رَمَضَانَ) شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، اِفْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَّنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ] ''تمھارے پاس ماہ رمضان آگیا ہے جو ماہ مبارک ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض قرار دیے ہیں، اس میں جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور شیطانوں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا، وہ بلاشبہ بڑا محروم ہے۔''① اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

لیلۃ القدر کی عبادت جب ایک ہزار مہینے کی عبادت کے بقدر ہے تو اسی وجہ سے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [......مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ] ''......جس شخص نے ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔''③

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝﴾ ''اس میں فرشتے اور روح (جبریل) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔'' یعنی اس رات کی کثرتِ برکت کی وجہ سے اس میں فرشتے بھی بکثرت نازل ہوتے ہیں کیونکہ جب برکت و رحمت نازل ہوتی ہے تو فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں جیسا کہ تلاوت قرآن کے وقت نازل ہوتے ہیں، ذکر الٰہی کی محفلوں کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور حقیقی طالب علم کی تعظیم کے پیش نظر اپنے پروں کو اس کے لیے بچھاتے ہیں۔ روح کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہاں جبریل علیہ السلام ہیں اور یہ خاص کے عام پر عطف کے باب سے ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝﴾ ''ہر کام کے لیے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ رات ہر کام کے لیے سلامتی ہے۔④ سعید بن منصور نے ﴿سَلٰمٌ ۛ هِيَ﴾ کے بارے میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ رات امن اور سلامتی والی ہے، شیطان اس رات کوئی برا یا کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس میں ایذا ہو۔⑤ امام قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ اس رات امور کے فیصلے کیے جاتے اور عمروں اور رزقوں کے اندازے مقرر کیے جاتے ہیں،⑥ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝﴾ (الدخان 44:4) ''اس (رات) میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔''

① مسند أحمد: 230/2 البتہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 385/2 کے مطابق ہیں۔ ② سنن النسائي، الصيام، باب ذكر الاختلاف على معمر فيه، حديث: 2108. ③ صحيح البخاري، كتاب و باب فضل ليلة القدر، حديث: 2014 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 760. ④ تفسير الطبري: 331/30. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3453/10 وتفسير القرطبي: 134/20. ⑥ تفسير الطبري: 330/30 والدر المنثور: 628/6 وتفسير عبدالرزاق: 446/3، رقم: 3666.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤ ﴾ ”وہ (رات) طلوع فجر تک سلامتی (ہی سلامتی) ہے۔“ سعید بن منصور نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں فرشتے طلوع فجر تک اہل مساجد کو سلام کہتے ہیں۔[1] اور امام قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿ سَلٰمٌ ۛ هِيَ ﴾ یہ ساری رات سراپا خیر ہے اور طلوع فجر تک اس میں کوئی شر نہیں ہے۔[2]

لیلۃ القدر کی تعیین اور علامات: اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْبَوَاقِي، مَنْ قَامَهُنَّ ابْتِغَاءَ حِسْبَتِهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَهِيَ لَيْلَةُ وِتْرٍ: تِسْعٍ أَوْ سَبْعٍ أَوْخَامِسَةٍ أَوْثَالِثَةٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ] ”لیلۃ القدر آخری دس راتوں میں ہے جو شخص ان راتوں کو حصول ثواب کی نیت سے قیام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، یہ طاق راتوں (یعنی) نویں، ساتویں، پانچویں، تیسری راتوں میں سے کوئی ایک رات یا آخری رات ہے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: [إِنَّ أَمَارَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلْجَةٌ، كَأَنَّ فِيهَا قَمَرًا سَاطِعًا سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَّا بَرْدَ فِيهَا وَلَا حَرَّ، وَلَا يَحِلُّ لِكَوْكَبٍ (أَنْ) يُّرْمٰى بِهِ فِيهَا حَتّٰى تُصْبِحَ، وَإِنَّ أَمَارَتَهَا أَنَّ الشَّمْسَ صَبِيحَتَهَا تَخْرُجُ مُسْتَوِيَةً لَّيْسَ لَهَا شُعَاعٌ مِّثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ] ”بلاشبہ لیلۃ القدر کی نشانی یہ ہے کہ یہ بالکل صاف ہوتی ہے گویا چاند اس میں چڑھا ہوا ہے، اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے، نہ اس میں سردی زیادہ ہوتی ہے اور نہ گرمی، اس میں رات بھر کوئی ستارہ ٹوٹ کر نہیں گرتا، اور بے شک اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج بالکل صاف ہوتا ہے، اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی، جیسے چودھویں رات کا چاند ہو اور شیطان کے لیے جائز نہیں کہ اس دن اس کے ساتھ نکلے۔“[3] اس کی سند حسن ہے، اس کے متن میں غرابت اور بعض الفاظ میں نکارت ہے۔

امام ابوداود نے اپنی سنن میں ایک باب کا عنوان اس طرح قائم فرمایا ہے کہ اس بات کا بیان کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے اور پھر اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا اور میں اس وقت سن رہا تھا تو آپ نے فرمایا: [هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ] ”یہ رات ہر رمضان میں ہوتی ہے۔“ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، ہاں البتہ امام ابوداود نے یہ فرمایا ہے کہ اسے شعبہ اور سفیان نے ابواسحاق از ابن عمر رضی اللہ عنہما موقوفاً روایت کیا ہے۔[4]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا اور ہم نے

① تفسیر القرطبی: 134/20. ② تفسیر الطبری: 331/30. ③ مسند أحمد: 324/5 قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ ④ سنن أبي داود، شهر رمضان، باب من قال: هي في كل رمضان، حديث: 1387.

بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو آپ کے پاس جبریل آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ تو آگے ہے، پھر آپ نے درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو پھر جبریل آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ تو آگے ہے، پھر نبی ﷺ نے رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح یہ خطبہ ارشاد فرمایا: [مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ (مَعِي) فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي (رَأَيْتُ) لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي (أُنْسِيتُهَا)، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، وَّإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَّمَاءٍ] ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ پھر لوٹ آئے، میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا تھا مگر میں اسے بھلا دیا گیا ہوں، بہرحال وہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے، میں نے دیکھا گویا میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' اس وقت مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی، ہمیں آسمان صاف دکھائی دے رہا تھا اور پھر ایک بادل آیا اور بارش ہوگئی، نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے مٹی اور پانی کے نشانات رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر دیکھے جس سے آپ کے خواب کی تصدیق ہوگئی۔ ①

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اکیسویں رات کی صبح میں نے دیکھا۔ اس حدیث کو صحیح بخاری و مسلم میں بیان کیا گیا ہے۔ ② امام شافعی فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کے بارے میں یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ ③ اور بعض نے صحیح مسلم میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ لیلۃ القدر تیئیسویں رات ہے۔ ④ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پچیسویں رات بھی ہو سکتی ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِلْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ (لَيْلَةَ الْقَدْرِ)، فِي تَاسِعَةٍ تَبْقٰى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقٰى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقٰى] ''اسے، یعنی لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو (یعنی) جب نویں رات باقی ہو، ساتویں باقی ہو اور پانچویں باقی ہو۔'' ⑤ بہت سے علماء نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ اسے طاق راتوں میں تلاش کرو اور یہی مفہوم ظاہر اور مشہور ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے۔ ⑥

امام احمد رحمہ اللہ نے زِر سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوالمنذر! آپ کے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص سارا سال قیام کرے وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، انھیں

① صحيح البخاري، الأذان، باب السجود على الأنف في الطين، حديث: 813 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث: (216)-1167، البتہ پہلی اور تیسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث: 2018 اور دوسری قوسین والا لفظ مسند أحمد: 24/3 کے مطابق ہے۔ ② صحيح البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأواخر، حديث: 2027 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث: 1167. ③ جامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في ليلة القدر، تحت الحديث: 792. ④ دیکھیے صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث: 1168.
⑤ صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب تحري ليلة القدر......، حديث: 2021 قوسین والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں۔
⑥ دیکھیے صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الندب الأكيد إلى قيام ليلة القدر ......، حديث: 762.

یہ معلوم ہے کہ یہ ماہ رمضان کی ایک رات ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے اور پھر انھوں نے قسم کھا کر یہ بات فرمائی تو میں نے عرض کی: آپ اسے کس طرح معلوم کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اس علامت یا نشانی کے ساتھ جو ہمیں بتائی گئی ہے اور وہ یہ کہ اس دن جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔[1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ انتیسویں رات ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فِي رَمَضَانَ فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَإِنَّهَا فِي وِتْرٍ (فِي) إِحْدٰى وَعِشْرِينَ أَوْثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ أَوْخَمْسٍ وَّعِشْرِينَ أَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ أَوْتِسْعٍ وَّعِشْرِينَ أَوْفِي آخِرِ لَيْلَةٍ] ”یہ رات رمضان میں ہے، اسے اس کے آخری عشرے میں تلاش کرو، بلاشبہ یہ طاق راتوں میں ہے، اکیسویں یا تیئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں رات میں یا پھر آخری رات میں ہے۔“[3] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا: [إِنَّهَا لَيْلَةُ سَابِعَةٍ أَوْتَاسِعَةٍ وَّعِشْرِينَ، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُمِنْ عَدَدِ الْحَصٰى] ”بلاشبہ یہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے، بے شک اس رات زمین میں فرشتے کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔“[4] اس حدیث کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں لیکن اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ایک رات سے دوسری رات میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔[5] یعنی ایک سال ایک رات اور دوسرے سال دوسری کسی رات میں ہوتی ہے۔ امام ترمذی نے ابوقلابہ سے یہ جو بیان کیا ہے، یہ امام مالک، ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، مزنی، ابوبکر بن خزیمہ اور دیگر ائمہ سے بھی مروی ہے، نیز یہ امام شافعی سے بھی مروی ہے جیسا کہ قاضی نے آپ سے یہ بیان کیا ہے۔[6] اور بظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

لیلۃ القدر کی دعا: مستحب یہ ہے کہ تمام اوقات میں کثرت سے دعا کی جائے خصوصاً رمضان میں، پھر رمضان کے آخری عشرے بالخصوص اس کی طاق راتوں میں تو بے حد کثرت سے دعا کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ کثرت کے ساتھ یہ دعا کی جائے: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي] ”اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، چنانچہ مجھے معاف فرما۔“ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: [قُولِي: اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي] ”کہا کر: اے اللہ! بلاشبہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، چنانچہ مجھے معاف فرما۔“[7] اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ

---

① مسند أحمد: 131,130/5. ② صحیح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الندب الأكيد إلى قيام ليلة القدر......، حديث: 762. ③ مسند أحمد: 318/5 قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے، نیز اس حدیث میں [أَوْفِي آخِرِ لَيْلَةٍ] کے الفاظ ضعیف ہیں، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 387/37. ④ مسند أحمد: 519/2. ⑤ جامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في ليلة القدر، تحت الحديث: 792. ⑥ تفسير القرطبي: 135/20. ⑦ مسند أحمد: 182/6.

نے بطریق کہمس بن حسن از عبداللہ بن بریدہ از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1] اسے امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں بیان کیا اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[2] نیز اسے امام نسائی نے بطریق سفیان ثوری از علقمہ بن مرثد از سلیمان بن بریدہ از عائشہ رضی اللہ عنہا بھی روایت کیا ہے۔[3]

سورۂ قدر کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① جامع الترمذی، الدعوات، باب فی فضل سؤال العافیة والمعافاة، حدیث: 3513 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورة القدر: 519/6، حدیث: 11688 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیة، حدیث: 3850.

② المستدرك للحاكم، الدعاء والتكبير...... 530/1، حدیث: 1942. ③ السنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلة، ب مایقول إذا وافق لیلة القدر: 219/6، حدیث: 10713.

تفسیر سورۂ بیّنہ

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ①

اہل کتاب کے بعض کافر اور مشرکین (کفر سے) رکنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے ① اللہ کی طرف سے ایک

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ② فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ③ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا

رسول جو پاکیزہ صحیفے پڑھے ② جن میں درست اور معتدل احکام ہیں ③ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، ان میں تفرقہ ان کے پاس

الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ④ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ

واضح دلیل آ جانے کے بعد پڑا ④ حالانکہ انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے، یکسو ہو کر، اس کی عبادت کریں، اور

حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ⑤

وہ نماز کو قائم کریں اور زکاۃ دیں، اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے ⑤

رسول اللہ ﷺ کا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سورۂ بینہ سنانا: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ ﴿لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے ﴿لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ پڑھوں۔'' انھوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں۔'' چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔ ① اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی بطریق شعبہ روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات:1-5

کفار اہل کتاب اور مشرکین کا حال: اہل کتاب سے یہود و نصاری اور مشرکین سے عرب و عجم کے بتوں اور آگ کے پجاری مراد ہیں۔ امام مجاہد فرماتے ہیں: ﴿لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ

① مسند أحمد : 130/3 . ② صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب مناقب أبي بن كعب رضي الله عنه، حديث: 3809 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل……، حديث: (246)-799 وجامع الترمذي، المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل……، حديث: 3792 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة البينة: 520/6، حديث: 11691.

وہ باز رہنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے لیے حق واضح ہو جائے۔[1] امام قتادہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[2] ﴿حَتّٰی تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝﴾ ''یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔''یعنی یہ قرآن، پھر ﴿الْبَيِّنَةُ ۝﴾ ''کھلی دلیل'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝﴾ ''اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاکیزہ صحیفے پڑھے۔'' یعنی حضرت محمد ﷺ جو اس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے ہیں جو ملاءِ اعلیٰ میں پاک صحیفوں میں لکھا ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝﴾ (عبس 80:13-16) ''(وہ) قابل احترام صحیفوں میں (محفوظ) ہے جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں، ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو معزز، نیکوکار ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝﴾ ''جن میں درست، معتدل احکام ہیں۔'' امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیات کریمہ لکھی ہوئی ہیں جو بڑی مستحکم، مبنی بر عدل، سیدھی اور صاف صاف ہیں کہ ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں۔[3]

اختلاف علم آنے کے بعد پیدا ہوا: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ ان کے پاس واضح دلیل آجانے کے بعد پڑا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (آل عمرٰن 3:105) ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ان کے پاس واضح احکام آجانے کے بعد انھوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' ان سے مراد وہ امتیں ہیں جن پر ہم سے پہلے کتابیں نازل کی گئیں، اللہ تعالیٰ نے جب ان پر دلائل و بینات کو پورا کر دیا تو یہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اپنی کتابوں میں بہت زیادہ اختلاف کرنے لگ گئے جیسا کہ مختلف سندوں سے مروی حدیث میں آیا ہے: [إِنَّ الْيَهُودَ اخْتَلَفُوا عَلٰى إِحْدٰى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَّإِنَّ النَّصَارٰى اخْتَلَفُوا عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَّسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً] ''بلاشبہ یہودی اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور عیسائی بہتر (72) فرقوں میں اور عنقریب یہ امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، سب جہنم رسید ہوں گے سوائے ایک فرقے کے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: [مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي] ''(جن کا عمل اس کے مطابق ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''[4]

---

[1] تفسير الطبري: 332/30. [2] تفسير الطبري: 332/30. [3] تفسير الطبري: 333/30. [4] یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے، البتہ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ ان مقامات پر ہے: صحيح ابن حبان، ذكر افتراق اليهود والنصارى......: 140/14، حديث: 6247 و125/15، حديث: 6731 ومسند أحمد: 332/2 ومسند أبي يعلى الموصلي: 317/10، حديث: 5910 وسنن أبي داود، السنة، باب شرح السنة، حديث: 4596 وجامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة، حديث: 2640 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب افتراق الأمم، حديث: 3991 والمستدرك للحاكم، العلم، فصل في توقير العالم: 128/1، حديث: 442،441 كلهم عن أبي هريرة ﷺ وجامع الترمذي، حديث: 2641 والمستدرك للحاكم، حديث: 444 كلاهما عن عبدالله بن عمرو ﷺ وسنن ابن ماجه، حديث: 3992 عن عوف بن مالك ﷺ.

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

بے شک اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور مشرکین آتشِ جہنم میں جلیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہی لوگ مخلوق میں بدترین

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَآؤُهُمْ

ہیں⑥ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، وہی لوگ مخلوق میں بہترین ہیں⑦ ان کی جزا ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اس کو ملتا ہے جو اپنے

ع 1 8 23 عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧ ع

رب سے ڈر گیا⑧

اللہ تعالیٰ کا حکم اخلاص عبادت تھا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''اور انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کریں۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ﴾ (الأنبياء 21:25) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ حُنَفَآءَ ﴾ ''یکسو ہو کر''، یعنی شرک سے بالکل الگ تھلگ ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل 16:36) ''اور البتہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔'' حنیف کی تفسیر سورۂ انعام میں قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

﴿ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کریں۔'' یہ تمام بدنی عبادتوں میں سے سب سے اشرف عبادت ہے ﴿ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''اور زکاۃ دیں۔'' یہ فقراء اور محتاجوں کے ساتھ احسان کی بہترین صورت ہے، ﴿ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ ﴾ ''اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔'' یعنی قائم و عادل ملت کا یا مستقیم و معتدل امت کا۔

تفسیر آیات: 6-8

بدترین اور بہترین مخلوق اور ان کا صلہ: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اہل کتاب کے فاجر و کافر اور مشرکین جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی مخالفت کرنے والے ہیں، ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ روز قیامت دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے، اس سے نہ کبھی نکل سکیں گے اور نہ کبھی الگ ہو سکیں گے، ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ ﴾ ''یہی لوگ مخلوق میں بدترین ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جس قدر مخلوقات کو پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے، ان میں سے سب سے بدتر مخلوق یہ لوگ ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان ابرار و نیکوکار لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جنھوں نے

---

① دیکھیے الأنعام، آیت: 161-163 کے تحت، نیز مزید تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، انھی آیات کے ذیل میں۔

دلوں کی اتھاہ گہرائیوں سے ایمان قبول کرلیا اور اپنے جسموں کے ساتھ اعمال صالحہ بجالا کر اس ایمان پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ یہ لوگ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ اس آیت کریمہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کرام کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مخلوق میں سے اہل ایمان فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ ﴾ ''یہی لوگ مخلوق میں بہترین ہیں۔''①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ﴾ ''ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں'' یعنی قیامت کے دن ﴿ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ ﴾ ''ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک۔'' یعنی ان باغات سے نہ کبھی جدا ہوں گے، نہ یہ باغات ہی کبھی ختم ہوں گے اور نہ انھیں کبھی ان سے فارغ کیا جائے گا۔ ﴿ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ﴾ ''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو یہ جو ابدی و سرمدی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ان سے راضی ہونے کا مقام ان سب سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ نعمت ہے، ﴿ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ﴾ ''اور وہ اس (اللہ) سے راضی ہو گئے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو اپنے بے پایاں فضل و کرم سے جو سرفراز فرمایا تو وہ بھی اپنے رب تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ ﴿ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ⑧ ﴾ ''یہ (صلہ) اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈر گیا۔'' یعنی یہ صلہ اس سعادت مند کو نصیب ہو گا جس کے دل میں خشیتِ الٰہی ہو اور وہ اللہ سے اس طرح ڈرے جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس کی اس طرح عبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے اور یہ بھی جان لے کہ اگر یہ اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو ضرور اسے دیکھ رہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الْبَرِيَّةِ؟] ''بھلا میں تمھیں بتاؤں کہ تمام خلقت سے بہتر کون ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، كُلَّمَا كَانَتْ هَيْعَةٌ اسْتَوٰى عَلَيْهِ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالَّذِي يَلِيهِ؟] ''وہ شخص جو اللہ کے رستے میں اپنے گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے ہو اور جب بھی دشمن کی طرف سے کوئی خوف زدہ کر دینے والی آواز آئے تو وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ جائے، بھلا میں تمھیں بتاؤں کہ اس کے بعد بہتر کون ہے؟'' صحابہ نے عرض کی: ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [رَجُلٌ فِي ثُلَّةٍ مِّنْ غَنَمِهِ، يُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ الْبَرِيَّةِ؟] ''وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہو اور نماز پڑھتا اور زکاۃ دیتا ہو، بھلا میں تمھیں بتاؤں کہ ساری مخلوق سے بدتر کون ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [الَّذِي يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِي بِهِ] ''وہ شخص جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور وہ نہ دے۔''②

سورۂ بیّنہ کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسير ابن أبي حاتم: 3454/10. ② مسند أحمد: 396/2.

تفسیر سورۂ زلزال

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③

جب زمین پورے زور سے ہلائی جائے گی ① اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی ② اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟ ③ اس دن وہ اپنے

يَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا

(اوپر گزرنے والے) حالات بیان کرے گی ④ کیونکہ بے شک آپ کا رب اسے (یہی) حکم دے گا ⑤ اس روز لوگ الگ الگ ہو کر لوٹیں گے تاکہ

ع 1 8 24 اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧

انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں ⑥ لہٰذا جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا ⑦ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ بھی اسے دیکھ لے گا ⑧

سورۂ زلزال کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے پڑھائیے، آپ نے فرمایا: [اِقْرَاْ ثَلَاثًا مِّنْ ذَاتِ ﴿الٓرٰ﴾] ''﴿الٓرٰ﴾ والی تین سورتیں پڑھ لو۔'' تو اس شخص نے عرض کی: میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، دل سخت ہوگیا ہے اور زبان ثقیل ہوگئی ہے، آپ نے فرمایا: [فَاقْرَاْ مِنْ ذَاتِ ﴿حٰمٓ ۚ﴾] ''پھر حٰمٓ والی سورتیں پڑھ لو۔'' تو اس نے پھر اپنی پہلی بات دوہرائی تو آپ نے فرمایا: [اِقْرَاْ ثَلَاثًا مِّنَ الْمُسَبِّحَاتِ] ''مسبحات میں سے تین سورتیں پڑھ لو۔'' تو پھر بھی اس نے وہی جواب دیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایک جامع سورت پڑھا دیجیے تو آپ نے اسے سورۂ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ①﴾ پڑھائی حتی کہ جب آپ اسے پڑھانے سے فارغ ہوگئے تو اس شخص نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے! میں اس پر کبھی کچھ اضافہ نہیں کروں گا، پھر جب یہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ، أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ] ''یہ شخص کامیاب ہوگیا، یہ شخص کامیاب ہوگیا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَلَيَّ بِهِ] ''اسے میرے پاس بلاؤ۔'' جب یہ واپس آگیا تو آپ نے فرمایا: [أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحٰى جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيدًا لِّهٰذِهِ الْأُمَّةِ] ''مجھے اضحیٰ کے دن (قربانی کرنے) کا حکم بھی دیا گیا ہے (اور) اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید قرار دے دیا ہے۔'' اس شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میرے پاس دودھ دینے والا صرف ایک مادہ جانور ہو تو کیا اس کی قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا: [لَا، وَلٰكِنَّكَ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَتُقَلِّمُ أَظْفَارَكَ

وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَ تَحلِقُ عَانَتَكَ فَذَاكَ تَمَامُ أُضحِيَّتِكَ عِندَاللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ)] ''نہیں بلکہ تم اپنے بال کاٹ دو، ناخن تراش دو، مونچھیں کاٹ دو اور زیر ناف بال صاف کر دو تو اسی سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھاری قربانی پوری ہو جائے گی۔''① اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔②

تفسیر آیات:1-8

قیامت کے دن زمین اور لوگوں کا حال: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۟ ﴾ ''جب زمین پورے زور سے ہلا دی جائے گی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمین اپنے نیچے سے حرکت کرنے لگے گی۔③ ﴿ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۟ ﴾ ''اور زمین اپنے بوجھ (باہر) نکال دے گی۔'' یعنی اس میں جو مردے مدفون ہوں گے انھیں باہر نکال دے گی جیسا کہ ائمہ سلف میں سے کئی ایک نے یہ فرمایا۔④ یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (الحج 22:1) ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔'' نیز اس آیت کی طرح بھی ہے: ﴿ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۟ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۟ ﴾ (الانشقاق 84:3,4) ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے اسے پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔''

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَقِيءُ الأَرضُ أَفلَاذَ كَبِدِهَا أَمثَالَ الأُسطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، فَيَجِيءُ القَاتِلُ فَيَقُولُ: فِي هٰذَا قَتَلتُ، وَيَجِيءُ القَاطِعُ فَيَقُولُ: فِي هٰذَا قَطَعتُ رَحِمِي، وَيَجِيءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ: فِي هٰذَا قُطِعَت يَدِي، ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَأخُذُونَ مِنهُ شَيئًا] ''زمین اپنے جگر گوشوں کو سونے چاندی کے ڈھیروں کی طرح پھینک دے گی۔ قاتل آئے گا اور کہے گا کہ میں نے اس کی وجہ سے قتل کیا تھا، قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ میں نے اسی کی وجہ سے قطع رحمی کی تھی، چور آئے گا اور وہ کہے گا کہ اسی کی وجہ سے میرے ہاتھ کو کاٹ دیا گیا تھا، پھر وہ اسے چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔''⑤

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۟ ﴾ ''اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟'' انسان اس کے معاملے کو تعجب سے دیکھے گا کیونکہ زمین تو پہلے ایک پرسکون اور ساکن و ثابت کرہ تھی اور یہ زمین کے اوپر رہ چکا تھا اور اب اس کے حال میں یہ تبدیلی آگئی ہے کہ یہ متحرک اور مضطرب ہوگئی ہے کیونکہ اس کے پاس اللہ کا وہ امر آچکا ہے جو اس کے لیے مقرر کر دیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے اب یہ بہت شدت سے ہل رہی ہے اور اس امر الٰہی کے بغیر اب اس کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور پھر یہ اپنے بطن میں مدفون اگلے پچھلے تمام مردوں کو بھی باہر نکال دے گی تو اس وقت لوگوں کو اس کے معاملے سے اور بھی بہت تعجب

---

① مسند أحمد : 169/2 . ② سنن أبي داود، شهر رمضان، باب تحزيب القرآن، حديث : 1399 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الفضل في قراءة ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ (الملك 67:1) : 180/6، حديث: 10552. ③ تفسير ابن أبي حاتم : 3455/10. ④ تفسير الطبري : 338,337/30 . ⑤ صحيح مسلم، الزكاة، باب الترغيب في الصدقة ......، حديث : 1013 .

ہوگا اور اب زمین کو سابقہ زمین و آسمان کے سوا کسی اور صورت میں بدل دیا جائے گا اور سب لوگ اللہ واحد و غالب کے سامنے نکل آئیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴾ ''اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی۔'' یعنی بیان کرے گی کہ عمل کرنے والوں نے اس کی پشت پر کیا عمل کیے تھے۔

امام احمد، ترمذی اور ابوعبدالرحمٰن نسائی نے، یہ الفاظ انھی کی روایت کے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴾ اور فرمایا:[أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟] ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس کے حالات سے کیا مراد ہے؟'' صحابہ نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا:[فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلٰی كُلِّ عَبْدٍ وَّأَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا، أَنْ تَقُولَ: عَمِلَ كَذَا وَكَذَا (يَوْمَ) كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا] ''اس کے حالات سے مراد یہ ہے کہ زمین ہر بندے اور بندی کے بارے میں یہ گواہی دے گی کہ انھوں نے اس کی پشت پر کیا عمل کیے تھے، زمین ان میں سے ہر ہر شخص سے کہہ دے گی کہ اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ اعمال کیے تھے، فرمایا: تو یہ ہیں زمین کے حالات (جو وہ بیان کرے گی۔)'' امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحٰى لَهَا ﴾ ''اس لیے کہ بلاشبہ آپ کے پروردگار نے اسے وحی کی ہوگی۔'' حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أَوْحٰى لَهَا ﴾، أَوْحٰى إِلَيْهَا، وَحٰى لَهَا اور وَحٰى إِلَيْهَا، ان سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے کہ ﴿ أَوْحٰى لَهَا ﴾ کے معنی أَوْحٰى إِلَيْهَا (اس کی طرف وحی کی) ہیں۔ ③ اور ظاہر ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی اجازت دے دی ہے۔ شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے فرمائے گا کہ بات کرو تو وہ بات کرنا شروع کر دے گی۔ ④ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ أَوْحٰى لَهَا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے حکم دے گا۔ ⑤ قرظی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے یہ حکم دے گا کہ پھٹ جائے اور مردوں کو باہر نکال دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا ﴾ ''اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر لوٹیں گے۔'' یعنی حساب کے مقام سے مختلف جماعتوں اور گروہوں کی صورت میں لوٹیں گے کہ ان میں کچھ سعادت مند اور کچھ بدنصیب ہوں گے، سعادت مندوں کو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی اور بدنصیب جہنم رسید ہوں گے۔ سدی بیان کرتے ہیں کہ

---

① مسند أحمد: 374/2 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ ﴾، حديث: 3353 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الزلزلة: 520/6، حديث: 11693 و اللفظ له البتہ قوسین والا لفظ مسند احمد کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے جبکہ سنن کبریٰ میں [فِي يَوْمٍ] ہے، نیز یہ حدیث ضعیف ہے۔ ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴾ (الزلزال 99:7)، قبل الحديث: 4962. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3455/10.
④ تفسير ابن أبي حاتم: 3455/10 و الدر المنثور: 645/6. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3455/10.

﴿ اَشۡتَاتًا ﴾ کے معنی گروہ اور جماعتیں ہیں۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ⑥ ﴾ ”تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔“ یعنی دنیا میں انھوں نے جو اچھے یا برے اعمال کیے تھے وہ انھیں جان لیں اور پھر ان کے مطابق انھیں بدلہ دے دیا جائے۔

ذرہ بھر عمل کی بھی جزا ملے گی: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ﴾ ”لہٰذا جس نے ذرہ بھر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ: لِّرَجُلٍ أَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِّزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ: فَرَجُلٌ رَّبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأَطَالَ (لَهَا) فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَّلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَّسْقِيَ بِهٖ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهُ، (وَهِيَ) لِذٰلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ، وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا تَغَنِّيًا وَّتَعَفُّفًا وَّلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَاءً وَّنِوَاءً فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ] ”گھوڑا تین مقاصد کے لیے ہوتا ہے: ایک شخص کے لیے یہ باعثِ اجر، دوسرے کے لیے موجب ستر اور تیسرے کے لیے سبب وبال ہوتا ہے، جس شخص کے لیے یہ باعث اجر ہے، اس سے مراد وہ ہے جس نے اسے اللہ کے راستے میں باندھا، چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی کو دراز کر دیا تو وہ رسی ڈھیلی ہونے کے باعث چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھائے گا وہ اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر وہ اس کی رسی کو کاٹ دے اور وہ ایک یا دو ٹیلے دوڑ کر عبور کر لے تو اس کے قدموں کے نشان اور لید وغیرہ بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر یہ کسی نہر کے پاس سے گزرے اور اس سے پانی پی لے، خواہ اس کا اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی ہو تو اس کا یہ پانی پینا بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائے گا تو یہ گھوڑا اس شخص کے لیے باعث اجر ہے اور وہ شخص جو لوگوں سے بے نیازی حاصل کرنے اور سوال کرنے سے بچنے کے لیے گھوڑے کو باندھ کر رکھتا ہے اور اس کی گردن اور پشت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں بھولتا تو یہ گھوڑا اس کے لیے موجب ستر ہے اور جو شخص گھوڑے کو فخر، ریا اور اہل اسلام کی دشمنی کے لیے باندھ کر رکھتا ہے تو یہ اس کے لیے وزر (بوجھ) ہوگا۔“ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ (عَلَيَّ) فِيهَا (شَيْئًا) إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ : ﴿ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ﴾] ”ان کے بارے میں سوائے اس منفرد اور جامع آیت کے اور کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا: ﴿ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ﴾“[2]

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3455/10. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ﴾ (الزلزال 7:99)، حديث : 4962، البتہ تفسیر ابن کثیر میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [طِيَلَهَا] ہے اور تیسری قوسین والا لفظ نہیں ہے، نیز دوسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث: 7356 اور چوتھی قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حديث : (26)-987 کے مطابق ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: [اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (وَّلَوْ بِكَلِمَةٍ) طَيِّبَةٍ] ''آگ سے بچ جاؤ، خواہ آدھی کھجور کے ساتھ، خواہ اچھی بات کے ساتھ۔''① صحیح میں یہ حدیث بھی مروی ہے: [لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَّلَوْ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِي، وَلَوْ أَنْ (تَلْقَى) أَخَاكَ وَوَجْهُكَ إِلَيْهِ مُنْبَسِطٌ] ''کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، خواہ اپنے ڈول سے پانی طلب کرنے والے کے برتن میں پانی ہی ڈال دو، خواہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی ہی سے مل لو۔''② صحیح ہی میں یہ حدیث بھی ہے: [يَا نِسَاءَ (الْمُؤْمِنَاتِ!) لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ] ''اے مومن عورتو! کوئی پڑوسن کسی دوسری پڑوسن کو حقیر نہ جانے، خواہ (وہ اس کی طرف) بکری کا پایہ ہی (بھیجے۔)''③ دوسری حدیث میں ہے: [رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ] ''سائل کو کچھ ضرور دو، خواہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔''④

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک انگور صدقہ کیا اور فرمایا کہ اس میں تو کئی ذرے ہیں۔⑤ امام احمد نے عوف بن حارث بن طفیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: [يَا عَائِشَةُ! إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ طَالِبًا] ''اے عائشہ! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو کہ ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔''⑥ اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔⑦

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتّٰى يُهْلِكْنَهُ] ''تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو کیونکہ یہ جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مثال بیان فرمائی کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگوں نے جنگل میں پڑاؤ ڈالا ہوا اور جب کھانا پکانے کا وقت آیا تو ایک آدمی گیا اور وہ ایک لکڑی لے آیا، پھر دوسرا گیا اور وہ بھی ایک لکڑی لے آیا، وہ ایک ایک لکڑی لاتے گئے حتی کہ اس سے لکڑیوں کا ڈھیر لگ گیا اور پھر اس کو انھوں نے آگ لگا دی اور اس آگ میں انھوں نے جو کچھ ڈالا اسے پکا لیا۔⑧

سورۂ زلزال کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حدیث: 6563 البتہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، حدیث: 7512 و صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی الصدقة......، حدیث: (67)-1016 کے مطابق ہیں۔ ② مسند أحمد: 63/5 عن جابر بن سلیم الهجیمی رضی اللہ عنہ البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 64/5 کے مطابق ہے، نیز یہ حدیث اختصار کے ساتھ صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، حدیث: 2626 میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ③ صحیح البخاری، الهبة وفضلها والتحریض علیها، باب فضل الهبة، حدیث: 2566 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 434/6 عن حواء رضی اللہ عنہا کے مطابق ہے۔ ④ سنن النسائی، الزکاة، باب رد السائل، حدیث: 2566 و مسند أحمد: 435/6 عن حواء رضی اللہ عنہا۔ ⑤ الاستذکار لابن عبدالبر، صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب جامع ماجاء فی الطعام والشراب: 318/26، رقم: 39784. ⑥ مسند أحمد: 151/6. ⑦ سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذکر الذنوب، حدیث: 4243 امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے کتاب الرقائق میں ذکر کیا ہے، دیکھیے تحفة الأشراف: 647/11، حدیث: 17425. ⑧ مسند أحمد: 403,402/1.

تفسیر سُورۂ عٰدیٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ① فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ② فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ③ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ④

ہانپتے ہوئے سرپٹ دوڑنے والوں (گھوڑوں) کی قسم ① پھر سم مار کر چنگاریاں نکالنے والوں کی ② پھر صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی ③ پھر اس وقت وہ

فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ⑤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ⑥ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ⑦

گرد و غبار اڑاتے ہیں ④ پھر اس وقت وہ (دشمن کی) جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں ⑤ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ⑥ اور بے شک وہ

وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ⑧ اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ⑨ وَحُصِّلَ مَا

اس بات پر (خود بھی) گواہ ہے ⑦ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہے ⑧ کیا پھر وہ نہیں جانتا جب نکال باہر کیا جائے گا جو کچھ قبروں

فِی الصُّدُوۡرِ ⑩ اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ⑪ ع 1/11/25

میں ہے ⑨ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے ⑩ بے شک ان کا رب اس دن ان (کے حال) سے خوب آگاہ ہو گا ⑪

تفسیر آیات :1-11

انسان کی ناشکری اور حرص پر جنگی گھوڑوں کی قسم: اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی قسم کھائی ہے جنھیں اس کے رستے میں دوڑایا جائے تو وہ سرپٹ دوڑتے ہوئے ہانپنے لگیں، تیز دوڑتے ہوئے ہانپنے کی وجہ سے گھوڑے سے جو آواز سنی جاتی ہے، اسے ضَبۡحَة کہتے ہیں۔ ﴿فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ②﴾ ”پھر سم مار کر چنگاریاں نکالنے والوں کی۔“ یعنی ان کے نعل جب پتھر کی چٹانوں سے ٹکراتے ہیں تو ان سے آگ نکلنے لگتی ہے۔ ﴿فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ③﴾ ”پھر صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی۔“ یعنی صبح کے وقت چھاپا مارتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی معمول تھا کہ آپ بوقت صبح چھاپا مارا کرتے تھے، آپ صبح تک انتظار اس لیے فرماتے تاکہ صبح کی اذان سے آبادی کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا اندازہ فرما لیں، اگر آپ اذانِ فجر سن لیتے تو چھاپا نہ مارتے اور اگر نہ سنتے تو پھر چھاپا مارتے تھے۔ ①

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ④﴾ ”پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں۔“ یعنی گھوڑوں کی معرکہ آرائی کے

① دیکھیے صحیح مسلم، الصلاة، باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دار الكفر......، حديث:382 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ.

مقام پر گرد اٹھنے لگتا ہے۔ ﴿ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴾ ''پھر اس وقت وہ (دشمن کی) جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔'' یعنی ایسے مقام پر تمام کے تمام جا گھستے ہیں۔ فرمان الٰہی: ﴿ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صبح کے وقت اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے گھوڑوں کا حملہ کرنا ہے۔ [1] اور ﴿ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴾ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں گھوڑے اتر کر گرد اٹھا رہے ہوں اور ﴿ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴾ کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عطاء، عکرمہ، قتادہ اور ضحاک نے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دشمن کافروں کی فوج میں جا گھسنا ہے۔ [2]

﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴾ ''بلاشبہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔'' یہ ہے وہ بات جس پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا ناشکرا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابراہیم نخعی، ابو الجوزاء، ابو العالیہ، ابو الضحیٰ، سعید بن جبیر، محمد بن قیس، ضحاک، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن زید فرماتے ہیں کہ کَنُود کے معنی ناشکرا ہیں۔ [3] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کَنُود اس کو کہتے ہیں جو مصیبتوں کو تو گن گن کر یاد رکھے مگر اپنے اوپر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جائے۔ [4] ﴿ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔'' امام قتادہ رحمہ اللہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ انسان کی اس ناشکری پر گواہ ہے۔ [5] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر کا مرجع خود انسان ہی ہو، یہ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے۔ [6] تو اس صورت میں اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ بے شک انسان اپنے ناشکرا ہونے پر خود گواہ ہے، یعنی زبان حال سے کہ اس کے اقوال اور افعال سے ظاہر ہے کہ وہ ناشکرا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ﴾ (التوبة 9:17) ''مشرکین اس لائق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں یقیناً بہت سخت ہے۔'' اس آیت کریمہ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ مال کی محبت کی وجہ سے وہ بہت زیادہ حریص اور بخیل ہے اور یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔

خوف آخرت: پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت پیدا کرتے ہوئے اور اس حالت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اور انسان مستقبل میں جن ہولناکیوں سے دوچار ہونے والا ہے، ان سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴾ ''کیا پھر وہ نہیں جانتا جب نکال باہر کیا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے۔'' یعنی جو مردے قبروں

---

[1] تفسیر الطبری: 350,349/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3458,3457/10. [2] تفسیر الطبری: 352/30. [3] تفسیر الطبری: 354,353/30 و تفسیر الماوردی: 325/6. [4] تفسیر الطبری: 353/30. [5] تفسیر الطبری: 355/30. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 3458/10.

میں ہیں سب باہر نکال لیے جائیں گے۔ ﴿ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ⑩ ﴾ ’’اور جو کچھ سینوں میں ہے، وہ ظاہر کر دیا جائے گا۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اپنے نفسوں میں جو کچھ وہ چھپاتے تھے، اسے بالکل نمایاں اور ظاہر کر دیا جائے گا۔[1] ﴿ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪ ﴾ ’’بے شک ان کا پروردگار اس روز ان (کے حال) سے خوب آگاہ ہوگا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہوگا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے اور پھر ان کے اعمال کے مطابق وہ انھیں پورا پورا بدلہ بھی دے گا اور کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرے گا۔

سورۂ عادیات کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسير الطبري: 357,356/30 .

تفسیر
سُوْرَۃُ قَارِعَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان ، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۙ① مَا الْقَارِعَةُ ۚ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

کھڑ کھڑا دینے والی ① کیا ہے وہ کھڑ کھڑا دینے والی! ② اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ کھڑ کھڑا دینے والی کیا ہے؟ ③ جس دن لوگ (ایسے) ہو جائیں

الْمَبْثُوْثِ ۙ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۭ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ⑥ فَهُوَ فِيْ

گے جیسے بکھرے ہوئے پروانے ④ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہو جائیں گے ⑤ پھر جس شخص کے پلڑے بھاری ہو گئے ⑥ تو وہ (اپنی) پسند

عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۭ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ⑧ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ⑨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۭ⑩

کی زندگی میں ہوگا ⑦ اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے ⑧ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (گڑھا) ہوگا ⑨ اور آپ کو کیا معلوم کہ ''ہاویہ'' کیا ہے؟ ⑩

1 ع 11 26 نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪ ع

(وہ) سخت دہکتی ہوئی آگ ہے ⑪

تفسیر آیات :1-11

لوگ پتنگوں کی طرح بکھر جائیں گے: ﴿ اَلْقَارِعَةُ ۙ① ﴾ ''کھڑ کھڑا دینے والی۔'' یہ روز قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ ﴿ اَلْحَاۗقَّةُ ۙ ﴾ (الحاقة 1:69)، ﴿ الطَّاۗمَّةُ ﴾ (النّزعت 34:79)، ﴿ الصَّاۗخَّةُ ۡ ﴾ (عبس 33:80) اور ﴿ الْغَاشِيَةِ ۭ ﴾ (الغاشية 1:88) وغیرہ قیامت کے مختلف نام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے کو بہت سنگین اور اس کی دہشت کو بہت ہولناک قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ③ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ کھڑ کھڑا دینے والی کیا ہے؟'' پھر خود ہی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ④ ﴾ ''جس دن لوگ (ایسے) ہو جائیں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔'' یعنی پھیل جانے، جدا جدا ہو جانے اور حیرت کی وجہ سے ادھر ادھر آنے جانے سے ایسے دکھائی دیں گے جیسے وہ بکھرے ہوئے پتنگے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ ﴾ (القمر 7:54) ''جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۭ⑤ ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہو جائیں گے۔'' یعنی پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے جس طرح دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون ہو جو ادھر ادھر اڑ کر بکھر رہی ہو۔ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، عطاء خراسانی، ضحاک اور سدی فرماتے ہیں کہ

﴿ كَالْعِهْنِ ﴾ کے معنی اون ہیں۔ ①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عمل کرنے والے کس قسم کے انجام سے دوچار ہوں گے اور اپنے اعمال کے مطابق وہ کس طرح عزت اور ذلت کے مستحق قرار پائیں گے، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ⑥ ﴾ ''پھر لیکن جس شخص کے پلڑے بھاری ہوگئے۔'' یعنی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں گی ﴿ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ⑦ ﴾ ''تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔'' یعنی جنت میں، ﴿ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ⑧ ﴾ ''اور لیکن جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوگئے۔'' یعنی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں گی ﴿ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ ''تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔'' اس کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے سر کے بل جہنم کی آگ میں گرے گا۔ اسے اس کے ''أُمُّ الرَّأْسِ''، یعنی دماغ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابوصالح اور امام قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سر کے بل جہنم کی آگ میں گرے گا۔ ③ ابوصالح نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جہنمی اپنے سروں کے بل جہنم میں گریں گے۔ ④ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اس کی ماں جس کی طرف یہ لوٹے گا اور قیامت کے دن جس کے پاس ٹھکانا حاصل کرے گا، وہ ﴿ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ ہے اور ﴿ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ﴿ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ کو ''أم'' اس لیے کہا کہ اس کے سوا اس کا کوئی اور ٹھکانا ہی نہیں ہوگا۔ ⑤ ابن زید بھی فرماتے ہیں کہ ﴿ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ سے مراد جہنم ہے، یہی اس کی ماں اور اس کا وہ ٹھکانا ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کرے گا اور پھر انھوں نے قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑھے: ﴿ وَمَأْوٰىهُمُ النَّارُ ﴾ (آل عمرٰن 3:151) ''اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔'' ⑥ امام ابن ابوحاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ سے مراد جہنم ہے اور یہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔ ⑦ اسی لیے خود بھی اللہ تعالیٰ نے ﴿ هَاوِيَةٌ ⑨ ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ⑩ نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ (وہ) سخت دہکتی ہوئی آگ ہے۔'' یعنی جس کی حرارت بہت شدید ہے اور بہت طاقت اور قوت سے بھڑک رہی ہے۔

جہنم کی آگ کی شدت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [نَارُ بَنِي آدَمَ الَّتِي (تُوقِدُونَ) جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ] ''بنو آدم کی یہ آگ جسے تم جلاتے ہو، یہ جہنم کی آگ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! دنیا کی آگ جلانے کے لیے کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا] ''بے شک اس آگ کو دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ فضیلت دی گئی ہے۔'' ⑧ اسے امام بخاری اور

---

① تفسیر الطبری: 359/30 و 90/29 . ② تفسیر الطبری: 361,360/30 و تفسیر القرطبی: 167/20 . ③ تفسیر الطبری: 361/30 . ④ تفسیر الطبری: 361/30 . ⑤ تفسیر الطبری: 360/30 . ⑥ تفسیر الطبری: 361/30 .
⑦ تفسیر الطبری: 360/30 . ⑧ الموطأ للإمام مالك، جهنم، باب ماجاء في صفة جهنم: 388/2، حديث: 1923 و اللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ صحيح ابن حبان، ذكر الإخبار عن وصف النار التي أعدت......: 503/16، حديث: 7462 کے مطابق ہے۔

مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔① اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:[فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا، كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا] ''اسے انہتر گنا زیادہ فضیلت دی گئی ہے اور یہ تمام درجے اس کی حرارت کی طرح گرم ہیں۔''② امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[(إِنَّ أَهْوَنَ) أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا (مَّنْ لَّهُ) نَعْلَانِ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ] ''جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا جسے جہنم کی آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے مگر شدت حرارت کی وجہ سے اس کا دماغ تک کھولتا ہوگا۔''③

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ: (يَا)رَبِّ! أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ: نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ (فِي الشِّتَاءِ مِنْ بَرْدِهَا) وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ (فِي الصَّيْفِ مِنْ حَرِّهَا)] ''آگ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی تو کہنے لگی: میرے پروردگار! میرے بعض حصوں نے بعض کو کھالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی، ایک سانس موسم سرما میں اور دوسری سانس موسم گرما میں تو جو سخت سردی تم موسم سرما میں پاتے ہو، یہ اس (جہنم) کی سردی ہے اور جو سخت گرمی تم موسم گرما میں پاتے ہو، یہ اس کی گرمی سے ہے۔''④ صحیح بخاری و مسلم ہی میں یہ حدیث بھی ہے کہ[إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا (عَنِ الصَّلَاةِ) فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ] ''جب گرمی شدید ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے ادا کیا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔''⑤

سورۂ قارعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: 3265 و صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها وأهلها، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث:2843. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2843 . ③ مسند أحمد: 432/2، البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ صحيح مسلم، الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا، حديث:(364)-213 عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔ ④ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث:3260 و صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الإبراد بالظهرفى شدة الحر......، حديث: 617 عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ، البتہ پہلی قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث:537 اور صحيح مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے، نیز دوسری اور تیسری قوسین والے الفاظ ہمیں نہیں ملے، تاہم صحيح مسلم، حديث:(187)-617 میں دوسری قوسین والے الفاظ کے بجائے [مِنْ بَرْدٍ أَوْ زَمْهَرِيرٍ فَمِنْ نَّفَسِ جَهَنَّمَ] اور تیسری قوسین والے الفاظ کے بجائے [مِنْ حَرٍّ أَوْ حَرُورٍ فَمِنْ نَّفَسِ جَهَنَّمَ] کے الفاظ ہیں جو ان کے ہم معنی ہیں۔ ⑤ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر فى شدة الحر، حديث:536 و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الإبراد بالظهر فى شدة الحر......، حديث:615 عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، حديث: (181)-615 کے مطابق ہیں۔

تفسیر سورۂ تکاثر

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ④

باہم بہتات کی حرص نے تمھیں غافل کر دیا① یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے② ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے③ پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو

كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ⑤ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ⑦ ثُمَّ

گے④ ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ جان لو⑤ یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے⑥ پھر یقیناً تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے⑦ پھر اس

لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ⑧ ع 1 8 27

دن یقیناً تم سے نعمتوں کی بابت ضرور سوال کیا جائے گا⑧

تفسیر آیات:1-8

دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت کا نتیجہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمھیں دنیا کی محبت، دنیا کی نعمتوں اور دنیا کی رعنائی و زیبائی نے آخرت کی طلب و جستجو سے غافل کر دیا ہے اور تمھاری غفلت کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے حتی کہ تمھیں موت آجاتی ہے اور تم قبروں میں چلے جاتے اور اہل قبور میں شمار ہونے لگتے ہو۔ صحیح بخاری کی کتاب الرقاق میں حضرت انس بن مالک اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم اسے قرآن میں سے سمجھتے تھے: [لَوْ (كَانَ) لِابْنِ آدَمَ (وَادٍ) مِّنْ ذَهَبٍ......] ''اگر ابن آدم کے لیے سونے کی ایک وادی ہو......'' یہاں تک کہ ﴿اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ①﴾ ''باہم بہتات کی حرص نے تمھیں غافل کر دیا۔'' نازل ہو گئی۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﴿اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ①﴾ کی تلاوت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: [يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي وَهَلْ لَّكَ مِنْ مَّالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ] ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تو نے کھایا اور ہضم کر لیا یا پہن لیا اور بوسیدہ کر لیا یا صدقہ کیا اور اسے آگے بھیج دیا۔'' ② اسے امام مسلم، ترمذی

① صحيح البخاري، الرقاق، باب مايتقى من فتنة المال، حديث:6439,6440، البتہ پہلی قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث:6436 اور دوسری قوسین والا لفظ حديث:6437 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② مسند أحمد: 24/4.

اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ①

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، (وَ)إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَّالِهِ ثَلَاثٌ: مَّا أَكَلَ فَأَفْنٰى، أَوْلَبِسَ فَأَبْلٰى، أَوْ (تَصَدَّقَ) فَاقْتَنٰى وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّتَارِكُهُ لِلنَّاسِ] ''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف تین طرح کا ہے، جو اس نے کھایا اور ہضم کرلیا یا پہنا اور بوسیدہ کرلیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خود چل بسنے والا اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' اس روایت کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے، ② امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ] ''تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے پاس ہی رہتی ہے، اس کے ساتھ اس کا اہل، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، اہل و مال واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ ہی رہتا ہے۔'' ③ اسے اسی طرح امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ④ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَبْقٰى مِنْهُ اثْنَتَانِ: اَلْحِرْصُ وَالْأَمَلُ] ''ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں حرص اور امید جوان رہتی ہیں۔'' ⑤ اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥

جہنم دیکھنے اور نعمتوں کے بارے میں پرسش سے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے، پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے۔'' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وعید کے بعد پھر وعید ہے۔ ⑦ ضحاک فرماتے ہیں کہ پہلے کافروں سے کہا گیا: ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے۔'' اور پھر مومنوں سے کہا گیا: ﴿ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے۔'' ⑧ فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ ﴾ ''ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ جان لو۔'' یعنی اگر تمھیں اس طرح علم ہوتا

---

① صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث:2958 و جامع الترمذي، الزهد، باب منه حديث: [يقول ابن آدم......]، حديث:2342 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة التكاثر:521/6، حديث: 11696. ② صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث: 2959، البتہ پہلی اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح ابن حبان، ذكر الإخبار عما يكون للمرء......: 121/8، حديث:3328 کے مطابق ہیں، نیز تفسیر ابن کثیر میں [فَهُوَ ذَاهِبٌ] کے بجائے [فَذَاهِبٌ] ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ ③ صحيح البخاري، الرقاق، باب سكرات الموت، حديث : 6514. ④ صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث:2960 و جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء مثل ابن آدم......، حديث:2379 و سنن النسائي، الجنائز، باب النهي عن سب الأموات، حديث:1939. ⑤ مسند أحمد: 119/3. ⑥ صحيح البخاري، الرقاق، باب من بلغ ستين سنة......، حديث:6421 و صحيح مسلم، الزكاة، باب كراهة الحرص على الدنيا، حديث:1047. ⑦ تفسير البغوي:299/5. ⑧ تفسير الطبري:364/30.

جس طرح علم ہونے کا حق ہے تو مال کی یہ بہت سی طلب تمھیں آخرت کی طلب وجستجو سے اس طرح غافل نہ کردیتی کہ تم قبروں میں جا پہنچتے۔

پھر فرمایا: ﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ⑦﴾ ''یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر یقیناً تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔'' یہ سابقہ وعید ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ④﴾ ہی کی تفسیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اس حال کے ساتھ وعید سنائی ہے کہ جہنمی جب جہنم کو دیکھیں گے تو وہ ایک ایسا سانس لے گا کہ خوف، عظمت اور ہیبت و ہولناکی کی وجہ سے ہر ملک مقرب اور نبیٔ مرسل بھی اپنے دونوں گھٹنوں پر گر جائیں گے جیسا کہ اس کے بارے میں ایک اثر میں مروی ہے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيمِ ⑧﴾ ''پھر یقیناً تم اس روز نعمت کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔'' یعنی پھر اس دن تم سے سوال کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں صحت، امن اور رزق وغیرہ کی صورت میں جو نعمتیں عطا فرمائیں، تم نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا یا نہیں کیا اور تم اس کی عبادت بجا لاتے رہے یا نہیں؟ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ ان دونوں کے پاس نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جلوہ افروز ہو گئے تو آپ نے فرمایا: [مَا أَجْلَسَكُمَا هٰهُنَا؟] ''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! ہمیں بھوک نے اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: [وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ! مَا أَخْرَجَنِي غَيْرُهُ] ''اس ذات اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! مجھے بھی بھوک ہی نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔''

پھر تینوں چل پڑے حتی کہ ایک انصاری کے گھر میں آ گئے تو خاتونِ خانہ نے ان کا استقبال کیا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: [أَيْنَ فُلَانٌ؟] ''فلاں (تیرا شوہر) کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے، اتنے میں وہ شخص مشکیزہ اٹھائے ہوئے آ گیا اور اس نے کہا: خوش آمدید! اللہ کے نبی نے آج مجھے جو شرفِ زیارت سے سرفراز فرمایا ہے، آپ سے افضل کسی اور مہمان نے کبھی بندگان الٰہی کو ایسے شرف سے نہیں نوازا، اس نے کھجور کے درخت کی خشک شاخ پر اپنے مشکیزے کو لٹکا دیا اور فوراً جا کر کھجور کی ایک شاخ توڑ لایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا كُنْتَ اجْتَنَيْتَ؟] ''تم نے کھجوریں چن کیوں نہ لیں؟'' اس نے عرض کی کہ میں نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ اپنے حسب ذوق کھجوروں کا انتخاب فرمائیں، پھر اس نے جانور ذبح کرنے کے لیے چھری کو پکڑ لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [إِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ] ''دیکھو، دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔'' اس نے جانور ذبح کر دیا اور ان مقدس مہمانوں نے کھانا کھایا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ، فَلَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى أَصَبْتُمْ هٰذَا، فَهٰذَا مِنَ

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2668/8 و تفسير الطبري: 247/18 و تفسير عبدالرزاق: 452/2، رقم: 2079 عن عبيد بن عمير الليثي.

النَّعِيمِ] ''ان نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا، بھوک کی شدت نے تمھیں گھروں سے نکالا تھا مگر اب ان نعمتوں سے شادکام ہوکر اپنے گھروں کو واپس جارہے ہو۔''① اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

صحیح بخاری، سنن ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ] ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ غفلت میں مبتلا ہیں، صحت اور فرصت۔''③ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے شکر واجب کو ادا نہیں کرتے اور جو اپنے اوپر لازم حق کو ادا نہ کرے وہ غافل ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ـ قَالَ عَفَّانُ: يَوْمَ الْقِيَامَةِ ـ يَا ابْنَ آدَمَ! حَمَلْتُكَ عَلَى الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ وَزَوَّجْتُكَ النِّسَاءَ وَجَعَلْتُكَ تَرْبَعُ وَتَرْأَسُ، فَأَيْنَ شُكْرُ ذٰلِكَ؟] ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا راوی عفان کہتے ہیں: قیامت کے دن کہ اے ابن آدم! میں نے تجھے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار کیا، عورتوں سے تیری شادی کرائی اور تجھے نعمتوں میں پلنے بڑھنے اور سرداری کرنے کا موقع دیا تو کیا تو نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا؟'' اس حدیث کو بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں۔④

سورۂ تکاثر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسير الطبري: 367,366/30، البتہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے قسم کھانے کا ذکر صحيح مسلم، حديث: (140)-2038 میں ہے۔
② صحيح مسلم، الأشربة، باب جواز استتباعه غيره......، حديث: 2038. ③ صحيح البخاري، الرقاق، باب الصحة والفراغ......، حديث: 6412 وجامع الترمذي، الزهد، باب الصحة والفراغ......، حديث: 2304 وتحفة الأشراف: 394/4، حديث: 5666 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الحكمة، حديث: 4170. ④ مسند أحمد: 492/2.

تفسیر سُورَۃُ عصر

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَ الۡعَصۡرِ ① اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ② اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ

زمانے کی قسم ① بے شک انسان خسارے میں ہے ② سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین

وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ③ ع 1/3 28

کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی ③

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سورۂ عصر سے قرآن کا اعجاز معلوم کرنا: ائمۂ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن عاص مسیلمہ کذاب کے پاس گئے، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تو ہو چکی تھی مگر عمرو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، مسیلمہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آج کل تمھارے ساتھی پر کیا نازل ہوا ہے؟ عمرو نے جواب دیا کہ آپ پر ایک مختصر مگر بہت ہی بلیغ سورت نازل ہوئی ہے، اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو انھوں نے سورۂ عصر پڑھ کر سنا دی تو مسیلمہ نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہنے لگا کہ اس طرح کی سورت تو مجھ پر بھی نازل ہوئی ہے، عمرو نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو مسیلمہ نے کہا: [يَا وَبْرُ! يَا وَبْرُ! إِنَّمَا أَنتَ أُذُنَانِ وَصَدْرٌ، وَسَائِرُكَ حَقْرٌ نَقْرٌ] ''اے وَبْر! اے وَبْر! تیرے دو کان اور ایک سینہ ہے اور باقی تیرا سارا جسم حقیر، بے ہنگم اور بے ڈول ہے۔'' پھر اس نے پوچھا: عمرو! تمھاری کیا رائے ہے؟ تو عمرو نے اسے جواب دیا: اللہ کی قسم! تو جانتا ہے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ ①

ابو بکر خرائطی نے بھی اپنی مشہور و معروف کتاب مساوئ الأخلاق کی دوسری جلد میں اس واقعے کو قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔ ② وَبْر ایک چھوٹا سا جانور ہے جو بلی سے مشابہت رکھتا ہے، اس کے جسم کا بڑا حصہ دو کانوں اور سینہ پر مشتمل ہوتا ہے اور باقی حصہ بہت چھوٹا اور بدصورت ہوتا ہے۔ مسیلمہ نے یہ اول فول بک کر قرآن کا مقابلہ کرنا چاہا تھا مگر اس سے تو وہ شخص بھی قائل نہ ہوا جو اس وقت ابھی بتوں کا پجاری تھا۔ امام طبرانی نے عبداللہ بن حصن ابو مدینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے دو شخص جب بھی آپس میں ملاقات کرتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو

① جامع العلوم والحكم لابن رجب :285/1، تحت الحديث: 11 مختصراً. ② مساوئ الأخلاق للخرائطي، باب الرجل: يورى عن الكذب بمعاريض الكلام :179/1(C.D).

مکمل سورۂ عصر نہ سنا دیتے اور پھر ایک دوسرے کو سلام کہہ کر رخصت ہو جاتے۔ [1] امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ اگر اس سورت پر غور کریں تو ہدایت ورہنمائی کے لیے یہ کافی ثابت ہو۔

تفسیر آیات:1-3

﴿ اَلْعَصْرِ ① ﴾ کا مفہوم اور خسارے سے مستثنیٰ لوگ: عصر سے مراد یہ زمانہ ہے جس میں بنو آدم سے اچھی یا بری حرکات سرزد ہوتی ہیں، امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس سے شام کا وقت مراد ہے، [2] لیکن مشہور پہلا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ انسان خسارے اور ہلاکت میں ہے۔ ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' یعنی جنس انسان میں سے وہ لوگ خسارے سے مستثنیٰ ہیں جو اپنے دلوں کے ساتھ ایمان لائے اور اپنے اعضاء کے ساتھ عمل کر کے اس ایمان پر مہر تصدیق ثبت کی، ﴿ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ ﴾ ''اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی'' اس سے مراد طاعات کو بجالانا اور محرمات کو ترک کرنا ہے۔ ﴿ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ﴾ ''اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔'' یعنی مصائب و اقدار پر صبر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کی تاکید کرتے رہے۔

سورۂ عصر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① المعجم الأوسط للطبرانی: 36/4، حدیث: 5124. تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں ابو مدینہ کا نام عبید اللہ بن حصن اور بعض میں عبید اللہ بن حفص ہے لیکن درست نام وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے جیسا کہ المعجم الأوسط کے مذکورہ حوالے میں علی بن مدینی رحمہ اللہ کے حوالے سے ان کا یہ نام مذکور ہے۔ ② تفسیر الطبری: 371/30 عن الحسن.

تفسیر سُورۂ ھُمَزَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ① الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ② یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ

ہر طعنہ زن، عیب جو کے لیے ہلاکت ہے① جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا② وہ سمجھتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ

اَخۡلَدَہٗ ③ کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ④ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ⑤ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ⑥

رکھے گا③ ہرگز نہیں! اسے ضرور حُطَمَہ میں پھینکا جائے گا④ اور آپ کو کیا معلوم کہ حُطَمَہ کیا ہے؟⑤ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے⑥

اَلَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ⑦ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ⑧ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ⑨ ع 1/9/29

جو دلوں تک پہنچے گی⑦ بے شک وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی⑧ لمبے لمبے ستونوں میں⑨

تفسیر آیات: 1-9

چغل خور اور مال ومنال کے حریص کا انجام: ھَمَّاز وہ ہوتا ہے جو قول کے ساتھ اور لَمَّاز وہ ہوتا ہے جو فعل کے ساتھ طعن آمیز اشارے کرے، یعنی وہ لوگوں کو حقیر اور کم مرتبہ جانتے ہوئے ایسا کرتا ہے، اس کی تفصیل قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ ﴿ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِیۡمٍ ﴾ (القلم 68: 11) ''بڑا ہی عیب جُو چلتا پھرتا چغل خور ہے۔'' کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ھُمَزَۃٍ﴾، ﴿لُّمَزَۃِۣ ①﴾ طعن کرنے والے اور عیب جوئی کرنے والے کو کہتے ہیں۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ھُمَزَۃٍ﴾ اس اشارے کو کہتے ہیں جو ہاتھ اور آنکھ سے ہو اور ﴿لُّمَزَۃِۣ ①﴾ اسے کہتے ہیں جو زبان سے ہو۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ②﴾ ''جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔'' یعنی مختلف قسم کا مال جمع کرتا رہا اور اس کی تعداد کو شمار کرتا رہا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ جَمَعَ فَاَوۡعٰی ○﴾ (المعارج 70: 18) ''اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔'' یہ سدی اور امام ابن جریر کا قول ہے۔[4] اور محمد بن کعب قرظی ﴿جَمَعَ

---

① دیکھیے القلم، آیت: 11 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 375/30، اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿لُّمَزَۃِۣ ①﴾ کے معنی ''غیبت کرنے والا'' منقول ہیں و تفسیر القرطبی: 181/20. ③ تفسیر الطبری: 376/30، البتہ اس میں مجاہد سے ﴿ھُمَزَۃٍ﴾ کے معنی صرف ہاتھ سے اشارہ کرنے کے منقول ہیں۔ ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 3463/10 و تفسیر القرطبی: 183/20 و تفسیر الطبری: 377/30.

﴿مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دن کو اس کا مال اسے غافل رکھتا ہے، کبھی اس مال کی فکر اور کبھی اُس کی اور جب رات آتی ہے تو اس طرح سوجاتا ہے گویا بدبودار لاش ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝۳﴾ ''وہ سمجھتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔'' یعنی وہ خیال یہ کرتا ہے کہ اس کا مال جمع کر کے رکھنا ہی یہاں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کا سبب بنے گا، ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں۔'' یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح اس نے خیال اور گمان کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴﴾ ''یقیناً وہ ضرور حُطَمة میں پھینکا جائے گا۔'' یعنی یہ شخص جو مال جمع کرتا اور گن گن کر رکھتا ہے اسے ایک دن ضرور حُطَمة میں پھینکا جائے گا۔ حُطَمَة جہنم کی آگ کے اسماء میں سے ایک اسم صفت ہے کیونکہ یہ ہر اس چیز کو توڑ پھوڑ دیتی ہے جو اس میں ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ حُطَمَة کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچے گی۔'' ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ وہ آگ انھیں دلوں تک جلا دے گی، حالانکہ وہ زندہ ہوں گے، پھر فرماتے ہیں کہ انھیں اس طرح شدید عذاب ہوگا اور پھر وہ زار و قطار رونے لگ گئے۔[1]

محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آگ اس کے جسم کے ہر حصے کو کھائے گی حتی کہ اس کے حلق کے بالمقابل اس کے دل تک پہنچے گی تو پھر واپس اس کے جسم کی طرف لوٹ آئے گی۔[2] ﴿اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸﴾ ''بے شک وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی۔'' جیسا کہ قبل ازیں سورۂ بلد میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔[3] ﴿فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹﴾ ''لمبے لمبے ستونوں میں۔'' عطیہ عوفی فرماتے ہیں کہ یہ ستون لوہے کے ہوں گے۔[4] اور سدی کا قول ہے کہ یہ ستون بھی آگ ہی سے بنے ہوں گے۔[5] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں لمبے لمبے ستونوں میں داخل کر دے گا، ان کی گردنوں میں طوق و سلاسل ہوں گے اور پھر جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔[6]

سورۂ ہمزہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① التخویف من النار لابن رجب: 135/1(C.D). ② تفسیر القرطبی: 185/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3464/10.
③ دیکھیے البلد، آیت: 20 کے ذیل میں عنوان ''بائیں ہاتھ والے اور ان کی سزا'' ④ الدر المنثور: 670/6. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 3464/10. ⑥ تفسیر الطبری: 379/30.

تفسیر سورۂ فیل

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ② وَّ اَرْسَلَ

(اے نبی!) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟① کیا اس نے ان کی چال کو بیکار نہیں کر دیا؟② اور اس نے

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤ ع 1 5 30

ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے③ جو ان پر کھنگر کی کنکریاں پھینک رہے تھے④ پھر اس (اللہ) نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا⑤

تفسیر آیات:1-5

بیت اللہ کو منہدم کرنے والے عیسائیوں کی بربادی اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش: یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت کا ذکر ہے جس سے اس نے قریش کو نوازا اور وہ یہ کہ اس نے انھیں ان ہاتھی والوں سے بچایا جنھوں نے کعبہ کو منہدم کرنے اور اس کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، ان کی ناک خاک میں ملا دی، ان کی تمام سعی و کوشش رائیگاں کر دی، ان کے کام تباہ و برباد کر دیے اور انھیں بدترین قسم کے نقصان سے دوچار کیا۔ یہ ہاتھی والے عیسائی تھے اور دینی اعتبار سے یہ بتوں کے پجاری قریش سے بہت قریب تھے لیکن یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے پیش خیمے اور مقدمے کے طور پر پیش آیا کیونکہ سب سے زیادہ مشہور قول کے مطابق اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی گویا زبان حال کہہ رہی تھی کہ اے گروہ قریش! حبشیوں کے خلاف ہم نے تمھاری مدد اس لیے نہیں کی کہ تم ان سے بہتر تھے بلکہ یہ سارا اہتمام تو اللہ تعالیٰ کے اس قدیم گھر کی حفاظت کے لیے تھا جسے ہم عنقریب نبی امی، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ عزو شرف اور تعظیم و تکریم کے ساتھ نوازنے والے ہیں۔

اصحاب فیل کا واقعہ مختصراً: اصحاب فیل کا واقعہ انتہائی اختصار کے ساتھ اس طرح ہے: قبل ازیں اصحاب اخدود کے واقعے میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ذونواس آخری حمیری بادشاہ تھا جو مشرک تھا اور اسی نے اصحاب اخدود کو قتل کروایا تھا۔ یہ لوگ عیسائی تھے اور ان کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی اور ان میں سے صرف ایک شخص دوس ذوثعلبان ہی زندہ بچا تھا جو بھاگ گیا تھا اور اس نے شام کے بادشاہ قیصر سے مدد طلب کی تھی اور یہ بھی عیسائی تھا تو اس نے اس کے لیے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا کیونکہ

وہ ان کے زیادہ قریب تھا تو شاہ حبشہ نے اس کے ساتھ اپنے دو سپہ سالاروں ارياط اور ابرہہ بن صباح ابو یکسوم کی زیر قیادت ایک لشکر جرار روانہ کر دیا۔ یہ لشکر یمن میں داخل ہو کر شہروں کے اندر پھیل گیا اور حمیر سے اس نے حکومت چھین لی اور ذونواس سمندر میں غرق ہو کر مر گیا تو اب یمن پر حبشیوں کا تسلط ہو گیا[1] اوران کے یہ دو قائد تھے، ارياط اور ابرہہ لیکن ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف خوب محاذ قائم کر لیا اور بالآخران میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دونوں لشکروں کو آپس میں لڑانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا آؤ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر لیں، ہم میں سے جو دوسرے کو قتل کر دے، وہی بادشاہ ہوگا۔ دوسرے نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا، چنانچہ دونوں نے مقابلہ کیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے نیزے گاڑ لیے تو ارياط نے ابرہہ پر حملہ کر کے تلوار کی ایک ایسی ضرب کاری لگائی جس سے اس کی ناک، منہ اور ایک طرف کا چہرہ کٹ گیا، اسی اثنا میں ابرہہ کے غلام عتودہ نے ارياط پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ابرہہ زخمی حالت میں لوٹا تو اس کے زخموں کا علاج کیا گیا اور وہ تندرست ہو گیا اور یمن میں حبشہ کے لشکر کی بلاشرکتِ غیر قیادت کرنے لگا۔

جب یہ خبر نجاشی کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا، اس نے ابرہہ کو خط لکھ کر ملامت کی اور قسم کھالی کہ وہ اس کے ملک کو پامال کر دے گا اور اس کے سر کے بالوں کو گھسیٹے گا۔ ابرہہ نے اس کے خط کے جواب میں جو خط لکھا، اس میں اس سے نرمی اور شفقت کی درخواست کی، حیلوں اور بہانوں سے کام لیا، قاصد کے ہاتھ اسے تحائف بھیجے، ان تحائف میں ایک برتن بھی تھا جس میں یمن کی مٹی بھری ہوئی تھی، نیز اس نے اپنے سر کے بال منڈوا کر بھی قاصد کے ہاتھ بھیج دیے اور اپنے جوابی خط میں لکھا کہ بادشاہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے اس مٹی کو اپنے پاؤں تلے روند لے اور یہ میرے سر کے بال ہیں، انھیں بھی میں نے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ نجاشی کو جب اس کا خط اور اس کی ارسال کردہ یہ چیزیں ملیں تو وہ بہت خوش ہو گیا اور اس نے اسے ہی یمن کے منصب حکومت پر برقرار رکھا۔

پھر ابرہہ نے نجاشی کو ایک خط میں لکھا کہ بادشاہ سلامت! میں سرزمین یمن میں آپ کے لیے ایک ایسا کلیسا بناؤں گا کہ اس جیسا کسی سابقہ بادشاہ کے لیے کبھی نہیں بنایا گیا۔ اور اس کے بعد اس نے صنعاء میں ایک بہت عظیم الشان کلیسا بنانا شروع کر دیا جس کی عمارت بہت بلند، صحن بہت کشادہ اور چاروں طرف سے اسے بہت خوبصورتی کے ساتھ مزین کیا گیا تھا، اس کلیسے کی عمارت کی بہت بلندی کی وجہ سے عربوں نے اسے قُلَّیس کے نام سے موسوم کیا کیونکہ اس کی عمارت اس قدر بلند تھی کہ دیکھنے والا جب اس کی بلندی کی طرف دیکھتا تو اس کی ٹوپی سر سے گرنے لگتی۔

ابرہہ اشرم نے یہ بھی ارادہ کیا کہ جس طرح مکہ میں کعبے کا حج کیا جاتا ہے، عرب اس کلیسے کا حج کرنا شروع کر دیں۔ اپنی حکومت میں اس نے اس کا اعلان بھی کروا دیا مگر عدنانی اور قحطانی عربوں نے اسے ناپسند کیا اور قریش نے تو اس پر شدید غیظ و غضب کا اظہار کیا حتی کہ ایک شخص آیا، وہ رات کو اس میں داخل ہو گیا اور اس میں رفع حاجت کرنے کے بعد لوٹ گیا۔

---

[1] دیکھیے البروج، آیات: 4-9 کے تحت۔

کلیسا کے دربانوں نے جب اس غلاظت کو دیکھا تو انھوں نے اپنے بادشاہ ابرہہ کو بھی اس سے مطلع کیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی قریشی کی حرکت ہے، ان کے گھر کے مقابلے میں آپ نے جو یہ کلیسا تعمیر کیا ہے، ان کی طرف سے اس کے خلاف یہ ردعمل کا اظہار ہے۔ یہ سن کر ابرہہ نے قسم کھائی کہ وہ مکہ میں موجود گھر کی طرف ضرور جائے گا اور اس کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ کر اسے خراب کر دے گا۔

مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیا ہے کہ کچھ قریشی نوجوانوں نے اس کلیسے میں داخل ہو کر اسے آگ لگا دی، اتفاق سے اس روز بہت تیز ہوا بھی چل رہی تھی جس کی وجہ سے سارا کلیسا آناً فاناً جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا اور زمین پر گر گیا۔ اپنے کلیسے کا یہ حشر دیکھ کر ابرہہ نے بیت اللہ پر حملے کی تیاری کی اور وہ کیل کانٹے سے لیس ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا تاکہ کوئی اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ اس نے اپنے ساتھ ایک بہت زبردست اور موٹے تازے جسم والے ہاتھی کو بھی لیا کہ اس طرح کا کوئی اور ہاتھی آج تک نہیں دیکھا گیا تھا، اس ہاتھی کو محمود کہا جاتا تھا، اس ہاتھی کو نجاشی شاہ حبشہ نے اس مقصد کی خاطر اس کے پاس بھیجا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے لشکر میں اس کے علاوہ آٹھ اور ایک دوسرے قول کے مطابق بارہ ہاتھی اور بھی تھے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ابرہہ نے یہ ہاتھی کعبے کی عمارت کو گرانے کے لیے اپنے ساتھ لیے تھے۔ منصوبہ یہ تھا کہ زنجیروں کو دیواروں میں رکھ کر ہاتھیوں کی گردنوں پر رکھ دیا جائے اور پھر انھیں دھکیل دیا جائے تاکہ وہ کعبے کی ساری دیوار کو یکبارہی گرا دیں۔ عربوں نے جب ابرہہ کی روانگی کے بارے میں سنا تو اسے انھوں نے ایک بہت اہم معاملہ خیال کیا اور کہا کہ ان پر یہ فرض ہے کہ وہ دشمن اور بیت اللہ کے درمیان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور دشمن کی چال کو خاک میں ملا دیں۔ آخر اس کے مقابلے کے لیے ذونفر نامی ایک شخص تیار ہوا جو یمن کے سربرآوردہ لوگوں اور سابق بادشاہوں کے خاندان میں سے تھا، اس نے اپنی قوم اور عرب کے ان تمام لوگوں کو، جنھوں نے اس کی بات مانی، بلایا تاکہ وہ ابرہہ کے خلاف جنگ کریں اور اس کے بیت اللہ کو گرانے اور برباد کرنے کے ارادے کے خلاف جہاد کریں۔ ان لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور ابرہہ سے لڑائی کی مگر ابرہہ نے انھیں شکست دے دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خود ہی اپنے پاک گھر کی تکریم و تعظیم کے اظہار کا ارادہ تھا، بہر حال ذونفر گرفتار ہو گیا اور ابرہہ نے اسے اپنے ساتھ ہی رکھا اور آگے بڑھنا شروع کر دیا حتی کہ یہ جب خثعم کے علاقے میں پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنی قوم شہران اور ناہس کے لوگوں کے ساتھ مل کر ابرہہ سے لڑائی کی مگر ابرہہ نے انھیں بھی شکست دے دی۔ نفیل بن حبیب بھی قید ہو گیا، ابرہہ نے پہلے اس کے قتل کا ارادہ کیا مگر پھر معاف کر دیا اور اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا تاکہ وہ سرزمین حجاز میں رہنمائی کر سکے۔

ابرہہ کا جب طائف کے پاس سے گزر ہوا تو خاندان ثقیف کے لوگ اس کے پاس آئے اور انھوں نے اس سے صلح کر لی، انھیں اس بات کا ڈر تھا کہ یہ ان کے اس گھر کو نقصان نہ پہنچائے جسے وہ لات کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ابرہہ نے ان کی عزت افزائی کی اور ثقیف کے لوگوں نے رہنمائی کے لیے ابورغال کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ ابرہہ جب مُغَمَّس کے

مقام پر پہنچا، جو مکہ کے قریب ہی ایک جگہ کا نام ہے، تو اس نے یہاں پڑاؤ ڈال دیا اور اس کے لشکر نے اہل مکہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے اونٹ وغیرہ لوٹ لیے جن میں عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی تھے۔ چراگاہ پر ابرہہ کے حکم سے حملہ کرنے والا اس کے ایک دستے کا سردار تھا جس کا نام اسود بن مقصود تھا۔ ابن اسحاق کے بقول بعض عرب شعراء نے اپنے اشعار میں اس کی ہجو بھی کی ہے۔ ابرہہ نے حناطہ حمیری کو مکہ کی جانب روانہ کیا اور اس سے کہا کہ شہر کے سردار اور بلند رتبہ شخص کا پتہ لے کر اس سے کہنا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تم سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا الا یہ کہ اس گھر تک پہنچنے میں تم رکاوٹ بنو۔ حناطہ جب مکہ میں آیا تو اسے عبدالمطلب بن ہاشم کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ مکہ کے سردار ہیں، اس نے عبدالمطلب کو ابرہہ کا پیغام پہنچا دیا تو عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہمیں اس کی طاقت ہے، یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے، یہ اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا گھر ہے، چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت فرمائے تو یہ اس کا گھر اور اس کا حرم ہے اور اگر اس نے اس گھر اور ابرہہ کے درمیان راستہ صاف کر دیا تو اللہ کی قسم! ہمارے پاس بیت اللہ کو بچانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو، عبدالمطلب اس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

ابرہہ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کے جلال وعظمت سے بہت متاثر ہوا کیونکہ عبدالمطلب بہت وجیہ اور خوبصورت تھے۔ ابرہہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور آپ کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا اور ترجمان سے کہنے لگا کہ ان سے پوچھیے کہ آپ کی کیا حاجت و ضرورت ہے؟ آپ نے ترجمان سے کہا کہ میری حاجت وضرورت صرف یہ ہے کہ بادشاہ میرے وہ دوسو اونٹ واپس کر دے جو اس کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ وہ آپ سے کہے کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو میں بہت مرعوب ہو گیا تھا لیکن جب گفتگو سنی ہے تو آپ میری نظروں سے گر گئے ہیں، کیا آپ مجھ سے ان دوسو اونٹوں کے بارے میں کہتے ہیں جو میرے پاس پکڑے ہوئے آئے ہیں اور آپ نے اس گھر کا خیال بالکل چھوڑ دیا جو آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا دینی مرکز ہے، میں اسے گرانے کے لیے آیا ہوں مگر آپ نے اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں کی؟ سردار عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں تو ان اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو خود اس کی حفاظت فرمالے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ وہ مجھ سے اسے بچا نہیں سکے گا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا: تم جانو اور وہ جانے! یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ سردارانِ عرب کی ایک جماعت بھی گئی تھی اور انھوں نے ابرہہ کو یہ پیشکش کی کہ اگر وہ بیت اللہ کو نہ گرائے تو اسے تہامہ کی ایک تہائی آمدنی دے دی جائے گی۔

ابرہہ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیے جائیں۔ ابرہہ کے ہاں سے فارغ ہو کر عبدالمطلب قریش کے پاس واپس آ گئے اور حکم دیا کہ مکہ سے نکل کر پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر پناہ گزیں ہو جاؤ تاکہ ابرہہ کے لشکر کی غارت گری سے محفوظ رہ سکو، پھر عبدالمطلب اٹھے اور جا کر کعبۃ اللّٰہ کے دروازے کے کنڈے کو پکڑ لیا، قریش کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ تھی، انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کے خلاف انھیں

اپنی نصرت وحمایت سے سرفراز فرمائے، پھر کعبۃ اللہ کے دروازے کا کنڈہ پکڑے ہوئے عبدالمطلب نے کہا:

لَاهُمَّ! إِنَّ الْمَرْءَ يَمْـ نَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَكَ

''اے اللہ! بندہ اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے حرم پاک کی حفاظت فرما۔''

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مِّحَالَكَ

''ان کی صلیب اور ان کی قوتیں کل صبح تیری قوتوں پر غالب نہ آ جائیں۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر اس کے بعد سردار عبدالمطلب نے در کعبہ کا کنڈہ چھوڑ دیا، پھر وہ، ان کے ساتھی اور دیگر قریش پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بیت اللہ کے پاس قلادے پہنائے ہوئے سو اونٹ بھی چھوڑ دیے تا کہ اگر لشکر کے کچھ لوگ ان اونٹوں پر کوئی ناحق دست درازی کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے لے۔ جب صبح ہوئی تو ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے خود بھی تیار ہوا، اپنے ہاتھی کو بھی تیار کیا جس کا نام محمود تھا اور لشکر کو بھی تیار کیا، جب ان لوگوں نے اس ہاتھی کا رخ مکہ کی طرف کیا تو نفیل بن حبیب اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے کان کو پکڑ کر کہنے لگا: محمود! بیٹھ جا، یا جہاں سے آیا ہے، سیدھا وہاں لوٹ جا کیونکہ اس وقت تو اللہ کے عظمت وحرمت والے شہر میں ہے، پھر اس نے ہاتھی کے کان کو چھوڑ دیا تو یہ ہاتھی بیٹھ گیا اور نفیل بن حبیب وہاں سے تیزی سے نکل گیا اور دوڑ کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد ابرہہ کے لوگوں نے ہاتھی کو بہت مارا کہ اٹھے مگر اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا، انھوں نے اس کے سر پر تیر مارے اور پیٹ کے چمڑے میں آنکس گھسا کر خون آلود کر دیا مگر ہاتھی کو نہ اٹھنا تھا اور نہ وہ اٹھا۔ انھوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کر دیا تو یہ اٹھ کر دوڑنے لگا، انھوں نے اس کا رخ شام کی طرف کر دیا تو پھر بھی دوڑنے لگا، انھوں نے اس کا رخ مشرق کی طرف کیا تو پھر بھی دوڑنے لگا مگر جب اس کا رخ مکہ کی طرف کیا تو یہ پھر بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ان پر سمندر کی طرف سے پرندے بھیج دیے جو ابابیلوں اور بگلوں سے مشابہ تھے، ان میں سے ہر پرندہ تین تین کنکر اٹھائے ہوئے تھا، ایک کنکر چونچ میں اور دو پاؤں کے پنجوں میں، یہ کنکر چنے اور مسور کے برابر تھے مگر جس کو بھی کوئی کنکر لگتا وہ فوراً ہلاک ہو جاتا۔ اس طرح سب لوگ ہلاک نہ ہوئے بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تیزی سے اس راستے کی طرف بھاگ گئے جدھر سے آئے تھے اور وہ نفیل بن حبیب کو تلاش کرنے لگے تا کہ وہ انھیں واپسی کا رستہ بتائے۔ نفیل اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر قریش کے ساتھ تھا اور حجاز کے عرب یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر کس طرح عذاب نازل فرمایا ہے۔ نفیل نے اس وقت یہ شعر کہا:

أَيْنَ الْمَفَرُّ وَالْإِلٰهُ الطَّالِبُ وَالْأَشْرَمُ الْمَغْلُوبُ غَيْرُ الْغَالِبِ

''بھاگ نکلنے کی جگہ کہاں؟ جبکہ اللہ تعاقب میں ہے اور ابرہہ اشرم مغلوب ہو چکا، وہ کبھی بھی غلبہ نہ پا سکے گا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس موقع پر نفیل نے یہ اشعار بھی کہے تھے:

أَلَا حُيِّيتِ عَنَّا يَارُدَيْنَا ! نَعِمْنَا كُمْ مَّعَ الْإِصْبَاحِ عَيْنَا

''ہاں اے ردینہ! ہماری جانب سے تجھے سلام پہنچے اور تم لوگوں کی سلامتی سے ہماری آنکھیں صبح سویرے ٹھنڈی ہوں، یعنی خوش نصیب ہوں۔''

رُدَيْنَةُ! لَوْرَأَيْتِ وَلَا تَرَيْهِ لَدٰى جَنْبِ الْمُحَصَّبِ مَارَأَيْنَا

''ردینہ! کاش تو وہ منظر دیکھتی اور تو وہ منظر کبھی نہ دیکھے، جو ہم نے وادی محصب کے پاس دیکھا۔''

إِذًا لَّعَذَرْتِنِي وَحَمِدْتِّ أَمْرِي وَلَمْ تَأْسَىْ عَلٰى مَافَاتَ بَيْنَا

''(اگر وہ منظر دیکھتی تو) تب تو مجھے معذور سمجھتی، میرے کام کی تعریف کرتی اور ہماری آپس کی جدائی پر غم نہ کھاتی۔''

حَمِدْتُّ اللّٰهَ إِذْ أَبْصَرْتُ طَيْرًا وَخِفْتُ حِجَارَةً تُلْقٰى عَلَيْنَا

''جب میں نے پرندے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ڈر بھی رہا تھا کہ کوئی پتھر ہم پر نہ آ گرے۔''

فَكُلُّ الْقَوْمِ يَسْأَلُ عَنْ نُّفَيْلٍ كَأَنَّ عَلَيَّ لِلْحُبْشَانِ دَيْنَا

''قوم کا ہر فرد نفیل ہی کو دریافت کر رہا تھا (کہ اس سے واپسی کا راستہ پوچھے) گویا حبشیوں کا مجھ پر کوئی قرض تھا۔''

عطاء بن یسار وغیرہ نے کہا ہے کہ ابرہہ کے لشکر میں شامل تمام لوگ فوراً عذاب الٰہی میں مبتلا نہیں ہو گئے تھے بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تو فوراً ہلاک ہو گئے اور کچھ لوگ وہ تھے جن کا ایک ایک عضو گر رہا تھا، اس خوفناک عذاب سے وہ دوچار ہوئے جو بھاگ رہے تھے، خود ابرہہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جن کا ایک ایک عضو ٹوٹ کر گر رہا تھا حتی کہ وہ خثعم کے علاقے میں جا کر مرا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ لوگ بھاگے تو ہر راستے میں گرتے اور ہر مقام پر مرتے جا رہے تھے، ابرہہ کے جسم پر بھی جب ایک کنکر لگا تو وہ لوگ اسے بھی اپنے ساتھ لے گئے اور اس کا جسم پور پور کر کے گرتا جا رہا تھا حتی کہ لوگ جب اسے صنعاء لے کر آئے تو یہ پرندے کے بوٹ کے مانند تھا اور مؤرخین کے بقول جب یہ مرنے لگا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور دل باہر نکل آیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اور جو فضل و کرم یاد دلایا، اس میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حبشیوں کے حملے سے بچایا اور انھیں باقی رکھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ② وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ⑤ ﴾ ﴿ لِإِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ○ إِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ○ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ○ الَّذِيْ أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۵ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○ ﴾ (قریش 106: 1-4) ''(اے نبی!) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا؟ اور اس نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ قریش کے مانوس ہونے کی وجہ سے (یعنی) ان کے سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونے کی

وجہ سے، لہٰذا انھیں چاہیے کہ اس گھر (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور انھیں خوف سے امن دیا۔''

یعنی تا کہ ابرہہ ان کے ان حالات میں سے جن میں یہ پہلے سے تھے، کچھ بھی نہ بدلے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا ہے، بشرطیکہ یہ اسے قبول کریں۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں جماعتوں کی جماعتیں، عربوں نے اس کا واحد استعمال نہیں کیا، یعنی یہ لفظ ہمیشہ جمع ہی کی صورت میں استعمال ہوتا ہے اور ﴿ سِجِّيْلٍ ۝ ﴾ کے بارے میں مجھے یونس نحوی اور ابوعبیدہ نے بتایا ہے کہ عربوں کے ہاں اس کے معنی شدید اور بہت سخت کے ہیں۔ بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ دراصل یہ دو فارسی لفظ ہیں جنھیں عربوں نے ایک لفظ بنا دیا ہے اور وہ ہیں ''سنگ اور گل'' اور سنگ کے معنی پتھر اور گل کے معنی مٹی ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ وہ کنکر ان دو جنسوں، یعنی پتھر اور مٹی کے تھے۔ اور عَصْف کھیتی کے اس پتے کو کہتے ہیں جو کاٹا نہ گیا ہو، عَصْفٌ کا واحد عَصْفَةٌ ہے۔[1]

حماد بن سلمہ نے عاصم سے، انھوں نے زر سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسی طرح ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا ہے کہ ﴿ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں پرندوں کی جماعتیں۔[2] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ ان جماعتوں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوں۔[3] امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں بہت زیادہ۔[4] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ ان چیزوں کو کہتے ہیں جو مختلف مگر ایک دوسرے کے پیچھے اور مجتمع ہوں۔[5] ابن زید کا قول ہے کہ ادھر ادھر ہر جگہ سے آنے والی مختلف چیزوں کو ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کہتے ہیں۔[6] امام کسائی کا قول ہے کہ میں نے بعض نحویوں سے یہ سنا ہے کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کا واحد إِبِّيل ہے۔[7]

امام ابن جریر نے اسحاق بن عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ﴿ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد بہت سی جماعتیں ہیں، جیسے اونٹوں کے ریوڑ ہوتے ہیں۔[8] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پرندے جو بھیجے تھے، ان کی پرندوں کی طرح چونچیں اور کتوں کی طرح پنجے تھے۔[9] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ سبز رنگ کے پرندے تھے جو سمندر کی طرف سے آئے اور ان کے درندوں کی طرح سر تھے۔[10] عبید بن عمیر کا قول ہے کہ یہ سیاہ رنگ کے سمندری پرندے تھے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکر تھے۔[11] ان تمام

---

(1) ماخوذ از السيرة النبوية لابن إسحاق : 1/33-49 والسيرة النبوية لابن هشام :1/31-55 والكامل في التاريخ لابن الأثير: 1/328-335 و342-345 وتفسير الطبرى: 30/386-391 وتفسير ابن أبى حاتم : 10/3464-3466 وتفسير البغوى: 5/304-308 ، البتہ عطاء بن یسار کا یہ قول کہ ابرہہ کے لشکر میں شامل تمام لوگ فوراً عذابِ الٰہی میں مبتلا نہیں ہو گئے تھے...... بالفاظ دیگر الدر المنثور: 6/675,676 میں مذکور ہے۔ (2) تفسير الطبرى : 30/381,382 . (3) تفسير الطبرى : 30/382 . (4) تفسير الطبرى: 30/382 . (5) تفسير الطبرى : 30/382 . (6) تفسير الطبرى : 30/382,383 . (7) تفسير الطبرى : 30/381. (8) تفسير الطبرى : 30/382 . (9) تفسير الطبرى : 30/383 . (10) تفسير الطبرى : 30/383 . (11) تفسير الطبرى : 30/384 .

اقوال کی سندیں صحیح ہیں۔

عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان ہاتھی والوں کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان پر سمندر سے بگلوں کی طرح کے پرندے پیدا کر کے بھیج دیے جن میں سے ہر پرندے نے تین تین کنکریاں اٹھائی ہوئی تھیں، دو دو ان کے پاؤں میں اور ایک ایک چونچ میں تھی، ان پرندوں نے آکر ان کے سروں پر صفیں باندھ لیں، پھر یہ چیخنے لگے (انھوں نے طبل جنگ بجا دیا) اور پھر اپنے پاؤں اور چونچوں میں پکڑی ہوئی کنکریاں گرا دیں، یہ کنکری ان میں سے جس انسان کے سر پر لگتی، اس کی دبر میں سے نکل جاتی اور اگر جسم کے ایک طرف لگتی تو دوسری طرف سے پار ہو جاتی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت شدید آندھی بھی بھیج دی جس سے کنکریوں کے برسنے کی شدت میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝﴾ ”پھر اس (اللہ) نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔“ کے بارے میں سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ عَصف کے معنی بھوسے کے ہیں جسے عوام الناس ھَبُّور کہتے ہیں۔[2] آپ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ عَصف گندم کے پتے کو کہتے ہیں۔[3] آپ ہی سے ایک تیسری روایت یہ ہے کہ عَصف کے معنی بھوسے اور چارے کے ہیں جسے جانوروں کے کھانے کے لیے کاٹ دیا گیا ہو۔[4] امام حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔[5] جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عَصف دانے کے چھلکے کو کہتے ہیں جس طرح گندم کا غلاف ہوتا ہے۔[6]

ابن زید کا قول ہے کہ عَصف کھیتی اور سبزی کے اس پتے کو کہتے ہیں کہ حیوان جب اسے کھا کر ہضم کر لیں تو وہ لید بن جائے۔[7] بہر حال اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان ہاتھی والوں کو تباہ و برباد کر دیا، ان کی تدبیر اور چال کو ناکام و نامراد بنا دیا، ان پر اپنے غیض و غضب کا اظہار فرمایا کہ یہ کوئی خیر و بھلائی حاصل نہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی ہلاکت و بربادی کی خبر لے کر اپنی قوم کے پاس واپس بھی گیا تو وہ زخموں سے چور چور تھا جیسا کہ ان کے بادشاہ ابرہہ کا حشر تھا کہ وہ زخموں سے بری طرح نڈھال ہو کر جب اپنے شہر صنعاء پہنچا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور دل باہر نکل آیا، اس نے بتایا کہ ان کا کیا برا حشر ہوا اور پھر فوراً مر گیا۔[8]

ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا یکسوم اور پھر اس کے بعد اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ بادشاہ بنا، پھر سیف بن ذی یزن حمیری کسریٰ کے پاس گیا اور اس سے حبشیوں کے خلاف مدد طلب کی تو اس نے اپنے لشکر اس کے ساتھ روانہ کر دیے اور انھوں نے اس کے ساتھ مل کر لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ملک انھیں واپس دے دیا، ان کے آباء و اجداد کی بادشاہت انھیں واپس لوٹا دی تو عربوں کے بہت سے وفود نے آ کر اسے مبارک باد دی۔[9] ہم سورۂ فتح کی تفسیر میں قبل ازیں یہ بیان کر آئے ہیں کہ

① تفسير ابن أبي حاتم: 3466/10. ② تفسير الطبري: 392/30 عن الضحاك نحوه. ③ الدر المنثور: 676/6.
④ تفسير الماوردي: 344/6. ⑤ تفسير الماوردي: 344/6. ⑥ تفسير البغوي: 309/5 وتفسير الطبري: 392/30. ⑦ تفسير الطبري: 392/30. ⑧ تفسير الطبري: 391/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3466-3464/10.
⑨ السيرة النبوية لابن إسحاق: 56-52/1 والسيرة النبوية لابن هشام: 68-61/1.

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے دن جب اس گھاٹی کے قریب تشریف لائے جس سے آپ قریش کے پاس آنا چاہتے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا، لوگوں نے کہا کہ قصواء اڑ گئی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَاخَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ]،[وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُونِّي (الْيَوْمَ) خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا (أَجَبْتُهُمْ إِلَيْهَا)] ''قصواء نے نہ اڑی کی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے تو اس ذات گرامی نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آج یہ لوگ جن شرائط پر مجھ سے صلح کرنا چاہیں گے میں سب کو مان لوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو۔'' پھر آپ نے قصواء کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ حدیث صرف صحیح بخاری میں ہے، [1] صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ]،[وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ (أَلَا فَلْيُبَلِّغِ) الشَّاهِدُ الْغَائِبَ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو مکہ میں آنے سے روک دیا تھا مگر اپنے رسول اور مومنوں کو مکہ پر چڑھائی کی اجازت عطا فرما دی مگر آج پھر اس کی حرمت اس طرح لوٹ آئی ہے جیسے کل تھی، خبردار! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔'' [2]

سورۂ فیل کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] دیکھیے الفتح، آیات: 26,25 کے ذیل میں عنوان ''قصۂ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں'' نیز دیکھیے صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد......، حدیث: 2732,2731 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ و مروان رحمہ اللہ ، البتہ پہلی قوسین والا لفظ سنن أبی داود، الجهاد، باب فی صلح العدو، حدیث: 2765 اور دوسری قوسین والے الفاظ المصنف لابن أبی شیبة، المغازی، باب غزوة الحدیبیة: 7/387-389، حدیث: 36844 کے مطابق ہیں۔ [2] اس حدیث کا پہلا حصہ صحیح البخاری، اللقطة، باب کیف تعرف لقطة أهل مكة؟ حدیث: 2434 وصحیح مسلم، الحج، باب تحریم مكة......، حدیث: 1355 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ میں اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، جزاء الصید، باب لا یعضد شجر الحرم، حدیث: 1832 وصحیح مسلم، حدیث: 1354 عن أبی شریح العدوی رضی اللہ عنہ میں ہے، البتہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 32/4 عن أبی شریح العدوی رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔

تفسیر
سُوْرَۃُ قُرَیْش

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③

قریش کے مانوس ہونے کی وجہ سے ① (یعنی) ان کے سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونے کی وجہ سے ② لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ اس گھر (کعبہ)

1 ع 4 31 الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

کے مالک کی عبادت کریں ③ جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور انھیں خوف سے امن دیا ④

تفسیر آیات: 1-4

کیا یہ سورت پہلی سے الگ ہے؟ مصحف امام ① کی ترتیب کے مطابق یہ سورۂ مبارکہ پہلی سورت سے الگ ہے کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علامت فصل کے طور پر دونوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی تھی، اگرچہ اس کا تعلق پہلی سورت ہی سے ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اس کی صراحت کی ہے کیونکہ ان دونوں حضرات کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھیوں والوں کو ہلاک کیا تاکہ قریش کو مانوس کریں اور وہ مل جل کر اپنے شہر میں امن، چین اور سکون سے رہیں۔ ②

قریش کی انسیت کن ملکوں سے تھی؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ان کے وہ سفر ہیں جن سے وہ مانوس تھے، یعنی موسم سرما میں یمن کی طرف اور موسم گرما میں شام کی طرف تجارت وغیرہ کی غرض سے جو وہ سفر کیا کرتے تھے اور پھر اپنے ان سفروں سے وہ اپنے شہر میں پرامن اور بلاخوف وخطر لوٹ آیا کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حرم کے باشندے ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے، جو بھی انھیں پہچان لیتا، وہ ان سے احترام سے پیش آتا بلکہ جو لوگ ان کے ساتھ شریکِ سفر ہو جاتے انھیں بھی سفر میں امن نصیب ہو جاتا تھا۔ موسم سرما اور گرما کے دوروں اور سفروں میں ان کا یہ حال تھا اور اپنے شہر میں مقیم ہونے کی صورت میں ان کی حالت یہ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ (العنکبوت 29:67) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (مکہ) کو پرامن بنایا ہے جبکہ لوگ ان

① مصحف امام سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وہ مصحف ہے جس پر انھوں نے تمام لوگوں کو جمع کیا تھا۔ ② دیکھیے سابقہ سورت میں عنوان ''اصحاب فیل کا واقعہ مختصراً'' کے ذیل میں۔

کے اردگرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ ﴾ ''قریش کے مانوس ہونے کی وجہ سے۔'' ﴿ اٖلٰفِهِمْ ﴾ پہلے إیلٰف سے بدل اور اس کی تفسیر ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ ﴾ ''ان کے سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونے کی وجہ سے۔''

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لام، لام تعجب ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگو! قریش کے مانوس ہونے اور اس سلسلے میں میری ان پر ہونے والی نعمت پر تعجب کرو، انھوں نے مزید فرمایا کہ یہ اس لیے بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ دونوں جدا جدا اور مستقل سورتیں ہیں۔ [1] پھر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان نعمت کے شکر ادا کرنے کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ ﴾ ''لہٰذا انھیں چاہیے کہ اس گھر (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں۔'' یعنی صرف اور صرف اس کی عبادت کریں کیونکہ اسی نے حرم کو پر امن اور اس گھر کو محترم بنایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (النمل 91:27) ''(آپ کہہ دیجیے:) مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت بخشی اور ہر چیز اسی کے لیے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ﴾ ''جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا۔'' یعنی اس گھر کا مالک وہ ہے جو انھیں بھوک میں کھانا کھلاتا ہے، ﴿ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ﴾ ''اور انھیں خوف سے امن دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں امن و آسائش سے سرفراز فرمایا، لہٰذا انھیں بھی یہ چاہیے کہ صرف اور صرف اسی وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی بھی صنم، شریک اور بت کی عبادت نہ کریں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت بجالاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں امن سے نوازتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں امن سے محروم کر دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 113,112:16) ''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے جو امن و اطمینان سے (آباد) تھی، اس کا رزق اسے ہر جگہ سے وافر (میسر) آتا تھا، پھر اس (کے باشندوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اور البتہ یقیناً ان کے پاس انھی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا تو انھیں عذاب نے آ پکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔''

سورۂ قریش کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسیر الطبری: 395/30.

تفسیر سُورۂ ماعُون

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

(اے نبی!) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟① تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے② اور مسکین کو کھانا کھلانے کا

الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ⑥

شوق نہیں دلاتا③ چنانچہ تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے④ جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں⑤ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں⑥ اور (لوگوں کو)

ع 1/7/32 وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦

استعمال کی معمولی چیزیں بھی دینے سے انکار کرتے ہیں⑦

تفسیر آیات: 1-7

منکرینِ قیامت کے اوصاف: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ دِین سے مراد یہاں آخرت، جزا اور ثواب ہے۔ ﴿ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② ﴾ ''تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔'' یعنی یتیم پر سختی کرتا ہے، اس کی حق تلفی کرتا ہے، نہ اسے کھانا کھلاتا ہے اور نہ اس سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ ﴾ ''اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ ﴾ (الفجر 89:17,18) ''ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔'' مسکین سے مراد وہ فقیر ہے جس کے پاس اپنی ضرورت و کفایت کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ ﴾ ''چنانچہ ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد منافق ہیں جو اعلانیہ طور پر تو نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن علیحدگی میں نہیں پڑھتے۔[1] اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ ﴾ ''نمازیوں کے لیے'' جو اہلِ نماز میں سے ہیں، پہلے پابندی کرتے بھی رہے مگر اب اس سے غافل رہتے ہیں یا تو اسے بالکل ہی ادا نہیں کرتے جیسا کہ

① تفسیر الطبری: 403/30.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، [1] یا اس وقت ادا نہیں کرتے جسے اللہ نے شرعاً نماز کے لیے مقرر فرمایا ہے، لہٰذا اسے بالکل بے وقت ادا کرتے ہیں جیسا کہ مسروق اور ابوالضحیٰ نے فرمایا ہے۔ [2]

عطاء بن دینار فرماتے ہیں کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ﴿عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝﴾ ''اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں۔'' فرمایا ہے اور یہ نہیں فرمایا: [فِي صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ] ''اپنی نماز میں غفلت کرتے ہیں۔'' [3] جہاں تک اس کے اول وقت کا تعلق ہے تو وہ ہمیشہ یا اکثر و بیشتر اسے آخر وقت میں ادا کرتے ہیں یا یہ کہ اسے اس طرح ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتے جس طرح اسے ادا کرنے کا حکم ہے یا یہ کہ خشوع و خضوع اور اس کے معنی پر تدبر کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے۔ آیت کریمہ کے الفاظ ان تمام معانی پر مشتمل ہیں، جس میں ان میں سے کوئی خرابی ہوگی، وہ اسی قدر اس آیت کا مصداق ہوگا اور جس میں یہ ساری خرابیاں موجود ہوں گی تو وہ اس آیت کا پورا پورا مصداق اور مکمل طور پر عملی منافق ہوگا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ]، [يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ (فَنَقَرَ) أَرْبَعًا، لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا] ''یہ تو منافق کی نماز ہے، یہ تو منافق کی نماز ہے، یہ تو منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج (کے غروب ہونے) کا انتظار کرتا رہتا ہے حتی کہ سورج جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے (اور) اس میں اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم ذکر کرتا ہے۔'' [4]

آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اس شخص نے نماز عصر کو جو کہ نماز وسطیٰ ہے جیسا کہ نص سے ثابت ہے، [5] آخر وقت تک موخر کر دیا جو مکروہ وقت ہے اور پھر اس نے کوے کی طرح ٹھونگیں ماریں اور نماز کو اطمینان اور خشوع و خضوع سے ادا نہیں کیا، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم ذکر کرتا ہے، اور شاید نماز ادا بھی وہ محض لوگوں کے دکھاوے کے لیے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول اس کا مقصد نہیں تو وہ ایسے ہے گویا اس نے بالکل نماز ادا ہی نہیں کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (النساء 4:142) ''بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ

---

① تفسیر الطبری: 402/30 . ② تفسیر الطبری: 402/30 . ③ تفسیر القرطبی: 212/20 و تفسیر الطبری: 404/30.

④ پہلا حصہ الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب النهي عن الصلاة بعد الصبح......: 75/1، حديث: 523، و سنن أبي داود، الصلاة، باب وقت العصر، حديث: 413 میں ہے، البتہ وہاں تینوں مرتبہ [الْمُنَافِقِ] کے بجائے [الْمُنَافِقِينَ] ہے اور دوسرا حصہ صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالعصر، حديث: 622 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے، البتہ قوسین والا لفظ موطأ امام مالک اور سنن ابی داود کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے، نیز یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے، دیکھیے الجمع بين الصحيحين للحميدي: 497,496/2، تحت الحديث : 1860. ⑤ دیکھیے البقرة، آیت: 238 کے ذیل میں۔

اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ ﴾ ''وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔''

امام احمد نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ابوعبیدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ریاکاری کے موضوع پر بات شروع ہوگئی تو ایک شخص جس کی کنیت ابویزید تھی، نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ سَامِعَ خَلْقِهٖ وَحَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ] ''جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لیے کیا تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سننے والے (چھوٹے بڑے) سب لوگوں کو اس کے عمل سے آگاہ کر دیتا اور (لوگوں کی نظروں میں) اسے حقیر اور ذلیل کر دیتا ہے۔''① ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ ﴾ ''وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔'' سے متعلق یہ بات بھی ہے کہ جس شخص نے کوئی عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو مطلع فرما دیا اور اسے اس سے خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں ہوگی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ ''اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ نہ تو اپنے رب کی عبادت ہی اچھے طریقے سے بجالاتے ہیں اور نہ اس کی مخلوق ہی سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں حتی کہ ان چیزوں کو عاریتاً بھی نہیں دیتے جن سے نفع حاصل کر لیا جاتا اور کام کے سلسلے میں مدد لی جاتی ہے مگر وہ اصل حالت میں باقی رہتی ہیں اور پھر انھیں ان کے مالکان کے پاس لوٹا دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جب استعمال کی چیزیں اس طرح عاریتاً نہیں دے سکتے تو یہ زکاۃ کیا ادا کریں گے اور تقرب الٰہی کے حصول کے لیے کوئی اور مالی قربانی کیا دیں گے۔ مسعودی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد کلہاڑی، ہنڈیا اور ڈول وغیرہ جیسی چیزیں ہیں جنھیں استعمال کے لیے لوگ ایک دوسرے سے عاریتاً لے لیتے ہیں۔②

سورۂ ماعون کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① مسند أحمد: 212/2 البتہ الفاظ مسند أحمد: 224,223/2 کے مطابق ہیں۔ ② تفسير الطبري: 410/30.

تفسیر سُورۂ کوثر

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ② اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ③

(اے نبی!) یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ① تو آپ اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں ② بے شک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے ③

تفسیر آیات:1-3

سورۂ کوثر کی فضیلت: امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوگئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کیوں تبسم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [أُنۡزِلَتۡ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ] ''مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔'' اور پھر آپ نے پڑھا: ﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ② اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ③﴾ پھر آپ نے فرمایا: [أَتَدۡرُونَ مَا الۡكَوۡثَرُ؟] ''تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟'' ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: [فَإِنَّهُ نَهۡرٌ وَّعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ، عَلَيۡهِ خَيۡرٌ كَثِيرٌ، وَّهُوَ حَوۡضٌ تَرِدُ عَلَيۡهِ أُمَّتِي يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ، فَيُخۡتَلَجُ الۡعَبۡدُ مِنۡهُمۡ، فَأَقُولُ: رَبِّ! إِنَّهُ مِنۡ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: مَاتَدۡرِي مَا أَحۡدَثُوا بَعۡدَكَ] ''یہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس میں خیر کثیر ہے، درحقیقت یہ ایک حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے دن آئے گی، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی، حوض پر آنے والوں میں سے ایک ایک بندے کو پکڑ کر دور ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ میرے رب! وہ بھی میری امت میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعت ایجاد کی تھی۔''① امام احمد نے اسے جس سند کے ساتھ روایت کیا وہ ثلاثی ہے، یعنی اس میں امام احمد رحمہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان یہ تین واسطے ہیں: (1) محمد بن فضیل (2) مختار بن فلفل (3) انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔②

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [دَخَلۡتُ الۡجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِنَهۡرٍ حَافَتَاهُ

---

① صحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال: البسملة آية من أول كل سورة......، حديث: 400 وسنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يرالجهر ببسم الله الرحمٰن الرحيم، حديث: 784 وسنن النسائي، الافتتاح، باب قراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم، حديث: 905. ② مسند أحمد: 102/3.

خِیَامُ اللُّؤْلُؤِ، فَضَرَبْتُ بِیَدِی إِلٰی مَا یَجْرِی فِیهِ الْمَاءُ، فَإِذَا مِسْكٌ أَذْفَرُ، قُلْتُ: مَاهٰذَا یَا جِبْرِیلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِی أَعْطَاكَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ] ”میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک نہر دیکھی جس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے بنے ہوئے تھے، میں نے وہاں ہاتھ مارا جہاں پانی چل رہا تھا تو اس سے کستوری کی نہایت تیز خوشبو آرہی تھی، میں نے پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔“① اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور امام مسلم نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کو جب آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ نے فرمایا:[أَتَیْتُ عَلٰی نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ، فَقُلْتُ: مَاهٰذَا یَاجِبْرِیلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ] ”میں ایک نہر کے پاس گیا جس کے کناروں پر جوف دار موتیوں کے قبے بنے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے۔“ یہ الفاظ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ہیں۔②

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:[هُوَ نَهَرٌ (فِی الْجَنَّةِ) أَعْطَانِیهِ (رَبِّی، ......لَهُوَأَشَدُّ بَیَاضًا) مِّنَ اللَّبَنِ وَأَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ، فِیهِ طُیُورٌ أَعْنَاقُهَا كَأَعْنَاقِ الْجُزُرِ] ”وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے......، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں اونٹوں کی طرح ہوں گی۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پرندے بہت خوش وخرم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا:[(آكِلُهَا) أَنْعَمُ مِنْهَا (یَاعُمَرُ!)] ”عمر! ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش وخرم ہوں گے۔“③

امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کوثر کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر کی خدمت میں عرض کی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو انھوں نے فرمایا کہ جنت کی یہ نہر بھی اسی خیر کا ایک حصہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرما رکھا ہے۔④ سعید بن جبیر ہی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

① مسند أحمد :103/3. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب : (1)، حدیث : 4964 جبکہ یہ صحیح مسلم میں نہیں ہے، البتہ اسے امام مزی رحمہ اللہ نے تحفة الأشراف :584/1، حدیث :1299 میں امام مسلم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا اور کہا ہے کہ مسلم کی اس حدیث کو ابو مسعود نے ذکر نہیں کیا اور میں نے اسے کتاب خَلَف میں پایا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت الظراف علی الأطراف فی ذیل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف :337/1، تحت الحدیث : 1299 میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام حمیدی نے (الجمع بین الصحیحین :622/2، حدیث : 2054 میں) أَفْرَادُ الْبُخَارِی (وہ حدیثیں جنھیں صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے، امام مسلم نے نہیں) میں ذکر کیا ہے۔ ③ مسند أحمد :236/3 البتہ پہلی قوسین والے الفاظ الحوض والکوثر لبقی بن مخلد القرطبی، ماروی أنس بن مالك فی الکوثر :97/1، حدیث : 33(C.D)، دوسری قوسین والے الفاظ السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الکوثر :523/6 ، حدیث :11703، تیسری قوسین والے الفاظ مسند أحمد :236/3 اور چوتھی قوسین والے الفاظ مسند أحمد :221,220/3 کے مطابق ہیں، تاہم السنن الکبرٰی کے مذکورہ حوالے میں [لَهُوَ] کے بجائے [هُوَ] ہے۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب : (1)، حدیث :4966 .

سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں۔ ① یہ تفسیر عام ہے جو نہر کو بھی مشتمل ہے اور دوسری چیزوں کو بھی کیونکہ کوثر کثرت سے ہے اور وہ خیر کثیر ہے اور اسی خیر کا ایک حصہ یہ نہر بھی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ، حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَّالْمَاءُ يَجْرِي عَلَى اللُّؤْلُؤِ، وَمَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ] ''کوثر جنت کی ایک ایسی نہر ہے جس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں، اس میں پانی موتیوں پر چلتا ہے جو کہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔'' ② اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ②﴾ ''تو آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' یعنی جیسے ہم نے آپ کو دنیا و آخرت میں خیر کثیر سے نوازا ہے جس کا ایک حصہ مذکورہ بالا صفات کی حامل نہر بھی ہے، تو آپ بھی اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے لیے فرض اور نفل نماز ادا کیا کریں، قربانی کیا کریں، اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کریں اور اس وحدہ لاشریک کے نام پر قربانی کیا کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (الأنعام 163,162:6) ''کہہ دیجیے: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد، عکرمہ اور حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اونٹ وغیرہ کی قربانی کرنا ہے۔ ④ قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، ربیع، عطاء خراسانی، حکم، اسماعیل بن ابو خالد اور دیگر ائمۂ سلف کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ یہ حکم ان مشرکین کی روش کے خلاف ہے جو غیر اللہ کے لیے سجدہ کرتے اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ ......﴾ الآية (الأنعام 121:6) ''اور تم اس (جانور) میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو اور بلاشبہ یہ (کھانا) یقیناً سراسر نافرمانی ہے......۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ③﴾ ''بے شک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔'' یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ سے بغض رکھتا ہے اور اس ہدایت، حق، روشن دلیل اور نور مبین سے بغض رکھتا ہے جسے آپ لائے ہیں تو وہی بے اولاد، کم حیثیت، ذلیل و نامراد اور بے نام ونشان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر

---

① تفسير الطبرى: 417/30. ② مسند أحمد: 67/2. ③ جامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة الكوثر، حديث: 3361 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، حديث: 4334 وتفسير ابن أبى حاتم: 3470/10 و تفسير الطبرى: 421,420/30. ④ تفسير الطبرى: 424,423/30 وتفسير ابن أبى حاتم: 3470/10. ⑤ تفسير الطبرى: 424,423/30.

www.KitaboSunnat

اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [1] محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو عاص بن وائل کہتا کہ انھیں چھوڑو، وہ ایک بے اولاد شخص ہے، جب فوت ہوگا تو اس کا ذکر خود بخود ختم ہو جائے گا، چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی۔ [2]

شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ عقبہ بن ابو معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ یہ سورت کعب بن اشرف اور کفار قریش کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [4] امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا کہ تم ان کے سردار ہو، بھلا بتاؤ کہ یہ کمزور، بے والی و وارث اور اپنی قوم سے کٹا ہوا شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے، حالانکہ ہم حاجیوں کو پانی پلانے، ان کی خدمت اور کعبہ کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔ اس نے جواب دیا: (ہاں تم ٹھیک کہتے ہو) تم ہی اس سے بہتر ہو تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ امام بزار نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ [5] اور اس کی سند صحیح ہے۔ عطاء سے روایت ہے کہ یہ آیت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ گرامی انتقال فرما گئے تو ابولہب مشرکین کے پاس گیا اور کہنے لگا: آج رات محمد (ﷺ) بے اولاد ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ ”بے شک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔“ [6]

سدی کا قول ہے کہ جب کسی شخص کے بیٹے فوت ہو جاتے تو اس کے لیے قریش بُتِرَ کہتے، جب رسول اللہ ﷺ کے تمام صاحبزادگان گرامی کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے کہنا شروع کر دیا: بُتِرَ مُحَمَّدٌ ”محمد (ﷺ) بے اولاد ہو گئے۔“ [7] چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ کفار قریش کا از راہ جہالت یہ تصور تھا کہ جب آپ کے صاحبزادوں کا انتقال ہو گیا ہے تو آپ کا نام و نشان بھی مٹ جائے گا مگر حاشا و کلا، ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو تو چار دانگ عالم میں زندہ رکھا ہے، تمام بندگانِ الٰہی کی گردنوں پر آپ کی لائی ہوئی شریعت کو واجب قرار دے دیا ہے اور آپ کے ذکر خیر کو محشر و معاد بلکہ ابد الآباد تک باقی رکھا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ التَّنَادِ.

سورۂ کوثر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسير الطبري: 427,426/30. [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، ماعوض النبي ﷺ من أبنائه: 289/1 و السيرة النبوية لابن هشام، نزول سورة الكوثر: 393/2. [3] تفسير الطبري: 427/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3471/10. [4] تفسير الطبري: 428,427/30. [5] كشف الأستار، التفسير، باب سورة الكوثر: 83/3، حديث: 2293. [6] تفسير الماوردي: 356/6 مختصرًا. [7] دیکھیے تفسير ابن أبي حاتم: 3471,3470/10.

تفسیر
سُورَۂ کٰفِرُون

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ① لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ② وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: اے کافرو!① میں ان (بتوں) کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو② اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں

مَاۤ اَعۡبُدُ ③ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ④ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ⑤

عبادت کرتا ہوں③ اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو④ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں⑤

لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ⑥ ع 1/6/34

تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین⑥

نوافل میں سورۂ کافرون کی قراءت: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں اس سورت اور سورۂ ﴿ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرمائی۔[1] صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) میں ان دونوں سورتوں کی قراءت فرمائی۔[2] امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس سے بھی کچھ زیادہ یا دس سے بھی کچھ زیادہ مرتبہ ﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ① ﴾ اور ﴿ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرمائی۔[3]

امام احمد ہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے چوبیس یا پچیس بار جائزہ لیا کہ نبی ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں ﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ① ﴾ اور ﴿ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔[4] امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں نے ایک ماہ تک جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ① ﴾ اور ﴿ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرماتے ہیں۔[5] امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اسے بیان فرمایا ہے، امام ترمذی

---

① صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث: 1218 مفصلاً. ② صحیح مسلم، صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب رکعتی سنة الفجر......، حدیث: 726 . ③ مسند أحمد: 24/2 . ④ مسند أحمد: 99/2 . ⑤ مسند أحمد: 94/2 .

نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[1] قبل ازیں یہ حدیث بھی بیان کی جا چکی ہے کہ یہ سورت ربع (چوتھائی) قرآن کے برابر ہے، نیز سورۂ زلزال بھی ربع قرآن کے برابر ہے۔[2]

تفسیر آیات:1-6

شرک سے براءت: یہ سورۂ مبارکہ اس عمل سے براءت کے اظہار پر مشتمل ہے جسے مشرک انجام دیتے ہیں، نیز اس میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① ﴾ ''(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے: اے کافرو!'' اگرچہ یہ خطاب روئے زمین کے ہر کافر سے ہے لیکن اس کے اولین مخاطب کفار قریش تھے۔ کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے از راہ جہالت رسول اللہ ﷺ کو یہ دعوت دی کہ ایک سال تک آپ ان کے بتوں کی عبادت کریں اور پھر ایک سال تک وہ آپ کے معبود حقیقی کی عبادت کریں گے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کو نازل فرمایا اور اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کے دین سے بالکل براءت کا اعلان فرما دیں کہ ﴿ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② ﴾ ''میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔'' یعنی میں اصنام و انداد کی عبادت نہیں کرتا، ﴿ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③ ﴾ ''اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی۔ ﴿ مَآ ﴾ یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ ﴾ ''اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی میں تمھاری عبادت کی طرح عبادت نہیں کر سکتا نہ اس راہ کو اختیار اور اس کی اقتدا کر سکتا ہوں کیونکہ میں تو اللہ وحدہ لاشریک کی اس طرح عبادت کرتا ہوں جیسے وہ چاہتا اور اپنے لیے پسند فرماتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③ ﴾ ''اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بارے میں اس کے احکام اور اس کی شریعت کی پابندی نہیں کرتے بلکہ تم نے عبادت کے طریقے خود اپنی طرف سے ایجاد کر رکھے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۗ ﴾ (النجم 23:53) ''وہ لوگ تو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس چیز کی جو ان کے دل چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس یقیناً ہدایت آ چکی ہے۔'' اس طرح آنحضرت ﷺ نے کفار قریش کی تمام باتوں سے اظہار براءت فرما دیا، ہر عابد کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی معبود ہو جس کی وہ عبادت کرے اور پھر اس کی عبادت کا کوئی ایسا طریقہ ہو جسے وہ اختیار کرے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اتباع کرنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح اس نے حکم دیا ہے۔ یہی

---

① جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في تخفيف ركعتي الفجر......، حديث: 417 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء فيما يقرأ في الركعتين قبل الفجر، حديث:1149 و سنن النسائي، الافتتاح، باب القراء ة في الركعتين بعد المغرب، حديث:993. ② دیکھیے تفسیر ابن کثیر مفصل، سورۂ زلزال کی ابتدا میں، نیز دیکھیے جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في إذا زلزلت، حديث: 2895 لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

وجہ ہے کہ کلمۂ اسلام لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس تک پہنچنے کا سوائے اس کے اور کوئی رستہ نہیں جسے حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے، جبکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قطعاً اس کی اجازت نہیں دی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ﴾ ”تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 41:10) ”اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجیے: میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ﴾ (القصص 55:28) ”ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں۔“ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ ﴾ ”تمھارے لیے تمھارا دین۔“ یعنی کفر، ﴿ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ﴾ ”اور میرے لیے میرا دین۔“ یعنی اسلام اور یہاں دِینِی اس لیے نہیں کہا کیونکہ سابقہ آیات نون کے ساتھ تھیں تو ان کی رعایت کی وجہ سے یہاں یاء کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ ﴿ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ ﴾ اور ﴿ يَشْفِيْنِ ۝ ﴾ (الشعرآء 78:26، 80) کی آیات سے یاء کو حذف کیا گیا ہے۔[1]

سورۂ کافرون کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾، بعد الحديث: 4966.

تفسیر سورۂ نصر

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ① وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ② فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ

(اے نبی!) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی ① اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں ② تو آپ اپنے رب

ع 1 3 35 وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ③

کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے، بلاشبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ③

سورۂ نصر کی فضیلت: قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ سورت ربع قرآن کے برابر ہے جیسا کہ سورۂ زلزال بھی ربع قرآن کے برابر ہے۔[1] امام نسائی نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: اے ابن عتبہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی؟ میں نے عرض کی: جی ہاں مجھے معلوم ہے، ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ①﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی تو انھوں نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں۔[2]

تفسیر آیات: 1-3

اشارتاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورے میں شریک فرمایا کرتے تھے تو ان میں سے بعض نے محسوس کیا اور کہا کہ آپ اسے ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں کیونکہ اس کے ہم عمر تو ہمارے بچے بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنھیں تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کسی مشورے کے لیے بلایا اور مجھے بھی ان میں شریک کیا اور میرے خیال میں اس دن انھوں نے مجھے اسی لیے بلایا تھا تاکہ انھیں یہ بات باور کرائیں کہ مجھے ان کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں، اس مجلس میں آپ نے ان سے پوچھا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ①﴾ کی تفسیر کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ بعض نے کہا کہ اس سورت میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح و نصرت حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں اور بعض خاموش رہے اور انھوں نے کچھ بھی نہ کہا، پھر آپ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ابن عباس! تمھاری بھی

① دیکھیے تفسیر ابن کثیر مفصل، سورۂ زلزال کی ابتدا میں، نیز دیکھیے جامع الترمذی، فضائل القرآن، باب ماجاء فی إذا زلزلت، حدیث:2895. لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ ② السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة النصر: 525/6، حدیث:11713.

اس سورت کے بارے میں یہی رائے ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو انھوں نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس سورۂ مبارکہ میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ بات معلوم کرائی ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے، فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① ﴾ ''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے گی۔'' تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے، ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③ ﴾ ''تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے مغفرت مانگیے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ میرے علم کے مطابق بھی یہی بات درست ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ یہ روایت صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے،① امام مسلم نے نہیں۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورت ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نُعِيَتْ إِلَيَّ نَفْسِي] ''(اس سورت میں) مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے۔'' کہ آپ اسی سال اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو جائیں گے۔ اس روایت کو بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔② امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي] ''اے اللہ! ہمارے پروردگار! تو پاک ہے اور تیری ہی حمد وثنا ہے، اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔'' اس طرح آپ قرآن مجید (میں دیے گئے حکم) پر عمل کرتے تھے۔③ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ کے سوا کتب ستہ کے دیگر مولفین نے بھی بیان کیا ہے۔④

امام احمد نے مسروق کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری عمر میں یہ کلمات بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ] ''اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد وثنا ہے، میں اللہ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' اور آپ نے فرمایا: [إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ كَانَ أَخْبَرَنِي أَنِّي سَأَرٰى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي وَأَمَرَنِي إِذَا رَأَيْتُهَا أَنْ أُسَبِّحَ بِحَمْدِهِ وَأَسْتَغْفِرَهُ، إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا، فَقَدْ رَأَيْتُهَا: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③ ﴾] ''بے شک میرے رب نے مجھے مطلع فرما دیا تھا کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھ لوں گا اور مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں تو اس کی حمد وثنا بیان کروں اور اس سے مغفرت طلب کروں، بے شک وہ معاف فرمانے والا ہے، تو میں نے اس علامت کو دیکھ لیا ہے اور وہ یہ ہے: ''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے گی اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ...... ﴾ (النصر110:3)، حدیث: 4970. ② مسند أحمد: 217/1 یہ روایت موقوفاً صحیح ہے۔ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب:(2)، حدیث: 4968. ④ صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود؟ حدیث: 484 و سنن أبی داود، الصلاة، باب الدعاء فی الرکوع والسجود، حدیث: 877 و السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة النصر: 525/6، حدیث: 11710 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات...... باب التسبیح فی الرکوع والسجود، حدیث: 889.

مانگیے، بلاشبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''① اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے②

فتح سے یہاں مراد فتح مکہ ہے اور اس سلسلے میں سب کا یہی قول ہے۔ عرب قبائل اسلام قبول کرنے کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آگئے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مکہ کی فتح سے بھی سرفراز فرما دیا تو لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہونے لگے اور ابھی دو سال کی مدت بھی نہ گزری تھی کہ سارا جزیرۃ العرب ایمان سے بھر گیا اور تمام قبائل عرب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح میں عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکہ فتح ہوا تو ہر قوم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا کیونکہ تمام قبائل عرب اسلام قبول کرنے کے لیے فتح مکہ ہی کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ انھیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو اگر آپ ان پر غالب آگئے تو آپ سچے نبی ہیں۔③ ہم نے غزوۂ فتح کے واقعات کو اپنی کتاب السیرۃ میں بیان کیا ہے، تفصیل کے طالب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔④ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. امام احمد نے ابو عمار سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ایک پڑوسی نے بیان کیا کہ میں سفر سے واپس آیا تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مجھ سے ملنے آئے اور انھوں نے مجھے سلام کیا تو میں نے ان سے لوگوں کی تفرقہ بازی اور بدعات وغیرہ کا ذکر کیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سن کر رونے لگے اور پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ النَّاسَ دَخَلُوا فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا وَّ سَيَخْرُجُونَ مِنْهُ أَفْوَاجًا] ''بے شک لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوئے اور عنقریب وہ اسی طرح فوج درفوج دین سے خارج بھی ہو جائیں گے۔''⑤

سورۂ نصر کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① مسند أحمد: 35/6 . ② صحیح مسلم، الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود؟ حدیث:(220)-484.

③ صحیح البخاری، المغازی، باب :(54)، حدیث :4302 مفصلاً. ④ السیرۃ النبویۃ لابن کثیر : 539/3-609 (C.D)

و الفصول فی سیرۃ الرسول ﷺ لابن کثیر: 100-108. ⑤ مسند أحمد: 343/3 . یہ حدیث ضعیف ہے۔

تفسیر سُورۂ لہب

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّتَبَّ ① مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ② سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ

ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہوگیا① نہ اس کے مال نے اسے کوئی فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے ② عنقریب وہ ضرور بھڑکتی

لَہَبٍ ③ وَّامۡرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ ④ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ⑤ ع 1 5 36

آگ میں داخل ہوگا③ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھائے ہوئے ہے④ اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی⑤

تفسیر آیات:1-5

سورۂ لہب کی شان نزول اور ابولہب کا رسول اللہ ﷺ سے عناد: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بطحا کی طرف تشریف لے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر مکہ کے لوگوں کو صدا دی [یَاصَبَاحَاہُ!] (اہل عرب یہ جملہ حملے کے وقت مدد کے لیے کہا کرتے تھے)، چنانچہ قریش آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا: [أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيكُمْ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟] ''دیکھو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ دشمن تم پر صبح یا شام حملہ کرنا ہی چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کروگے؟'' سب نے بیک جنبش زبان کہا: ہاں تو آپ نے فرمایا: [فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ''تو (پھر میری اس بات کو بھی سچ مانو کہ) میں تمھیں عذاب شدید (کے آنے) سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔'' یہ سن کر ابولہب نے کہا: کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ تیرے لیے ہلاکت ہو (نعوذ باللہ) تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورت نازل فرمائی۔[1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ابولہب (ہاتھ جھاڑتے ہوئے) کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّتَبَّ ①﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوگیا۔''[2] اس میں ﴿تَبَّتۡ﴾ ابولہب کے لیے بددعا ہے اور ﴿تَبَّ ①﴾ میں اس کی ہلاکت کی خبر دی

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَتَبَّ ① مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ②﴾، حديث: 4972 و صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ (الشعرآء 26:214)، حديث: 208. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَتَبَّ ① مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ②﴾، حديث: 4972 و صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ (الشعرآء 26:214)، حديث: 208 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. البتہ قوسین والے الفاظ نہیں مل سکے۔

جارہی ہے۔ یہ ابولہب رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا، اس کا نام عبدالعزی بن عبدالمطلب اور کنیت ابوعتیبہ تھی۔ چہرے کی چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب کہا جاتا تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کو بہت ایذا پہنچاتا، آپ سے بے حد بغض رکھتا اور آپ کی اور آپ کے دین کی تنقیص میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا تھا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوزناد سے روایت کیا ہے کہ مجھے خاندانِ دیل کے ایک شخص نے بتایا جس کا نام ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ تھا اور اس کا تعلق زمانۂ جاہلیت سے تھا مگر وہ مشرف بہ اسلام ہوگیا تھا کہ میں نے نبی ﷺ کو زمانۂ جاہلیت میں ذوالمجاز بازار میں دیکھا، آپ فرمارہے تھے: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوا! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا] ''لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو تم فلاح پا جاؤ گے۔'' لوگ آپ کی بات سننے کے لیے جمع ہو جاتے مگر آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا جس کا چہرہ روشن، آنکھیں بھینگی اور سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں، وہ آپ کے بارے میں کہتا: لوگو! اس کی بات نہ سننا، یہ بے دین اور کذاب ہے، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہوتا، میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔ [1] اسی روایت کو امام احمد نے سریج سے، انھوں نے ابن ابوالزناد سے اور انھوں نے اپنے باپ ابوالزناد سے بھی روایت کیا ہے کہ میں نے ربیعہ سے پوچھا کہ ان دنوں تم بچے ہوگے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت باشعور تھا اور مشکیزہ اٹھالیا کرتا تھا۔ اسے صرف امام احمد نے روایت کیا ہے۔ [2]

فرمان الٰہی: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ②﴾ ''نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ (وہ) جو اس نے کمایا'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ کرام فرماتے ہیں کہ یہاں کمائی سے اولاد مراد ہے۔ [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، مجاہد، عطاء، حسن اور ابن سیرین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی تو ابولہب نے کہا کہ اگر میرا بھتیجا جو کچھ کہتا ہے وہ سچ ہے تو روز قیامت میں اپنے مال اور اولاد کو بطور فدیہ دے کر دردناک عذاب سے بچ جاؤں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ②﴾ ''نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور (نہ) وہ جو اس نے کمایا۔'' [5] ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③﴾ ''عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔'' یعنی ایسی آگ میں جو بھڑکتی ہوگی، اس کے شرارے بہت ہوں گے اور وہ نہایت شدید جلانے والی ہوگی۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل کا انجام: ﴿وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④﴾ ''اور اس کی بیوی (بھی) جو ایندھن اٹھائے ہوئے ہے۔'' اس کی بیوی قریشی عورتوں کی سردار تھی، اس کی کنیت ام جمیل اور نام اروی بنت حرب بن امیہ تھا اور یہ ابوسفیان کی بہن تھی، یہ کفر وعناد اور انکار اسلام میں اپنے شوہر کی مددگار تھی، لہٰذا روز قیامت آتشِ جہنم کے عذاب میں بھی اس کی مددگار ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤﴾ ''جو ایندھن اٹھائے ہوئے ہے، اس

---

① مسند أحمد: 342,341/4 . ② مسند أحمد: 342,341/4 . ③ تفسير الطبري: 440/30 . ④ تفسير الطبري: 441,440/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3473/10 و الدر المنثور: 702/6. ⑤ تفسير البغوي: 327/5 .

کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔'' یعنی یہ لکڑیاں ڈھوئے گی اور اسے اپنے شوہر کے اوپر ڈال دے گی تاکہ اس کے عذاب میں اور بھی اضافہ ہو، یعنی یہ اس کے عذاب میں اضافے کے لیے تیاری کر رہی ہے۔ ﴿ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ﴾ ''اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔''

مجاہد اور عروہ فرماتے ہیں کہ اس سے جہنم کی چھال کی بٹی ہوئی رسی مراد ہے۔[1] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عطیہ جدلی، ضحاک اور ابن زید نے روایت کیا ہے کہ یہ عورت رسول اللہ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی۔[2] جوہری کہتے ہیں کہ ﴿ مَّسَدٍ ۝۵ ﴾ کھجور کی رسی کو کہتے ہیں، خواہ وہ کھجور کی چھال سے بنی ہو یا پتوں سے، نیز اونٹ کی کھال یا بال سے بنی ہوئی رسی کو بھی مسد کہا جاتا ہے اور مَسَدْتُ الْحَبْلَ، أَمْسُدُهٗ مَسْدًا اس وقت کہتے ہیں جب آپ رسی کو اچھی طرح بٹ دیں۔[3] حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ﴾ سے مراد لوہے کا طوق ہے۔[4] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عرب چرخے کو بھی مسد کہتے ہیں؟

ابولہب کی بیوی کا رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کا ایک قصہ: امام ابن ابوحاتم نے اپنے والد ابوحاتم اور ابوزرعہ سے انھوں نے عبداللہ بن زبیر حمیدی از سفیان از ولید بن کثیر از ابن تدرس انھوں نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ﴾ نازل ہوئی تو یہ بھینگی ام جمیل بنت حرب بڑبڑاتی اور ہاتھ میں پتھر پکڑے ہوئے آئی اور کہنے لگی: مُذَمَّمًا أَبَيْنَا وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا وَأَمْرَهٗ عَصَيْنَا ''مذمم کا ہم انکار کریں گے، ان کے دین سے ناراض ہوں گے اور ان کے حکم کی نافرمانی کریں گے۔'' رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ عورت آرہی ہے اور مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آپ کو دیکھ لے گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهَا لَنْ تَرَانِي] ''نہیں، یہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گی۔'' اور پھر آپ نے تحفظ کے لیے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:45) ''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ایک مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں۔'' یہ عورت آئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکی، کہنے لگی: ابوبکر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے ساتھی نے میری ہجو کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں اس گھر کے رب کی قسم! انھوں نے تمھاری ہجو نہیں کی تو یہ عورت یہ کہتے ہوئے واپس پلٹ گئی کہ قریش کو یہ معلوم ہے کہ میں اس کے سردار کی بیٹی ہوں۔[5] ولید یا کسی دوسرے راوی نے اپنی حدیث میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ام جمیل کا اپنی چادر میں پاؤں پھسل گیا تو کہنے لگی: مذمم کا برا ہو تو ام حکیم بنت عبدالمطلب نے کہا

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3473/10. [2] تفسیر الطبري: 442,441/30. [3] الصحاح: 470,469/2، مادة: مسد.

[4] تفسیر الطبري: 444/30. [5] تفسیر ابن أبي حاتم: 3473,3472/10.

کہ میں تو پاک دامن ہوں، میں کوئی بات نہیں کروں گی، میں ذکی وذہین عورت ہوں، میں کچھ نہیں جانتی، ہم دونوں چچازاد بہنیں ہیں اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس کے بارے میں قریش ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ①

سورۂ لہب کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

② مسند الحمیدی:155-153/1، حدیث:323 .

تفسیر سُورۂ اِخلاص

یہ سورت مکی ہے

سورۂ اخلاص کی شان نزول اور فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے محمد (ﷺ!) اپنے رب کا ہمارے سامنے حسب نسب بیان کرو تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمادی: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ ۔[1] امام ترمذی اور ابن جریر نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اوران کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ﴿ الصَّمَدُ ۝ ﴾ اسے کہتے ہیں جس نے نہ جنم دیا ہو اور نہ اسے کسی نے جنم دیا ہو کیونکہ جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک نہ ایک دن مرتا بھی ہے اور جو مرتا ہے اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم بھی ہوتا ہے جبکہ اللہ عزوجل کی ذات گرامی موت اور اپنی وراثت کی تقسیم سے پاک ہے، ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ ''اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔'' یعنی کوئی اس کے مشابہ اور برابر نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے مثل ہی ہے۔[2] اسے امام ابن ابو حاتم نے بھی روایت کیا ہے،[3] امام ترمذی نے اس روایت کو مرسلاً بھی ذکر کیا اور فرمایا ہے کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔[4]

سورۂ اخلاص کی فضیلت میں ایک اور حدیث: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن، جنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی، کے واسطے سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کو جب نماز پڑھاتے تو قراءت کے اختتام پر ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ﴾ ضرور پڑھتے، جب یہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟] ''ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟'' انھوں نے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اس سورۂ مبارکہ میں رحمٰن کی صفت بیان کی گئی ہے، اس لیے مجھے اس سورت کے پڑھنے سے بہت محبت ہے، یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: [أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللّٰهَ (تَعَالٰى) يُحِبُّهُ] ''اسے بتا دو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت ہے۔'' امام بخاری نے اس حدیث کو

---

[1] مسند أحمد: 134,133/5. [2] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الإخلاص، حدیث: 3364 وتفسیر الطبری: 450/30. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3474/10. [4] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الإخلاص، حدیث: 3365.

کتاب التوحید میں بیان فرمایا ہے۔[1] نیز اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

فضیلت سورۂ اخلاص میں ایک اور حدیث: حضرت امام بخاری ؒ نے کتاب الصلاۃ میں حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری مسجد قباء میں نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے تو وہ نماز میں جس سورت کی بھی قراءت کرنا چاہتے تو اس سے پہلے ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ﴾ ضرور پڑھتے حتی کہ اس سورت کی قراءت سے فارغ ہوکر پھر کوئی دوسری سورت پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتے تھے، ان کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کر لیتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کافی نہیں جس کی وجہ سے آپ کوئی دوسری سورت بھی پڑھتے ہیں، لہٰذا یا تو اسی سورت پر اکتفا کیجیے یا پھر اسے چھوڑ دیجیے اور اس کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کریں، انھوں نے جواب دیا کہ میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں نماز پڑھاتا رہوں تو میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند نہیں کرتے تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دیتا ہوں، لوگ انھیں اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا انھوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ ان کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے، جب نبیٔ اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: [يَافُلَانُ! مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُومِ هٰذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟] ’’اے فلاں! تمھارے ساتھی جو کچھ کہتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے اور ہر رکعت میں باقاعدگی کے ساتھ اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟‘‘ انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک مجھے اس سورت سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا: [حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ] ’’اس سورت کی محبت تمھیں جنت میں لے جائے گی۔‘‘ امام بخاری ؒ نے اس روایت کو اسی طرح تعلیقاً مگر صیغۂ جزم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔[3]

سورۂ اخلاص ثلث قرآن کے برابر ہے: امام بخاری ؒ نے ابوسعید ؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو سنا کہ وہ سورۂ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ﴾ پڑھ رہا ہے اور اسے بار بار پڑھ رہا ہے، جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اس بات کا ذکر کیا، اس نے گویا محض اس سورت کی تلاوت کو کم جانا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ] ’’اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ سورت

---

[1] صحيح البخاري، التوحيد، باب ماجاء في دعاء النبي ﷺ أمته......، حديث : 7375. [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ﴾، حديث : 813 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الفضل في قراءة ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ ﴾ 177/6، حديث: 10539. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة......، حديث : 774. امام ابن کثیر ؒ نے کتاب الصلاۃ کا ذکر کیا ہے جبکہ یہ حدیث کتاب الأذان میں ہے، نیز اس میں [يَحْمِلُكَ] کا لفظ ہے جبکہ تفسیر ابن کثیر میں [حَمَلَكَ] ہے۔

قرآن مجید کے ثلث کے برابر ہے۔''① اسے امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

ایک اور حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: [أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ؟] ''کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ایک رات میں قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ پڑھے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کام بہت دشوار محسوس ہوا اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسے اس بات کی طاقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: [اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ، ثُلُثُ الْقُرْآنِ] ''الله الواحد الصمد (والی سورت) ثلث قرآن ہے۔'' اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان فرمایا ہے۔③

سورۂ اخلاص کی قراءت موجب جنت ہے: امام مالک بن انس نے عبید بن حنین سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ آ رہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ①﴾ پڑھتے ہوئے سنا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَجَبَتْ] ''واجب ہوگئی ہے۔'' میں نے عرض کی: کیا واجب ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَلْجَنَّةُ] ''جنت۔''④ اسے امام ترمذی اور نسائی نے بھی امام مالک ہی کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ہم اسے صرف امام مالک ہی کی سند کے ساتھ جانتے ہیں۔⑤ اور یہ حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے: [حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ] ''اس سورت کی محبت تمھیں جنت میں لے جائے گی۔''⑥

سورۂ اخلاص کی بار بار قراءت: عبداللہ بن امام احمد رحمہما اللہ نے معاذ بن عبداللہ بن خبیب سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہمیں بہت پیاس لگی اور رات بھی بہت تاریک تھی، ہم نے انتظار کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھائیں، آپ تشریف لائے تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: [قُلْ] ''کہو۔'' میں خاموش رہا، آپ نے پھر فرمایا: [قُلْ] ''کہو۔'' میں نے عرض کی: کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: [﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ①﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثًا تَكْفِيكَ كُلَّ يَوْمٍ مَّرَّتَيْنِ] ''ہر روز صبح و شام کے دو اوقات میں تین تین بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ①﴾ اور معوذتین پڑھ لیا کرو تو یہ تمھیں کفایت کریں گی۔''⑦ اسے امام ابوداود، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح

---

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، حديث:5013. ② سنن أبي داود، الوتر، باب في سورة الصمد، حديث:1461 والسنن الكبرٰى للنسائي، فضائل القرآن، باب سورة الإخلاص:17,16/5، حديث:8029.
③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، حديث:5015. ④ الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ماجاء في قراءة ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾......:71/1، حديث: 495. ⑤ جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في سورة الإخلاص......، حديث: 2897 والسنن الكبرٰى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الفضل في قراءة ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ 177/6، حديث:10538. ⑥ صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة......، حديث: 774 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ. ⑦ مسند أحمد: 312/5، البتہ تفسیر ابن کثیر میں [تَكْفِيكَ] کے بجائے [تَكْفِكَ] ہے۔ ملحوظہ: حدیث میں موجود [مَرَّتَيْنِ] کو بعض محققین نے زائد قرار دیا ہے۔ (الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):335/37)

غریب قرار دیا ہے،① امام نسائی نے اسے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں الفاظ یہ ہیں: [تَكْفِكَ كُلَّ شَيْءٍ] ''ان سورتوں کا پڑھنا تجھے ہر چیز سے کفایت کرے گا۔''②

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دعا کا ذکر: امام نسائی نے اس سورۂ مبارکہ کی تفسیر میں عبداللہ بن بریدہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہا ہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ] ''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے اور تو ہی ایک ہے، بے نیاز ہے جو نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی تیرا ہمسر ہی ہے۔'' آپ نے یہ سن کر فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ] ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے کہ جس کے واسطے سے جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرما دیتا ہے اور اگر دعا کی جائے تو وہ شرف قبولیت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔''③ اسے دیگر اصحاب سنن نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔④

آخری تین سورتوں کے ساتھ دم کرنا: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب ہر رات اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① ﴾، ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ ﴾ پڑھ کر پھونک مارتے اور جہاں تک ہاتھ پہنچتے اپنے جسم مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے آغاز فرماتے اور تین بار اس طرح کرتے۔⑤ اصحاب سنن نے بھی اسے اسی

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول إذا أصبح، حديث:5082 وجامع الترمذي، الدعوات، باب الدعاء عند النوم، حديث:3575 وسنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء في سورتي المعوذتين، حديث:5430. ② یہ الفاظ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں نہیں ہیں، نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر مفصل میں نسائی کی جس سند کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں، دیکھیے سنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء في سورتي المعوذتين، حديث:5433,5432. ③ یہ روایت سنن النسائي کے مطبوعہ نسخوں کی کتاب التفسیر میں ہمیں نہیں ملی جبکہ تحفة الأشراف:109/2، حديث:1998 میں سنن النسائي کی کتاب التفسیر کے حوالے سے مذکور ہے، البتہ اختصار کے ساتھ السنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب الله الواحد الأحد الصمد......:395,394/4، حديث:7666 میں موجود ہے، نیز اس حدیث کے مندرجہ بالا الفاظ شعب الإيمان للبيهقي، باب في تعظيم القرآن، فصل في رفع الصوت بالقرآن......:526,525/2، حديث:2604 کے مطابق ہیں، تاہم تفسیر ابن کثیر میں [سَأَلَ اللّٰهَ] کے بجائے [سَأَلَهُ] ہے۔ ④ سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث:1493 وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء في جامع الدعوات عن رسول الله ﷺ، حديث:3475 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب اسم الله الأعظم، حديث:3857. ⑤ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، حديث:5017.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ① اَللّٰہُ الصَّمَدُ ② لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ③ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے ① اللہ بے نیاز ہے ② اس نے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (خود) جنا گیا ③ اور کوئی ایک ہی اس

کُفُوًا اَحَدٌ ④ ع 1/4/37

کا ہمسر نہیں ④

طرح روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 1-4

اس سورۂ مبارکہ کی شان نزول قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ ② عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے ہیں، عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے ہیں، مجوسیوں نے کہا کہ ہم شمس وقمر کی عبادت کرتے ہیں اور مشرکوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ﴿قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ①﴾ ''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے'' کو نازل فرما دیا۔ ③ یعنی وہ واحد احد ہے کہ اس کا کوئی نظیر، کوئی وزیر، کوئی شریک، کوئی شبیہ اور کوئی برابری کرنے والا نہیں ہے، اثبات کے لیے یہ لفظ اللہ عزوجل کی ذات گرامی کے سوا اور کسی کے لیے استعمال ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اپنی تمام صفات اور افعال میں صرف وہی کامل ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿اَللّٰہُ الصَّمَدُ ②﴾ ''اللہ بے نیاز ہے۔'' عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ②﴾ وہ ہے جس کی طرف تمام مخلوقات اپنی حاجتوں اور اپنے مسائل کے لیے رجوع کریں۔ ④ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ②﴾ کے معنی اس سردار کے ہیں جو اپنی سیادت میں کامل ہو، وہ شریف ہو اور اپنے عز و شرف میں کامل ہو، وہ عظیم ہو اور اپنی عظمت میں کامل ہو، وہ حلیم ہو اور اپنے حلم میں کامل ہو، وہ علیم ہو اور اپنے علم میں کامل ہو، وہ حکیم ہو اور اپنی حکمت میں کامل ہو، الغرض وہ جو شرف و سیادت کی تمام انواع و اقسام میں کامل ہو اور ان اوصاف کی حامل اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے، یہ کسی اور کی صفات نہیں ہو سکتیں کیونکہ کوئی اس کی ہمسری کرنے والا اور اس کے مثل نہیں ہے۔ ⑤ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَھَّارِ. امام اعمش نے شقیق اور ابووائل سے روایت کیا ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ②﴾ اس سردار کو کہتے ہیں جس پر سیادت کی انتہا ہو۔ ⑥

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول عند النوم، حديث:5056 وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء فيمن يقرأ من القرآن عند المنام، حديث:3402 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب وما يقول من يفزع في منامه:197/6، حديث:10624 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب مايدعو به إذا أوى إلى فراشه، حديث:3875. ② دیکھیے اسی سورت کی ابتدا میں عنوان ''سورۂ اخلاص کی شان نزول اور فضیلت'' ③ تفسير ابن أبي حاتم :2478/8. ④ تفسير القرطبي :245/20 ضحاك عن ابن عباس رضي الله عنهما. ⑤ تفسير الطبري :451/30 وتفسير ابن أبي حاتم :3474/10. ⑥ تفسير الطبري :451/30.

اللہ تعالیٰ اولاد، باپ، بیوی اور شریک سے پاک ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ ''نہ اس نے (کسی کو) جنا اور نہ وہ جنا گیا اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔'' یعنی نہ کوئی اس کا بیٹا ہے، نہ باپ اور نہ بیوی۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ ①
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (الأنعام 6:101) ''وہی آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں؟ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔'' یعنی وہ ہر چیز کا مالک اور خالق ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کا نظیر ہو جو اس جیسا ہو یا کوئی قریب ہو جو اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے؟ اس کی ذات گرامی ہر قسم کی شراکت سے مقدس اور منزہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ ﴾ (مریم 19:88-95) ''اور انھوں نے کہا: رحمٰن اولاد رکھتا ہے، البتہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات (گناہ) تک آپہنچے ہو، آسمان قریب ہیں کہ اس (افترا) سے پھٹ پڑیں، اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے، آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، وہ سب رحمٰن کے پاس غلام بن کر آئیں گے، بلاشبہ یقیناً اس رحمٰن نے ان کا شمار کر رکھا ہے اور انھیں خوب گن رکھا ہے اور وہ سب قیامت کے دن اس کے پاس تنہا تنہا آئیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیاء 21:26,27) ''اور انھوں نے کہا: رحمٰن نے کوئی اولاد بنائی ہے، وہ (اس سے) پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے اللہ کے) معزز و مکرم بندے ہیں، وہ بات کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:158,159) ''اور انھوں نے اس (اللہ) کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرایا، حالانکہ بلاشبہ یقیناً جنات جان چکے ہیں کہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں گے، اللہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

صحیح بخاری میں حدیث ہے: [لَا أَحَدَ أَصْبَرُ عَلٰى أَذًى (سَمِعَهُ) مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، (يَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا، وَهُوَ...... يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ......)] ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تکلیف دہ بات سن کر اور کوئی زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں، اس کے باوجود...... وہ انھیں رزق دیتا اور صحت و عافیت سے نوازتا ہے......۔'' ②

---

① تفسیر الطبری :30/453. ② صحیح البخاری، الأدب، باب الصبر فی الأذی......، حدیث: 6099 وصحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب فی الکفار، حدیث:2804 عن أبی موسٰی عبداللہ بن قیس ﷛ واللفظ له، البتہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، حدیث: (50)-2804 کے مطابق ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[قَالَ اللّٰهُ (عَزَّوَ جَلَّ): كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّایَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّایَ فَقَوْلُهُ: اِتَّخَذَاللّٰهُ وَلَدًا وَّأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْوَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِّي كُفُوًا أَحَدٌ] ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی، حالانکہ اسے اس کا کوئی حق نہیں تھا، ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ اسے اس بات کا بھی کوئی حق نہیں تھا، اس کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ وہ مجھے اس طرح دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنائی ہے، حالانکہ میں اکیلا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ میں جنا گیا اور کوئی بھی میرا ہمسر نہیں ہے۔''[1]

سورۂ اخلاص کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] صحيح البخاری، التفسير، باب: (1)، حديث :4974.

فضائل معوذتین

یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا معوذتین کے بارے میں موقف: امام احمد رحمہ اللہ نے زِرّ بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین نہیں لکھتے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ①﴾ ”کہہ دیجیے: میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔“ تو میں نے یہ کہا، پھر انھوں نے کہا: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ①﴾ ”کہہ دیجیے: میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔“ تو میں نے یہ بھی کہا، چنانچہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو نبی ﷺ نے کہا تھا۔①

معوذتین کی فضیلت میں متعدد احادیث: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتْ (هٰذِهِ) اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ①﴾ وَ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ①﴾] ”کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں اور وہ ہیں: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ①﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ①﴾“② اسے امام احمد، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔③

ایک دوسری سند: امام احمد رحمہ اللہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ان وادیوں میں سے ایک وادی میں رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چل رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: [يَا عُقْبَةُ! أَلَا تَرْكَبُ؟] ”عقبہ! تم بھی سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟“ میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے پیش نظر آپ کی سواری پر سوار نہ ہوا، پھر آپ نے فرمایا: [يَا عُقْبَةُ! أَلَا تَرْكَبُ؟] ”اے عقبہ! تم سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟“ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی نافرمانی نہ ہو جائے، اس لیے جب رسول اللہ ﷺ سواری سے نیچے تشریف لے آئے تو آپ کے فرمان کی اطاعت بجالاتے ہوئے میں تھوڑی دیر کے لیے سوار ہو گیا اور پھر میں اترا تو رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: [يَاعُقْبَةُ! أَلَا أُعَلِّمُكَ سُورَتَيْنِ مِنْ خَيْرِ سُورَتَيْنِ قَرَأَ بِهِمَا النَّاسُ؟] ”عقبہ! کیا میں تمھیں دو ایسی بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جنھیں لوگوں نے پڑھا ہے؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ضرور سکھائیں تو آپ نے مجھے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ①﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ①﴾ پڑھائیں۔ پھر نماز

---

① مسند أحمد: 129/5. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة المعوذتين، حديث: 814 البتہ قوسین والا لفظ ہمیں نہیں ملا۔ ③ مسند أحمد: 144/4 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة المعوذتين، حديث: 3367 وسنن النسائي، الافتتاح، باب الفضل في قراءة المعوذتين، حديث: 955.

قائم کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے امامت کے فرائض سرانجام دیے اور نماز میں انھی دو سورتوں کی قراءت فرمائی، پھر آپ کا میرے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: [كَيْفَ رَأَيْتَ يَا عُقَبُ! اِقْرَأْ بِهِمَا كُلَّمَا نِمْتَ وَ كُلَّمَا قُمْتَ] ”عقب! ان دو سورتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب بھی تم سونے لگو اور اٹھو تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ لیا کرو۔“ ① اسے امام نسائی اور ابو داود نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

ایک اور سند: امام نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَتَعَوَّذُوا بِمِثْلِ هَاتَيْنِ: ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ ﴾ وَ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ ﴾] ”بلاشبہ لوگوں نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس جیسی سورتوں کے ذریعے سے پناہ نہیں پکڑی۔“ ③

ایک اور سند سے: امام نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: [يَاعُقْبَةُ! قُلْ] ”اے عقبہ! کہو“ میں نے عرض کی: کیا کہوں؟ تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی، پھر آپ نے فرمایا: [(يَا عُقْبَةُ!) قُلْ] ”اے عقبہ! کہو۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ تو آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمالی تو میں نے کہا: اے اللہ! انھیں مجھ پر لوٹا دے (کہ آپ مجھ سے دوبارہ یہی فرمائیں)، چنانچہ آپ نے فرمایا: [يَاعُقْبَةُ! قُلْ] ”اے عقبہ! کہو۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ ﴾ میں نے اسے پڑھا حتی کہ یہ سورت پوری ہوگئی، پھر آپ نے فرمایا: [قُلْ] ”کہو۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ ﴾ میں نے اسے پڑھا حتی کہ پوری سورت پڑھ لی، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: [مَا سَأَلَ سَائِلٌ بِمِثْلِهِمَا وَلَا اسْتَعَاذَ مُسْتَعِيذٌ بِمِثْلِهِمَا] ”کسی سوال کرنے والے نے ان کی طرح کا سوال نہیں کیا اور کسی پناہ مانگنے والے نے ان کی طرح کی پناہ نہیں مانگی۔“ ④

ایک اور حدیث: امام نسائی نے ابن عابس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: [يَا ابْنَ عَابِسٍ! أَلَا أَدُلُّكَ - أَوْقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ - بِأَفْضَلِ مَا يَتَعَوَّذُ بِهِ الْمُتَعَوِّذُونَ؟] ”ابن عابس! کیا میں تمھیں اس سب سے بہتر تعوذ کے بارے میں نہ بتاؤں جس کے ساتھ پناہ مانگنے والوں نے پناہ مانگی ہو؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ ﴾ وَ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ ﴾ هَاتَانِ السُّورَتَانِ] ”یہ دو سورتیں سورۂ فلق اور سورۂ ناس (سب سے افضل تعوذ) ہیں۔“ ⑤

---

① مسند أحمد: 144/4. ② سنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء في سورتي المعوذتين، حديث:5439 وسنن أبي داود، الوتر، باب في المعوذتين، حديث: 1462. ③ السنن الكبرى للنسائي، كتاب و باب الاستعاذة: 442/4، حديث: 7856. ④ السنن الكبرى للنسائي، كتاب و باب الاستعاذة: 437/4، حديث: 7838. البتہ قوسین والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں۔ ⑤ السنن الكبرى للنسائي، كتاب و باب الاستعاذة: 438/4، حديث: 7841 و سنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء في سورتي المعوذتين، حديث: 5434.

تفسیر
سورۂ فلق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ① مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ① (ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ② اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ

ع 1 5 38 وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ④ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

چھا جائے ③ اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے ④ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ⑤

امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت جب ناساز ہوتی تو آپ معوذتین پڑھ کر دم فرما لیا کرتے تھے اور جب تکلیف زیادہ ہوتی تو معوذات میں پڑھ دیتی لیکن آپ کے جسم اطہر پر آپ ہی کے دست مبارک کو برکت کی امید سے پھیر دیتی۔ ① اسے امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی نظروں اور انسانوں کی نظروں سے پناہ مانگا کرتے تھے، جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انھیں معمول بنا لیا اور ان کے سوا دیگر چیزوں کو ترک فرما دیا۔ اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ ③

تفسیر آیات: 1-5

امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الۡفَلَقِ ① ﴾ سے مراد صبح ہے۔ ④ عوفی نے حضرت

① الموطأ للإمام مالك، العين، باب التعوذ والرقية في المرض: 374/2، حديث: 1803 البتہ مذکورہ حوالے میں یہ ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معوذتین کے بجائے معوذات پڑھتے تھے، نیز یہ بھی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ کو آپ کے جسم اطہر پر پھیرتی تھیں۔ ② صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، حديث: 5016 وصحيح مسلم، السلام، باب رقية المريض ......، حديث: (51)-2192 وسنن أبي داود، الطب، باب كيف الرقى؟ حديث: 3902 والسنن الكبرى للنسائي، الطب، باب قراءة المريض على نفسه: 367/4، حديث: 7544 وسنن ابن ماجه، الطب، باب النفث في الرقية، حديث: 3529. ③ جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الرقية بالمعوذتين، حديث: 2058 وسنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من عين الجان، حديث: 5496 وسنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقى من العين، حديث: 3511. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3475/10.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ ﴿ الْفَلَقِ ۝ ﴾ سے مراد صبح ہے۔① علاوہ ازیں مجاہد، سعید بن جبیر، عبداللہ بن محمد بن عقیل، حسن، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ابن زید، مالک اور زید بن اسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔② قرظی، ابن زید اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایسے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ﴾ (الأنعام 96:6) ''وہ (رات سے) صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے۔''③

فرمان الٰہی ہے: ﴿ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ ﴾ ''(ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔'' یعنی تمام مخلوقات کی برائی سے۔ ثابت بنانی اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ جہنم، ابلیس اور اس کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہے۔④ ﴿ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ ﴾ ''اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔'' حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شب تاریک ہے جو اس وقت شروع ہو جاتی ہے، جب غروبِ آفتاب کی وجہ سے اندھیرا چھا جاتا ہے، مجاہد کا یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔⑤ نیز ابن ابونجیح نے بھی آپ کا یہ قول بیان کیا ہے۔⑥ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، خصیف، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد رات ہے جب وہ اپنے اندھیرے کے ساتھ چھا جائے۔⑦ امام زہری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سورج ہے، جب وہ غروب ہو جائے۔⑧ ابوالمہزم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے۔⑨ ابن زید فرماتے ہیں کہ عرب کہتے ہیں کہ غاسق ثریا ستارے کے سقوط کو کہتے ہیں، ان کا خیال تھا کہ جب ثریا ستارہ غروب ہو جاتا ہے تو بیماریوں اور طاعون کے امراض وغیرہ کی کثرت ہو جاتی ہے اور جب یہ ستارہ طلوع ہوتا ہے تو یہ تمام بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔⑩ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے چاند مراد ہے۔⑪ میرے نزدیک ان لوگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حارث سے اور انھوں نے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے طلوع ہوتا ہوا چاند دکھا کر فرمانے لگے: [تَعَوَّذِي بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْغَاسِقِ إِذَا وَقَبَ] ''اس غروب ہونے والے کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگو جب اندھیرا چھا جائے۔''⑫ امام ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت فرمایا ہے۔⑬

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ ﴾ ''اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔'' حضرت مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جادوگر عورتیں ہیں۔⑭ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یعنی جب وہ منتر

---

① تفسیر الطبری: 455/30. ② تفسیر الطبری: 456,455/30 و تفسیر القرطبی: 254/20. ③ تفسیر الطبری: 457, 456/30. ④ تفسیر الماوردی: 374/6. ⑤ صحیح البخاری، التفسیر، باب سورة ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ﴾ (الفلق 1:113)، قبل الحدیث: 4976. ⑥ تفسیر الطبری: 457/30. ⑦ تفسیر الطبری: 458,457/30 و تفسیر القرطبی: 256/20. ⑧ تفسیر ابن أبي حاتم: 3475/10. ⑨ تفسیر الطبری: 458/30. ⑩ تفسیر الطبری: 458/30. ⑪ تفسیر الطبری: 458/30. ⑫ مسند أحمد: 61/6. ⑬ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المعوذتین، حدیث: 3366، البتہ السنن الکبرٰی للنسائی میں ہمیں یہ روایت عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذا رفع رأسه إلی السماء: 84/6، حدیث: 10138 میں ملی ہے۔ ⑭ تفسیر الطبری: 460,459/30 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3475/10.

پڑھیں اور گرہوں پر پھونکیں ماریں۔[1] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: اے محمد (ﷺ!) آپ کی طبیعت ناساز ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں۔'' تو انھوں نے یہ پڑھ کر آپ کو دم کیا: [بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ (دَاءٍ) يُؤْذِيكَ، (وَ) مِنْ شَرِّ كُلِّ (حَاسِدٍ وَّعَيْنٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيكَ)] ''اللہ کے نام سے میں آپ کو ہر اس بیماری سے دم کرتا ہوں جو آپ کو تکلیف دے، نیز ہر حسد کرنے والے کے شر اور ہر بری نظر سے بھی (آپ کو دم کرتا ہوں،) اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔''[2]

نبی اکرم ﷺ پر جادو کا بیان: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب الطب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی جادو کیا گیا حتی کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گئے ہیں لیکن آپ نہیں گئے ہوتے تھے، امام سفیان فرماتے ہیں کہ جادو سے جو بہت شدید کیفیت پیدا ہوتی ہے، وہ یہی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! أَعَلِمْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِي فِي مَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ: مَابَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، رَجُلٌ مِّنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِّيَهُودَ، كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: وَفِيمَ؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَّمُشَاطَةٍ، قَالَ: وَأَيْنَ؟ قَالَ: فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ] ''عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا تھا، اس نے مجھے اس کا جواب عطا فرما دیا ہے؟ (وہ اس طرح کہ) میرے پاس دو آدمی آئے اور ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا دونوں پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور جو سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے دوسرے سے کہا کہ اس آدمی کو کیا ہوا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے، یہ یہودیوں کے حلیف خاندان زریق میں سے تھا اور منافق تھا، اس نے پوچھا کہ کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ کنگھی میں اور کنگھی کرنے سے گرنے والے بالوں میں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کہاں جادو کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ نر کھجور کی خشک شاخ میں (اور) ذروان کے کنویں کے پتھر کے نیچے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے تھے اور آپ نے اس سے جادو کو نکال دیا تھا، آپ نے فرمایا: [هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا، وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ] ''یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا، اس کا پانی مہندی کی طرح سرخ ہو چکا تھا اور اس کے کھجور کے درختوں کے سرے شیطانوں کے سر کی طرح تھے۔'' چنانچہ اسے باہر نکال دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ آپ نے اسے پھیلا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: [أَمَّا (اللّٰهُ)

---

[1] دیکھیے تفسیر الطبری: 460/30 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3475/10. [2] صحيح مسلم، السلام، باب الطب والمرض والرقى، حديث: 2186 عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ. البتہ پہلی دو قوسوں والے الفاظ مذکورہ حوالے ہی کی حدیث: 2185 عن عائشة رضی اللہ عنہا اور تیسری قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 75/3 عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔

فَقَدْ شَفَانِي، وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ شَرًّا] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمادی ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی بھی آدمی کے بارے میں شر کو پھیلاؤں۔''①

① صحیح البخاری، الطب، باب هل يستخرج السحر؟ حديث : 5765 . صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں قوسین والے لفظ کے بجائے [وَاللّٰهِ!] ''اللہ کی قسم!'' ہے۔

تفسیر سورۂ ناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِكِ النَّاسِ ② اِلٰهِ النَّاسِ ③ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ① انسانوں کے بادشاہ کی ② انسانوں کے معبود کی ③ وسوسہ ڈالنے والے (اللہ کے

الْخَنَّاسِ ④ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ⑤ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥ ع 1/6 39

ذکر کوسن کر) پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے ④ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے ⑤ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ⑥

تفسیر آیات :1-6

ہر ایک کے ساتھ ایک شیطان ہے: ربوبیت، ملوکیت اور الوہیت یہ اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں ہیں، وہ ہر چیز کا رب، بادشاہ اور معبود ہے، تمام اشیاء اس کی مخلوق، مملوک اور غلام ہیں۔ پناہ مانگنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس ذات گرامی کے ساتھ جو ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ اتصاف پذیر ہو، وسوسہ اندازی کر کے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے پناہ مانگے۔ ﴿الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ④﴾ سے مراد وہ شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ بنو آدم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایسا ساتھی بھی ہے جو فواحش و منکرات کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے اور اسے گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا اور اس کے شر سے صرف وہی انسان بچتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے۔ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ......] ''یقیناً تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کے ساتھی (شیطان) کو بھی لگا دیا گیا ہے......۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: [(نَعَمْ) إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ] ''ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، چنانچہ وہ مجھے نیکی ہی کا حکم دیتا ہے۔''[1]

شیطان جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ اعتکاف میں تھے اور رات کو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں، پھر انھیں گھر تک پہنچانے کے لیے آپ

① صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب تحريش الشيطان......، حديث : 2814 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد : 257/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے۔

ان کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لائے تو راستے میں دو انصاری آدمی ملے اور انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھ کر اپنی رفتار تیز کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [عَلٰی رِسْلِکُمَا، (إِنَّهَا) صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ] ”ذرا ٹھہر جاؤ، بے شک یہ (میرے ساتھ) صفیہ بنت حیی (میری بیوی) ہے۔“ انھوں نے عرض کی: سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) آپ نے فرمایا: [إِنَّ الشَّيْطَانَ (يَجْرِي) مِنَ ابْنِ آدَمَ (مَجْرَى) الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا (أَوْقَالَ: شَرًّا)] ”بلاشبہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے، لہٰذا مجھے شبہ ہوا کہ تمھارے دل میں بھی کوئی بات (یا فرمایا:) کوئی بری بات نہ ڈال دے۔“①

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شیطان انسان کے دل پر ڈیرہ ڈالے رکھتا ہے، جب انسان سہو و غفلت میں مبتلا ہو جائے تو وہ وسوسہ پیدا کرنے لگ جاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگ جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔② حضرت مجاہد اور قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔③ معتمر بن سلیمان نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ وسوسے ڈالنے والا شیطان انسان کے دل میں غم اور خوشی کے موقع پر وسوسے پیدا کرتا ہے اور اگر انسان اللہ کا ذکر کرنے لگ جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔④

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الْوَسْوَاسِ ﴾ سے مراد شیطان ہے جو بندے کو حکم دیتا رہتا ہے جب اس کی بات مان لی جاتی ہے تو پھر وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔⑤ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ ﴾ ”جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔“ کیا یہ انسانوں ہی کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے یا یہ انسانوں اور جنوں سب کے لیے عام ہے؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ تغلیباً ﴿ النَّاسِ ۝ ﴾ کے لفظ میں جن بھی داخل ہیں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں ﴿ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ (الجن 6:72) کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، لہٰذا ان پر لفظ ﴿ النَّاسِ ۝ ﴾ کے اطلاق میں کوئی حرج نہیں۔⑥ فرمان الٰہی ہے: ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ ﴾ ”جنات اور انسانوں سے۔“ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ ﴾ کی تفصیل ہے جسے ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ ﴾ کہہ کر بیان کیا گیا ہے، یعنی جن کے دلوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی، اس رائے سے دوسرے قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا

---

① صحيح البخاري، الاعتكاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه......؟ حديث: 2035 وصحيح مسلم، السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة......، حديث: 2175 البتہ پہلے تین قوسوں والے الفاظ صحيح البخاري، حديث: 2038 اور مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں اور چوتھی قوسین والے الفاظ سنن أبي داود، الصيام، باب المعتكف يدخل البيت لحاجته، حديث: 2470 کے مطابق ہیں، علاوہ ازیں یہ تمام روایات ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں جبکہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت اختصار کے ساتھ ان مقامات پر ہے: صحيح مسلم، حديث: 2174 ومسند أحمد: 285/3. ② تفسير الطبري: 461/30 و تفسير الماوردي: 379/6. ③ تفسير الطبري: 462/30. ④ تفسير الطبري: 462/30 ابن ثور عن أبيه. ⑤ تفسير الطبري: 462/30. ⑥ تفسير الطبري: 463/30.

گیا ہے کہ ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ ﴾ اس کی تفسیر ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں کہ وہ انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ ﴾ (الأنعام 112:6) ''اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین، ہر نبی کے دشمن بنائے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں ڈالتا رہتا ہے تاکہ اسے دھوکے میں رکھے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) میرے دل میں ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ انھیں بیان کرنے کی نسبت مجھے آسمان سے گرنا زیادہ پسند ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ] ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اس کے مکروفریب کو وسوسے کی طرف لوٹا دیا ہے۔''① اسے امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

---

① مسند أحمد : 235/1 . تفسیر ابن کثیر میں [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] دو مرتبہ ہے جبکہ مذکورہ حوالے میں تین مرتبہ ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا ہے۔

② سنن أبي داود، الأدب، باب في رد الوسوسة، حديث: 5112 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الوسوسة: 171/6، حديث: 10504.

تحقیق وتخریج کے

مصادر ومراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاريخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدين أبی الفضل عبدالرحمٰن السيوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث الطوال	للحافظ سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحاديث المختارة	لأبی عبدالله محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی (567-643ھ)	دارخضر	بيروت لبنان	1421ھ 2001م
أحكام القرآن	للإمام أبی بكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دارالكتاب العربی	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
أحكام القرآن	لمحمد بن إدريس الشافعی أبو عبدالله (المتوفی 204ھ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت	
الأدب المفرد	للإمام أبی عبدالله محمد بن إسماعيل البخاری (194-256ھ)	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدين أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م
إرواء الغليل	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت	1405ھ 1985م

الاستذكار	لأبی عمر یوسف بن عبداللّٰه بن عبدالبر النمری الأندلسی (368-463ھ)	دار الوعی	حلب القاهرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدين ابن الأثير أبی الحسن علی بن محمد الجَزَری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامية	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمية	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
الأعلام	لخير الدين الزرکلی	دارالعلم للملايين	بيروت لبنان	2005م
إکمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عياض بن موسی بن عياض اليحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بيروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إدريس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل،قرآن اورسائنس (اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخّار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بيروت المدينة المنورة	1409ھ 1988م
البداية والنهاية	لأبی الفداء الحافظ ابن کثير الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البيان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعيد الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکويت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدين أبی فيض السيد محمد مرتضی الحسينی الزبيدی (المتوفی 1205ھ)	دارالفکر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م

تاريخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808هـ/ 1332-1406م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1992م
تاريخ بغداد	للحافظ أبى بكر أحمد بن على الخطيب البغدادى (المتوفى 463هـ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
تاريخ دمشق	للإمام الحافظ أبى القاسم على بن الحسن الدمشقى الشافعى المعروف بابن عساكر (499-571هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1421هـ 2001م
تاريخ الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى (المتوفى310هـ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358هـ 1939م
التاريخ الكبير	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفى (194-256هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تحفة الأحوذى	للإمام الحافظ أبى العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحيم المباركفورى(المتوفى1353هـ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تحفة الأخيار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	داربلنسية	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدين أبى الحجاج يوسف المزى (654-742هـ)	دارالغرب الإسلامى	بيروت	1999م
التخويف من النار	لأبى الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهير بابن رجب الحنبلى (المتوفى 795هـ)	مكتبة دارالبيان (C.D)	دمشق	1399هـ
تدريب الراوى	للحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطى(849-911 هـ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى (المتوفى 748هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1998م

الترغيب والترهيب	للإمام الحافظ زكى الدين عبدالعظيم بن عبدالقوى المنذرى (المتوفى 656ھ)	دارالحديث	القاهرة	1407ھ 1987م
تغليق التعليق	لأحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1470ھ 1999م
تفسير البحر المحيط	لابى حيان محمد بن يوسف بن على بن يوسف بن حيان الأندلسى654-745ھ 1256-1344م	(C.D)		
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى (المتوفى 516ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
تفسير الثعالبى (الجواهر الحسان)	للإمام عبدالرحمٰن الثعالبى	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبدالله (المتوفى 161ھ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	1403ھ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	الرياض مكة المكرمة	1417ھ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير السمعانى	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى (426-489ھ)	دار الوطن	الرياض	1418ھ 1997م

تفسير الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبَرى (المتوفى 310هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى211هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
تفسير القرطبى	لأبى عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القُرطبى (المتوفى 671هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
تفسير الماوردى	لأبى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى (364-450هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
تفسير معانى القرآن	للنحاس (المتوفى 338هـ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409هـ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبى الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
تلقيح فهوم أهل الأثر فى عيون التاريخ والسير	للإمام عبدالرحمٰن بن الجوزى 508-597هـ 1114-1204م	ادارة إحياء السنة گهرجا كه گوجرانواله	پاكستان	
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417هـ
التمهيد	للإمام الحافظ أبى عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر النمرى الأندلسى (368-463هـ)	مكتبة السوادى	جدة	1387هـ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبى الحسن على بن محمد بن عراق الكنانى (907-963هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1401هـ 1981م

تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس	للإمام السید حبر الأمة عبداللّٰه بن عباس الهاشمی القرشی ﷺ (المتوفی 68ھ)	مطبعة الأمیر	قم ایران	
تیسیر مصطلح الحدیث	للدکتور محمود الطحان	نشر السنة	ملتان باکستان	
جامع الأصول	للإمام أبی السعادات مبارك بن محمد ابنُ الأثیر الجزری (544-606ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1404ھ 1984م
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبی عیسی محمد بن عیسی بن سَورة الترمذی (200-279ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
جامع العلوم والحکم	لأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهیر بابن رجب الحنبلی (736-795ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1417ھ 1997م
جامع المسانید والسنن	للإمام عماد الدین أبی الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی (700-774ھ)	دار الفکر	بیروت	1420ھ 2000م
حلیة الأولیاء	للإمام الحافظ أبی نُعَیم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانی الشافعی (المتوفی430ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
الحوض والکوثر	للإمام بقی بن مخلد القرطبی (201-276ھ)	مکتبة العلوم والحکم (C.D)	المدینة المنورة	1413ھ
الدر المنثور فی التفسیر المأثور	للإمام جلال الدین عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی 911ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1405ھ 1985م
الدِّیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج	للحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم	بیروت لبنان	

الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفی الرحمٰن مبارکفوری (المتوفی 2006م)	المكتبة السلفية	لاهور پاکستان	1416ھ 1995م
روح المعانی	للعلامة أبی الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسی البغدادی (المتوفی 127ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417ھ 1997م
الروح	للإمام أبی عبدالله محمد بن أبی بكر الدِمشقی، الشهير بابن قيم الجوزية (المتوفی 751ھ)	دارالكتاب العربی	بيروت	1422ھ 2001م
الروض الأنف فی تفسير السيرة النبوية لابن هشام	للإمام أبی القاسم عبدالرحمٰن بن عبدالله بن أحمد بن أبی الحسن الخثعمی السهيلی (المتوفی 581ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	
الروض الدانی إلی المعجم الصغير للطبرانی	للحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260ھ - 360ھ)	المكتب الإسلامی، دار عمار	بيروت عمّان	1405ھ 1985م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241ھ)	دارالكتاب العربی	بيروت لبنان	1425ھ 2004م
زاد المسير	للإمام أبی الفَرَج جمال الدين عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی597ھ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبی عبدالله محمد بن أبی بكر الزرعی الدمشقی المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م

سنن الدارقطنی	للإمام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی (المتوفی 385ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمی	للإمام أبی محمد عبدالله بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهرام التمیمی السمرقندی الدارمی (المتوفی 255ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن أبی داود	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن سعید بن منصور	للحافظ سعید بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصمیعی	الریاض السعودیة	1420ھ 2000م
السنن الکبرٰی	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	إدارة تألیفات أشرفیة	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبرٰی	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبدالله محمد بن یزید الربعی ابن ماجه القزوینی (209-273ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی النسائی (215-303ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
السیرة النبویة	لولی الدین أبی زید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحیم الحضرمی الأشبیلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1418ھ 1998م
السیرة النبویة	لابن إسحاق (المتوفی 151ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1424ھ 2004م
السیرة النبویة	لأبی محمد عبدالملک بن هشام بن أیوب الحِمیَری (المتوفی 218ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م

السيرة النبوية	للإمام ابن كثير	دار المعرفة (C.D)	بيروت لبنان	
شرح السنة	للإمام الحافظ محى السنة أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى (436-516هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت	1403هـ 1983م
شرح صحيح الأدب المفرد	للإمام العلّامة محمد ناصر الدين الألبانى رحمه الله المتوفى1420هـ1999م	المكتبة الإسلامية	بيروت لبنان	1423هـ 2003م
شرح صحيح البخارى	لابن بطّال أبى الحسن على بن خلف بن عبدالملك (المتوفى 449هـ)	مكتبة الرشد	الرياض السعودية	1420هـ 2000م
شرح العقيدة الطحاوية	للعلامة ابن أبى العز الحنفى، بتحقيق وتخريج محمد ناصر الدين الألبانى	المكتب الإسلامى	بيروت	1408هـ 1988م
شرح معانى الآثار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1407هـ 1987م
شرح النووى	لمحى الدين أبوزكريا يحى بن شرف بن مرى الحزامى الحورانى الشافعى (المتوفى 676هـ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
شعب الإيمان	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى (384-458هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
الشمائل المحمدية	للإمام أبى عيسٰى محمد بن عيسٰى الترمذى (209-279هـ)	داراليسر	المدينة المنورة	1428هـ 2007م
الصحاح	لأبى نصر إسماعيل بن حماد الجوهرى الفارابى (المتوفى 398هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
صحيح البخارى	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (194-256هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419هـ 1999م

صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421هـ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1408هـ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسي	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابورى (المتوفى 311هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
صحيح سنن أبى داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423هـ 2002م
صحيح السيرة النبوية ما صح من "سيرة رسول الله ﷺ وذكر أيامه وغزواته وسراياه والوفود إليه" للحافظ ابن كثير	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ -1999م)	المكتبة الإسلامية	عمّان أردن	1421هـ 2000م
صحيح مسلم	للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (204-261هـ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
صفة الجنة	لأبى نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصفهانى (336-430هـ)	دارالمأمون للتراث (C.D)	بيروت لبنان	1406هـ
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت	1415هـ 1994م

الطبقات الكبرىٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230ھ)	دار صادر	بيروت	1418ھ 1998م
طبقات المحدثين بأصبهان	لعبد اللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيان أبى محمد الأنصارى (274-369ھ)	مؤسسة الرسالة (C.D)	بيروت	1412ھ 1992م
علل الحديث	للإمام ابن أبى حاتم الرازى (240-327ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاکستان	
عمدة القارى	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى (المتوفى 855ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبى الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادى	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
غريب الحديث	لإبراهيم بن إسحاق الحربى أبى إسحاق (198-285ھ)	جامعة أم القرىٰ (C.D)	مكة المكرمة	1405ھ
فتح البارى	للإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (773-852ھ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور پاکستان	1401ھ 1981م
فتح البيان	لأبى الطيب صديق بن حسن بن على الحسينى القنوجى البخارى (المتوفى 1307ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
فتح القدير	لمحمد بن على بن محمد الشوكانى (1173-1250ھ)	دارابن كثير، دارالكلم الطيب	دمشق بيروت	1414ھ 1994م
الفصول فى سيرة الرسول ﷺ	للإمام الحافظ عماد الدين أبى الفداء إسماعيل ابن كثير (المتوفى774ھ)	مدار الوطن للنشر......	الرياض	1424ھ 2003م
فضائل القرآن	لأبى عبيد القاسم بن سلام الهروى (157-224ھ)	دار ابن كثير	دمشق بيروت	1420ھ 1999م

القدر	لأبی بکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض (207-301ھ)	أضواء السلف (C.D)	السعودية	1418ھ 1998
الکامل فی ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبی أحمد عبداللّٰه بن عدی الجرجانی (المتوفی 365ھ)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
الکامل فی التاريخ	للإمام أبی الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکريم بن عبدالواحد الشيبانی المعروف "بابن الأثير" الجزری (المتوفی 630ھ)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
کتاب الأسماء والصفات	للإمام الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسين بن علی البيهقی (المتوفی 458ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	
کتاب الجهاد	لابن أبی عاصم(206-287ھ)	مکتبة العلوم و الحکم	المدينة المنورة	1409ھ 1989م
کتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد اللّٰه بن المبارک المروزی (المتوفی 181ھ)	المکتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب السنة ومعه ظلال الجنة فی تخريج السنة	لأبی بکر عمرو بن أبی عاصم الضحاک بن مخلد الشيبانی (المتوفی 287ھ)	المکتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب العرش	لأبی عبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	مکتبة أضواء السلف	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
کتاب العظمة	لأبی محمد عبداللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
کتاب العين	لأبی عبدالرحمٰن الخليل بن أحمد الفراهيدی (100-175ھ)	دارالهجرة	قُم إيران	1405ھ

كتاب المغازی	لأبی عبدالله محمد بن عمر بن واقد الواقدی (المتوفى 207ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1424ھ 2004م
کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی	انارکلی	لاہور	
الكشّاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخشَری (المتوفى 528ھ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407ھ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (735-807ھ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399ھ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبدالله المشهور بحاجی خليفة (1017-1067ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	
اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبی الفضل عبدالرحمٰن بن الكمال السيوطی (849-911ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (المتوفى 807ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المجموع شرح المهذب للشيرازی	للإمام أبی زكريا محی الدين بن شرف النووی (المتوفى 676ھ)	دارالنفائس	الرياض	1415ھ 1995م
مجموعة الفتاوی	لشيخ الإسلام تقی الدين أحمد بن تيمية الحرّانی (المتوفى 728ھ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلُسی (المتوفى 546ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م
المحلی	لأبی محمد علی بن أحمد بن سعيد بن حزم (المتوفى 456 ھ)	دارالجيل دارالآفاق	بيروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدين أبی الفضل أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفى 852ھ)	مؤسسة الكتب الثقافية	بيروت لبنان	1412ھ 1992م

مختصر سنن أبى داود	عبدالعظيم بن عبدالقوى بن عبدالله بن سلامة بن سعد زكى الدين أبومحمد المنذرى الشامى المصرى (المتوفى 656هـ)	مكتبة السنة المحمدية مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1423هـ 2002م
مختصر قيام الليل	للشيخ أبى عبدالله محمد بن نصر المروزى (المتوفى 294هـ)	مكتبة المنار	الأردن	1413هـ 1993م
المراسيل	للإمام الحافظ أبى داود سليمان بن الأشعث السجستانى (المتوفى 275هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق ابن راهويه	رواية إسحاق بن منصور الكوسج	دارالهجرة للنشر والتوزيع	الرياض السعودية	1425هـ 2004م
مساوئ الأخلاق وطرائق مكروهها	للإمام أبى بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر الخرائطى	الكتب الثقافية (C.D)	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
المستدرك	للإمام أبى عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابورى (المتوفى 405هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية	1420هـ 2000م
مسند أحمد (طبع ميمنية)	للإمام الحافظ أبى عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى البغدادى (164-241هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1403هـ 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبى عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى البغدادى (164-241هـ)	بيت الأفكار الدولية	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
مسند ابن الجعد	لأبى الحسن على بن الجعد بن عبيد الجوهرى (214-317هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مسند أبى داود الطَّيالِسى	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204هـ)	هجر	إمبابة	1419هـ 1999م

مسند إسحاق ابن راهويه	للإسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن راهويه الحنظلي (161-238)	مكتبة الإيمان (C.D)	المدينة المنورة	1412ھ 1991م
مسند الحميدى	للإمام الحافظ الكبيرأبي بكر عبدالله بن الزبير (المتوفى 219ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1409ھ 1988م
مسند الربيع	للإمام الربيع بن حبيب	مكتبة الثقافة الدينية	......	......
المسند الضعيف	للإمام أبي جعفر محمد بن عمرو بن وهبي بن حماد العقيلي (المتوفى 322ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكةالمكرمة السعودية	1422ھ 2001م
مسند أبي عوانه	للإمام أبي عوانه يعقوب بن إسحاق الإسْفَرايِيني (المتوفى 316ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419ھ 1998م
مسند أبي يعلى المَوصِلي	للإمام الحافظ أحمد بن على بن المثنى التميمي (210-307ھ)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ھ 1992م
مسند عبد بن حميد	لعبد بن حميد بن نصرأبو محمد الكِسّي	مكتبة السنة	القاهرة	1408ھ 1988م
مسند الفردوس بمأثور الخطاب	لأبي شجاع شِيرويه بن شهر دار بن شيرويه الديلمي الهمذاني، الملقب 'إلْكِيا' (445-509ھ/1053-1115م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
المصنف	للإمام الحافظ أبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة (المتوفى 235ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت دمشق	1416ھ 1995م
المصنف	للحافظ الكبير أبي بكر عبدالرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى 211ھ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق	1403ھ 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن على العسقلاني (773-852ھ)	دار المعرفة	بيروت دمشق	1414ھ 1993م

المعجم الأوسط	لأبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260-360هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبى عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموى الرومى البغدادى (المتوفى 626هـ)	دار صادر	بيروت	1993م
معجم الصحابة	لأبى القاسم عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوى (المتوفى 773هـ)	مكتبة دار البيان	الكويت	1421هـ 2000م
المعجم الكبير	للحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260-360هـ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420هـ 2000م
معجم لغة الفقهاء	محمد روّاس قلعه جى و حامد صادق قنيبى	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية	كراچى پاكستان	
معجم ما استعجم	لعبدالله بن عبدالعزيز البكرى الأندلسى (المتوفى 487هـ)	عالم الكتب	بيروت	1403هـ 1983م
المغنى	للإمام موفق الدين أبى محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902هـ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المنتقى	لأبى محمد عبدالله بن على بن الجارود النيسابورى (المتوفى 307هـ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبى العباس تقى الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحرانى الدمشقى (المتوفى 728هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
منهج الحافظ ابن حجر العسقلانى فى العقيدة من خلال كتابه (فتح البارى)	محمد إسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419هـ 1998م

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (735-807 ﻫ)	دارالثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ﻫ 1992م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	على حسن على الحلبى، الدكتور إبراهيم طه القيسى، الدكتور حمدى محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419ﻫ 1999م
موسوعة الأديان (الميسرة)	المشاركون فى التحرير عدد من المؤلفين	دارالنفائس	بيروت لبنان	1426ﻫ 2005م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن التركى	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420ﻫ 1999م
الموضوعات	لأبى الفرَج عبدالرحمٰن بن على بن الجوزى القرشى (510-597ﻫ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407ﻫ 1987م
الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دارالمعرفة	بيروت لبنان	1420ﻫ 1999م
ناسخ القرآن ومنسوخه 'نواسخ القرآن'	للحافظ عبدالرحمٰن بن على بن عبدالله ابن الجوزى (510-597 ﻫ)	دارالثقافة العربية	دمشق بيروت	1411ﻫ 1990م
النجوم الزاهرة فى ملوك مصر و القاهرة	لجمال الدين أبى المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (813-874ﻫ)	وزارة الثقافة	مصر	
النكت الظراف على الأطراف فى ذيل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف	للحافظ ابن حجر العسقلانى (المتوفى 852ﻫ)	المكتب الإسلامى الدارالقيمة	بيروت، الهند	1403ﻫ 1983م
النهاية فى غريب الحديث والأثر	للإمام مجد الدين أبى السعادات المبارك بن محمد الجزرى، ابن الأثير (544-606 ﻫ)	مؤسسة إسماعيليان	قم، ايران	1364ﻫ 1985م
نوادر الأصول فى معرفة أحاديث الرسول	لأبى عبدالله محمد الحكيم الترمذى	دارصادر	بيروت	

نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكانى (1172-1250هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	دار ابن القيم، ودار ابن عفان	الدمام القاهرة	1422هـ 2001م

www.......com

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَنُوْرَ صَدْرِيْ، وَجَلَآءَ حُزْنِيْ وَ ذَهَابَ هَمِّيْ۔

”اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ (غلام) اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری لونڈی کا جنم دیا ہوا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اور مجھ پر تیرا ہی حکم نافذ ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عادلانہ ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تیرے ہر اس پاک نام کے ساتھ جو تو نے اپنی ذات اقدس کا رکھا یا کسی اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، یا تو نے علم غیب میں اسے اپنے پاس اختیار کر رکھا ہے کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی فرحت و سرور اور سینے کا نور بنا دے اور میرے غم کو ختم کرنے والا اور پریشانیوں کو دور کرنے والا بنا دے۔“

(مسند أحمد: 452/1، والمعجم الكبير للطبراني: 169/10، 170، حديث: 10352.)

www.KitaboSunnat.com

التنفيذ الطباعي: دار القماطي للطباعة
٤٥٠٤٥٤/١١ - ٠٣/٦٤٥٠٤٦٧ - بيروت، لبنان